بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ جل جلالہ — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ (القرآن)

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک فرماتا ہے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًّا وَّاهْدِ بِهٖ (الحدیث)

اے اللہ تعالیٰ معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت پر قائم رہنے والا رکھ اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت بھی عطا فرمانا۔

البشارات العالیہ

لمن احب

سیدنا امیر معاویہ

المعروف بہ

مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حسب الارشاد: قدوۃ الاصفیاء سراج الاولیاء قیوم العصر حضور آقائے نعمت

جناب حضرت الحاج السید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری مجددی کیلانی مد ظلہ نقشبندی

زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

از قلم حقیقت رقم

محقق اہلسنت علامہ حافظ شفقات احمد صاحب نقشبندی

مجددی کیلانی حفظہ اللہ عن البلایا

دار التبلیغ، آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

فہرست مضامین

باب ۳

پند و نصائح

از حضور آقائے نعمت، قیوم زمانی، پاسبانِ مسلک حضور مجدد الف ثانی، قسیم فیض اعلیٰ حضرت شیر ربانی، امین فیض سرکار کیلانی، مجدد مسلک اہل سنت وجماعت، قاطع وماحیٔ خارجیت ورافضیت حضور قبلۂ عالم ابُو العظمت الحاج السید **محمد باقر علی شاہ** صاحب دامت برکاتہم القدسیہ ودمت فیوضہم زیب سجادہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت کیلیانوالہ شریف۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَوَّرَ قُلُوْبَ الْعَارِفِیْنَ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِہٖ وَفَضَّلَ اَحْوَالَ الْمُحِبِّیْنَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ بِکَمَالِ فَضْلِہٖ وَحِکْمَتِہٖ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوٰتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ عَلٰی صَاحِبِ الشَّرِیْعَۃِ الْغَرَّاءِ وَالسُّنَّۃِ الزَّھْرَاءِ الَّذِیْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الْعُظَمَاءِ وَاَصْحَابِہٖ الْاُمَنَاءِ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ الْوُسَطَاءِ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِہٖ الْاَصْفِیَاءِ وَاَتْبَاعِہٖ الْخُلَصَاءِ وَاَشْیَاعِہٖ النُّجَبَاءِ وَمُحِبِّیْہِ الْحُسَنَاءِ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اے عزیز طریقت ۔ بطور تحدیث نعمت اور برائے انکشاف نسبت و معرفت اور علی وجہ التشکر بیان کرتا ہوں کہ جب مولائے ذوالجلال والاکرام نے مجھے دولت روحانیت ونسبت بزرگانِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نصیب فرمائی ۔ اس کا احوال کچھ اس طرح ہے ۔

اس وقت میری عمر تقریباً بیس برس کے لگ بھگ تھی ۔ جب میں پہلی بار اپنے آقا و مولا ، قبلہ و کعبہ حضور فیض گنجور جناب قبلہ والد ماجد حضور السید

پیر نور الحسن شاہ صاحب بخاری نقشبندی مجددی کیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ خلیفہ مجاز و مراد اعلیحضرت قطب زمانی۔ عاشق یزدانی حضور قبلہ عالم میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں باوضو ہو کر باقاعدہ طور پر سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کے ارادے سے حاضر ہوا تھا۔ اہل اللہ کا ایسا قدرتی رعب ہوتا ہے کہ میں باوجود آپ کا حقیقی فرزند دلبند ہونے کے بھی آپ کے سامنے اظہارِ تمنا کی جرأت نہ کر سکا۔ پھر دوسرے دن بھی اسی طرح دل میں مصمم ارادہ لے کر حاضر بارگاہ ہوا۔ لیکن حروف دل زبان پہ نہ لا سکا۔ لیکن جب تیسرے دن اسی ارادہ سے شرف زیارت و صحبت سے مشرف ہوا تو آپ نے میری بے کسی دیکھ کر خود ہی کرم فرمانے کا ارادہ فرمالیا اور کمال شفقت سے لب عنبریں گویا ہوئے فرمایا "بیٹا ایسے طراں ای کدوں تیک سنگدا رہویں دا" پھر آپ مجھے ساتھ لے کر اپنی بیٹھک شریف میں تشریف فرما ہوئے اور مجھے سامنے بٹھا کر اتنی توجہ فرمائی اتنا کرم فرمایا کہ اس کا کیف و سرور تو آج تک میرے لوں لوں میں سمایا ہوا ہے لیکن اس کیفیت کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ کیونکہ وہ کیفیت الفاظ میں بیان ہو ہی نہیں سکتی۔ مجھ پر رقت کا عالم طاری تھا۔ اور پھر آپ نے کمال کرم فرماتے ہوئے مجھے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل فرمالیا۔ اور کرم بالائے کرم فرماتے ہوئے مجھے تمام اسباقِ طریقت بھی عطا فرما دیئے۔ اس طرح آپ نے مجھے کچھ سے کچھ بنا دیا۔

فالحمد للہ علی ذالک - اللھم زد فزد

اس کے بعد دو سال تک تو مجھ پر مسلسل رقت کی کیفیت طاری رہی۔ اور آپ نے جب مجھے دولتِ روحانی سے نوازا تھا تو یہ جملہ بطور خاص ارشاد فرمایا تھا "بیٹا اگر تو دین کا بیٹا بنا تو ٹھیک ہے اور اگر دنیا کا بیٹا

بنا تو پھر ایسے بیٹوں کی انہیں کوئی ضرورت نہیں''۔

حضور والا شان نے مجھے دین کا بیٹا بنانے کا جو شرف عطا فرمایا تھا۔ اور خصوصیت کے ساتھ دین کا بیٹا بنے رہنے کا جو حکم ارشاد فرمایا تھا یہ سلسلہ عالیہ کی سب بہاریں اور آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ لوریہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی طرف سے حقانیت مذہب مہذب اہل سنت وجماعت، تعلیمات امام ربانی، رد شیعیت اور رد خارجیت میں کتب کثیرہ کی تصنیف اور اشاعت یہ سب کچھ آپ ہی کی نگاہِ فیض اور وصیتِ مبارکہ کا نتیجہ ہے۔ رد شیعیت میں تحفہ جعفریہ (۵ جلدیں) عقائد جعفریہ (۵ جلدیں) فقہ جعفریہ (۵ جلدیں) جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کی حقیقت (۲ جلد) تعارف حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، افضلیتِ شیخین رضی اللہ عنہما اور مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ الحمد للہ۔ رد شیعیت پر ۱۸ جلدوں پر مشتمل ایسی جامع ومدلل ومسکت کتاب کئی صدیوں سے نہ لکھی گئی تھی اور غالباً مستقبل میں بھی کئی صدیوں تک نہ لکھی جائے گی۔ رد خارجیت میں مسلک امام ربانی۔ مناقب اہل بیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، کردار یزید، علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جواز الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نماز، جشن عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت، آداب شیخ۔ ۱۲ ربیع الاول شریف تاریخ ولادتِ نبوی ہے، تحقیق رفع یدین اور کئی دیگر کتب و رسائل آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی طرف سے لکھوائے اور چھپوائے جا چکے ہیں اور بحمد للہ طریقت و شریعت کی اس نورانیت سے ہمیشہ ہمیشہ گمراہی و تاریکی کافور ہوتی رہے گی۔ (ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم)

اس کتاب کا موضوع کاتب وحی، خالوئے امت، صحابئ رسول جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب ہیں ۔ میرا زندگی بھر کا مشاہدہ ہے کہ جو بھی اہل اللہ پر اعتراض کرتا ہے ضرور گمراہ ہو جاتا ہے ۔ اور اس ضمن میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تمام اولیاء کرام کسوٹی ہیں ۔ جو کوئی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتا ہے بالآخر ضرور رافضی ہو کر مرے گا اور جو اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کرے گا بالآخر خارجی ہو کر مرے گا۔

نعوذ باللہ من ذالک وارزقنا حبہم

کیونکہ اولیاء کرام کے ولی بننے میں حضرت علی المرتضٰے شہنشاہِ ولایت مظہر العجائب والغرائب مشکل کشائی فرماتے ہیں اس لئے اولیاء اللہ آپکے محبوب ہیں اور جو کوئی بھی حضرت شہنشاہِ ولایت رضی اللہ عنہ کے محبوبوں کی شان میں گستاخی کرے گا اس کا خاتمہ خارجیت پر ہو گا۔

(نعوذ باللہِ من ذالک)

میرے آقا و مولا، میرے قبلہ کونین، کعبہ دارین، حضور سیدی و سندی حضور والدی ماجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و قدس سرہ العزیز نے مجھے جو دین کا بیٹا بننے کا حکم فرمایا تھا اسی حکم کے پیش نظر میں نے اپنا وصیت نامہ اپنی زندگی میں ہی لکھوا دیا ہے اور وسیع پیمانے پر چھپوا کر تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں میں نے اپنی تمام جسمانی و روحانی اولاد کے لئے واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آل پاک واہل بیت پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی بھی گستاخی، بے ادبی اور مخالفت کرنے والے کی نسبتِ نقشبندیہ مجددیہ فوراً سلب ہو جائے گی ۔ اور اس کا ہمارے سلسلہ عالیہ سے کوئی تعلق نہ رہے گا ۔ بلکہ کسی بھی سلسلہ کی نسبت باقی نہیں رہ سکتی ۔

جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مبارکہ کے متعلق بے باکی بے ادبی اور گستاخی سے بات کرنا تو دور کی بات ہے۔ دھیان رکھنا چاہیئے کہ یہاں تو ہلکی سی لغزش بھی باعث عذاب بن جاتی ہے مگر جس پر خدا تعالیٰ رحم و کرم فرمادے تو اس کو فوراً تنبیہہ ہو جاتی ہے اور خدا کے فضل سے اس کو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کرنے کے لئے اپنا ایک ذاتی واقعہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔

میرے آقا و مولا قبلۂ عالم حضور والد ماجد صاحب عرس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال شریف کے چند ماہ بعد کی بات ہے کہ ایک بیلی نے جنگ صفین میں حضرت علی المرتضٰے شہنشاہ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنگ کرنے کا ذکر کیا تو میں نے بھی نسبی حمیت کے جذبہ کے تحت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ ناپسندیدگی کے الفاظ کا اظہار کر دیا۔ منہ سے یہ الفاظ نکلنے کی دیر تھی کہ یک لخت طبیعت منقبض ہو گئی اور باطن کا سارا سرور اور کیف، بے کیفی اور بے لذتی کے ساتھ تبدیل ہو گیا اور تمام روحانی سلسلہ بند ہو گیا۔ اور اسی پریشانی کے عالم میں میں نے توبہ و استغفار کرنا شروع کر دی۔ رات کو جب نیند آئی تو عالم رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ حضور قبلۂ عالم والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹھک شریف میں بیٹھا ہوں کہ حضور پر نور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت علی المرتضٰے شہنشاہ ولایت رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں اور آپ کے ساتھ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولا علی شہنشاہ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔ شہنشاہ ولایت، مظہر العجائب والغرائب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس سے گزر کر میرے پاس تشریف لے آئے اور جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے انتہائی غصہ سے مجھے ارشاد فرمایا کہ تو نے آپ کے متعلق ایسے لفظ کیوں کہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضور غلطی ہو گئی ہے معاف فرمادیں۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا۔ تو نے یہ لفظ کیوں کہے تھے؟ میں نے پھر عرض کیا حضور غلطی ہو گئی ہے معاف فرمادیں۔ حضور سب کچھ خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، حضور شہنشاہِ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد میں نے اور زیادہ توبہ استغفار کرنا شروع کی۔

لیکن طبیعت کی بے چینی دور نہ ہوئی انہی ایام میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور قبلۂ عالم حضرت شیر ربانی اعلیٰ حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف فرما ہیں۔ میں بھی حاضر خدمت ہوں چند اور بیلی بھی حاضر خدمت ہیں۔ سامنے دریا ہے جو کہ کناروں تک بھرا ہوا ہے۔ حضور شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دریا کس طرح پار کریں گے۔ میں نے عرض کیا حضور! میں تیرنا جانتا ہوں آپ میرے کندھے پر سوار ہو جائیں میں تیر کر دریا پار کر لوں گا۔ چنانچہ جناب نے میری درخواست منظور فرمالی۔ میں بیٹھ گیا اور حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھ پر اس طرح سوار ہوئے کہ جناب کا دایاں قدم مبارک میرے سینہ پر دائیں طرف اور جناب کا بایاں قدم مبارک میرے سینے پر بائیں طرف تھا اور میں نے اپنے ایک ہاتھ سے جناب کو تھاما ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے تیر رہا ہوں اور جناب نے میرا سر پکڑا ہوا ہے۔ جب ہم درمیان میں پہنچے تو حضور شیر ربانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا "لالیا! سنبھل کر چلنا اب

میرا بوجھ بھی تجھ پر ہی ہے۔ میں نے عرض کی جناب کی دعا شامل حال رہے تو انشاء اللہ کوئی فکر نہیں ہے"۔ چنانچہ اس طرح میں نے دریا عبور کیا۔ ان تمام زیارتوں اور بشارتوں کے باوجود دل میں ایک بات بیٹھ گئی تھی کہ تنبیہ کے وقت حضور پرنور نبی کریم رؤف رحیم تشریف لائے تھے۔ لہٰذا یقینی معافی اس وقت ہو گی جب سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم خود اپنے جمال باکمال سے نوازیں گے۔ چنانچہ ایک رات کو میں سویا تو قسمت جاگ اٹھی یعنی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے شرف زیارت سے نوازا اور آپ نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا اور کافی دیر تک آپ نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگائے رکھا اور اپنے نورانی ارشادات سے مجھ پر کرم فرماتے رہے۔ اور مجھے نہ بیان ہونے والی ٹھنڈک اور کیفیت نصیب ہوئی اور میرے بے سکون دل کو سکون اور قرار کی دولت نصیب ہو گئی اور مجھے اطمینان ہو گیا۔ کہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان مبارک میں جو معمولی سی نامناسب بات میں نے کی تھی آج اس کی معافی ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود جب اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حرمین طیبین کی حاضری نصیب ہوئی تو وہاں جا کر بھی بیت اللہ شریف اور بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم میں معافی کا خواستگار رہا۔ امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری یہ غلطی معاف فرما دی ہے۔ (کتابت کی غلطی سے بعض کتب میں بشارت بالا حضورؐ کی بجائے حضرت علیؓ سے منسوب ہو گئی ہے اصلاح کر لیں) (فالحمد للہ علی ذالک)

اس موقع پر یہ بیان کرنا ضروری ہے۔ کہ کچھ لوگ تاریخ کی بعض موضوع اور مردود روائتوں کا سہارا لیتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بے ادبی کر بیٹھتے ہیں۔

ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اتنا ضرور سوچنا چاہیئے کہ ہمیں آیتوں پر ایمان رکھنا چاہیئے یا روائیتوں پر۔ آئیتیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مقام و مرتبہ بیان کرتی ہیں مثلاً ایک مقام پر قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ یعنی ان سب صحابہ سے اللہ راضی ہو گیا اور وہ اپنے اللہ سے راضی رہے۔ ایک مقام پر قرآن مجید نے وضاحت و صراحت کے ساتھ تمام صحابہ کرام کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ط اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ط وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ؁
ترجمہ: "تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے"۔
یہ آیات مبارکہ اور اس طرح کی اور بہت سی آئیتیں صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے اور تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر نص قطعی ہیں۔ روائیتوں کو چھوڑ کر ہمیں قرآن مجید کی آیتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ (اللہم ارزقناہ)
آخر پر یہ بات نوٹ کر لیں کہ جب بھی کسی مسئلے میں یا کسی معاملے میں کوئی الجھن پیش آئے تو تمام بزرگان دین کا عقیدہ دیکھ لیا کرو۔ کیونکہ کوئی بھی شخص اس وقت تک ولی ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کا عقیدہ اور عمل اہل سنت وجماعت کے مطابق درست نہ ہو۔ سبھی اولیاء اللہ حق پر ہیں۔ خواہ سلسلہ نقشبندیہ کے ہوں یا سلسلہ قادریہ کے یا سلسلہ

چشتیہ کے یا سلسلۂ سہروردیہ کے۔ ہر نماز میں ہم دعا کرتے ہیں کہ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ یا اللہ ہمیں ان مقدس ہستیوں کی راہ پر قائم رکھ جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔ قرآن پاک میں یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جن پر انعام کیا ہے وہ نبی ہیں، صحابہ والِ بیت ہیں شہید ہیں اور صالحین یعنی اولیاء اللہ ہیں۔ آج کے دور میں پوری دنیا میں اللہ کے سب سے زیادہ انعام یافتہ لوگ اولیاء اللہ ہیں۔ جن کی اتباع کی دعا ہم ہر نماز میں کرتے ہیں۔ لہٰذا جن کو بزرگان دین (اولیاء اللہ) والا عقیدہ نصیب ہو گیا یہ اس کی نماز قبول ہونے کی علامت ہے اور جس کا عقیدہ اولیاء اللہ کے عقیدے کے خلاف ہوا وہ ضرور گمراہ ہے۔ کیونکہ اگر وہ ہدایت یافتہ ہوتا تو اسے انعام والوں یعنی اولیاء اللہ کا راستہ مل جاتا۔ معلوم ہوا کہ نہ اس کی نماز قبول ہوتی ہے نہ یہ دعا۔

اے عزیز! حق اور باطل کی کسوٹی بس اولیاء اللہ کو بنا لو۔ ہمیشہ صراط مستقیم پر رہو گے۔ اولیاء اللہ میں بالخصوص حضور داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز، حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اور شہنشاہِ بغداد پیرانِ پیر دستگیر حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر الجھن میں راہنمائی حاصل کرو۔ اگر ان اولیاء اللہ کا راستہ نصیب ہو گیا تو یقیناً حق نصیب ہو گیا۔ اور اگر ان اولیاء اللہ کے عقائد اور فرامین کے خلاف کوئی آدمی مسئلے بیان کرتا رہا یا لکھتا رہا تو صرف باطل اور گمراہی ہی اس کے نصیبوں میں ہو گی۔ اور کچھ نہیں۔

فماذا بعد الحق الا الضلال

مولائے کریم ہر کسی کو ہدایت نصیب فرمائیں اور ہمیں اپنے پیاروں اولیاء اللہ کا راستہ نصیب فرمائیں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ دور حاضر کے تمام برے عقیدوں اور برائیوں سے صرف اسی ایک بات پر کاربند ہو جانا ہی بچالے گا ۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

خویدم اولیاء و اصفیاء

السید **محمد باقر علی شاہ** حفظہ

نقشبندی مجددی نوری کیلانی

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

مُعَنْوَن

میں اپنی اس مختصر مگر مدلل اور تحقیقی کاوش جو کہ مکمل و اکمل طور پر قرآن وحدیث، اجماع صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ کرام، اکابرین اسلام، جمیع اولیاء عظام، ہدایت نشان اور مذہب مہذب اہل سنت وجماعت کے عین مطابق ہے۔ کو شہنشاہِ ولایت، مولائے کائنات جناب سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا، حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے لامحدود فرامین ہدایت ترجمان میں سے آپ کے اس ایک ایمان افروز باطل سوز فرمان ذیشان کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جو آپ نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے بعد اپنے زیر حکومت بلاد وامصار میں لکھ کر روانہ فرمایا تھا۔ جس کو بنظر انصاف وایمان پڑھ لینے کے بعد تمام شکوک ھباءً منثورا ہو جاتے ہیں۔ وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا. اَلْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ (نہج البلاغہ ۵۸ صہ ۴۴۸ طبع بیروت)

حضور شہنشاہِ ولایت نے فرمایا۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہمارا خدا ایک ہے ہمارا نبی ایک ہے، وہ بھی اور میں بھی اسلام ہی کی دعوت دینے والے ہیں۔ نہ تو ہم ایمان باللہ اور تصدیق بالرسالت میں ان پر کسی بڑائی کے دعوے دار ہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں وہ ہم پر کچھ بڑائی جتاتے ہیں۔ ہمارا ایمان واسلام کا طریقہ ایک ہی ہے۔ ہم میں جو اختلاف ہوا ہے وہ محض جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مسئلہ تھا اور خدا گواہ ہے کہ ہم (خاندان علی المرتضیٰ) اس معاملہ میں بالکل پاک صاف ہیں۔

المفتقر الی الخیر

حافظ **شفقات احمد** عفی عنہ

تاجدارِ سیال شریف کا فرمان ہدایت نشان

سالارِ چشتیانِ پنجاب ، تاجدار آستانہ عالیہ سیال شریف ، پیرو مرشد تاجدار گولڑہ شریف ، تاجدار جلال پور شریف ، تاجدار مرولہ شریف آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ، ہمائے معرفت وحقیقت حضور خواجہ شمس الدین صاحب چشتی سیالوی نور اللہ مرقدہ وزاد اللہ فیوضہ۔

خواجہ شمس العارفین فرمود آنچہ میان علی رضی اللہ عنہ وامیر معاویہ رضی اللہ عنہ نزاع وخصومت واقع شدہ است از روئے اجتہاد بود نہ از جہت عناد۔ پس اسے درویش اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بر خطا بود ولیکن فعل مجتہد اگر بر خطا افتد ہم یک ثواب حاصل شود پس درویش را باید کہ درحق ایشان ہیچ نہ گوید (مرأۃ ۲۴۳ در ذکر جہاد اصغر وجہاد اکبر) بندہ عرض داشت کہ بعض قوم سادات درحق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اعتقاد درست نمی دارند بزمرۂ عداوتیانِ حضرت کرم اللہ وجہہ می شمارند خواجہ شمس العارفین فرمود۔ تا آنکہ درحق جمیع اصحاباں اعتقاد درست ندارد ایمان او کامل نباشد ، (مرأۃ ۲۸ ۔ مرأۃ العاشقین (ملفوظات خواجہ شمس العارفین ص ۱۴۱/۱۰۹) مؤلفہ سید محمد سعید شاہ صاحب لاہوری چشتی سیالوی) در ذکر فرقہ رافضیہ

یعنی ۔ حضور خواجہ شمس الملت والدین نے ارشاد فرمایا کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اختلاف ہوا تھا وہ بغض وعناد کی بنا پر نہیں بلکہ اجتہاد کی بنا پر تھا ۔ اے درویش اگرچہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد خطا پر مبنی تھا لیکن (بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ) مجتہد کو خطا پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔

(لہٰذا اس معاملہ میں جناب امیر معاویہ کو کوئی گناہ نہیں بلکہ ثواب ملا ہے) لہٰذا درویش کو چاہیئے کہ آپ کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرے۔ (مؤلف کہتے ہیں کر) میں نے عرض کی حضور بعض سید حضرات جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں اچھا اعتقاد نہیں رکھتے اور آپ کو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں میں شمار کرتے ہیں۔ (اس کے متعلق کیا ارشاد ہے) آپ نے فرمایا جب تک تمام صحابہ کرام کے متعلق اعتقاد صحیح نہ رکھا جائے ایمان کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ (یعنی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کرنے والا چاہے سید ہی کیوں نہ ہو اس کا ایمان صحیح نہیں ہے)

سبحان اللہ۔ واقعی۔

پیر سید مہر علی شاہ تاجدار گولڑہ شریف

مشہور زمانہ صحیحین کی حدیث "ان ابنی ھذا سید۔۔۔ الخ" کو تاجدار گولڑہ شریف نے ایک اور طرح بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دربارہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرمایا تھا۔ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰہُ یُصْلِحُ بِہٖ بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" (مہر منیر ص ۲۵۵ طبع ہشتم مطبوعہ لاہور) یعنی انشاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ میرے اس سردار شہزادے کے ہاتھوں مومنوں کے دو بہت بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

اتنے بڑے بزرگ عالم دین نے جو "مومنین" کے الفاظ نقل فرمائے ہیں یقیناً آپکے پاس اس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ صلح اور تفویض خلافت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرمائی تھی۔

حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی آف چاچڑاں شریف

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دونوں گروہوں کو مسلمان کہا ہے تو کسی مسلمان کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ (جناب) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی کرے ان کی بے ادبی کرے اور نامناسب کلام کرے اس وجہ سے بھی کہ یہ صلح امام حسن کی منشاء پر تھی نہ کہ ظلم اور مجبوری سے۔ (ملفوظات خواجہ غلام فرید ص ۱۳۱ ۹ ۵ مقبوس ۲)

راقم الحروف نے عرض کیا کہ قبلہ میں نے کئی اہلسنت وجماعت کے لوگ دیکھے ہیں جو جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں سوء ظن اور برا اعتقاد رکھتے ہیں حالانکہ وہ جلیل القدر صحابی تھے تو حضرت اقدس نے فرمایا قرآن مجید میں محمد رسول اللہ ..... رحماء بینھم میں رحمت شفقت الفت ومحبت ثابت ہے اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا صحابہ کرام کے درمیان جو مشاجرت مخالفت اور مجادلت ہوئی وہ اجتہاد کی وجہ سے ہوئی نہ کہ بغض وعداوت، حسد کینہ اور دشمنی کی وجہ سے۔ اگرچہ لوگوں نے ایک کو برحق اور دوسرے کو خطا پر سمجھا ہے لیکن چونکہ دونوں کی غرض اظہار حق تھی اس لئے جو حق پر تھا اسکو ثواب کے دو حصے ملے اور جو حق پر نہ تھا اس کو ثواب میں سے ایک حصہ ملا (پھر شان صحابہ کی چند احادیث لکھ کر فرمایا) لہٰذا صحابہ کرام کے متعلق بدگمانی اور بدظنی کرنا اور انکے لئے بد اعتقاد ہونا جناب مخبر صادق علیہ السلام کی تکذیب ہے اور ان آیات قرآنی کی تکذیب ہے جو صحابہ کرام کی مدح وثناء میں نازل ہوئیں۔ اور جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم اور آیات قرآنی کی تکذیب سے کفر لازم آتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ پس ہم پر واجب ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر اور قرآن شریف پر ایمان رکھیں اور تمام صحابہ کرام کو صدق دل سے دوست رکھیں۔ چنانچہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو متقی اور اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ کے حق میں بغض وحسد رکھنا اور بدگمانی کرنا سراسر شقاوت ہے۔ (مقابیس المجالس ۵ ص ۱۰۱۶ مقبوس ۲۳ مطبوعہ لاہور)

صحابہؓ کی شان قرآن کی زبان

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم الامین الرؤف رحیم وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ المکرمین المعظمین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ واتباعہ و واشیاعہ ومحبیہ اجمعین الی یوم الدین ۔ اما بعد ۔
قارئین کرام ۔ السلام علی من اتبع الھدٰی ۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کائنات ہست و بود میں ذاتی طور پر جو ذات عزت و عظمت کی مالک ہے وہ صرف اور صرف اللہ جل مجدہ کی ذات والاصفات ہے ۔ اس کے علاوہ پوری کائنات میں کوئی ذات اور کوئی چیز فی نفسہٖ ذاتی طور پر کسی طرح بھی کسی عزت و تکریم کی اہل نہیں ہے ۔ یعنی ذاتی طور پر مخلوق میں سے کوئی بھی چیز یا کوئی بھی ذات کسی عزت کی مالک نہیں ہے ۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ۔ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ۔ (یونس ر ۶۵) یعنی ہر طرح کی اور سب کی سب عزت در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو لائق ہے ۔ اللہ کا قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ معزز و مکرم اور اللہ کے پیارے انبیائے کرام ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی اطاعت کو اپنی ہی اطاعت قرار دیتا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے ۔ مَنْ یُّطِعِ

الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔ (نساء ۸۰) جس نے اللہ کے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ ہی کا حکم مانا ۔ اور یہ اطاعتِ رسول کا حکم ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیہ التحیۃ والثناء تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ارشاد خداوندی ہے ۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (نساء ۶۴) یعنی ۔ اور ہم نے کوئی بھی ایسا رسول نہیں بھیجا جس کی اطاعت کرنے کا ہم نے حکم نہ فرمایا ہو ۔ تو جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب اللہ کے انبیاءؑ رسل ہوتے ہیں تو پھر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عزت و تکریم اور شرف و بزرگی کے مالک بھی اللہ کے پیارے انبیاء و رسل ہی ہوتے ہیں اور پھر انبیاء کرام کے مقامات و مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے ۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ ۔ (بنی اسرائیل ۵۵) اور بے شک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے ۔ پھر اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجَاتٍ ۔ (البقرہ ۲۵۳) یعنی جو رسولوں کی جماعت ہے ان میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ۔ ان میں سے کوئی تو ایسی شان کا مالک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے (بغیر واسطہ کے) کلام فرمایا ۔ اور ان میں وہ ہستی بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سب پر کئی درجے فضیلت عطا فرما رکھی ہے ۔ اور اس بات پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ اس ذات سے مراد ہمارے آقا و مولا، خدا کے محبوب، کائنات کے مقصود ۔ جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی

ذاتِ والاصفات ہے۔ توجب آپ اللہ کے تمام رسولوں سے بھی زیادہ مقام اور مرتبہ کے حامل ہیں تو ثابت ہوا کہ اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ آپ ہی کی ذات ستودہ صفات کا مقام ہے۔ بقول بزرگے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

حتیٰ کہ انبیاء کرام سے بھی بالتاکید اس بات کا عہد لیا گیا کہ جب آپ اس کائنات میں ظہور فرمائیں اور تمہیں آپ کی زیارت اور حاضری نصیب ہو تو تم پر لازم ہے کہ تم میرے محبوب کی ذات پر ایمان بھی لانا اور ضرور بالضرور ان کی خدمت و اعانت بھی کرنا۔ (لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران ۸۰) اور حد یہ کہ یہ بھی اعلان کروا دیا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران ۳۱) کہ اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم آپ ہماری طرف سے یہ اعلان عام فرما دیں کہ اے لوگو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کر لو اور جب تم میری پیروی کر لو گے تو اللہ تعالیٰ خود تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے تمام گناہوں کو بھی معاف فرما دے گا۔ اللہ اکبر۔ یعنی حضور تو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ہی۔ جو خوش قسمت آپ کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لے گا۔ آپ کے قدموں میں بیٹھنے والا۔ آپ کے نقش قدم کی خاک پاک کو اپنے سر کا تاج بنانے والا بھی اللہ تعالیٰ کا پیارا ہو جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ اب قانون خداوندی کے مطابق عزت و مرتبہ اور شان و مقام کا دار و مدار ذات مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وجود مسعود کے ساتھ تعلق و نسبت پر ہے۔ اسی لئے اس بات پر اجماع امت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد کا کوئی بڑے سے بڑا شخص۔ تابعی یا تبع تابعی تو ہو سکتا ہے، غوث الاغیاث اور

قطب الاقطاب تو ہو سکتا ہے ۔ امام اور مجتہد تو ہو سکتا ہے ۔ محدث اور مفسر تو ہو سکتا ہے لیکن صحابی نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ جو شرف اور بزرگی صحابہ کرام کو نصیب ہو چکی ہے وہ کسی بعد والے کو میسر نہیں آ سکتی ۔ بعد کا کوئی شخص زیادہ سے زیادہ عبادت تو کر سکتا ہے ۔ نمازیں پڑھ سکتا ہے ۔ روزے رکھ سکتا ہے ۔ حج کر سکتا ہے ۔ زکوٰتیں دے سکتا ہے ۔ قربانیاں کر سکتا ہے ۔ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھ کر سینکڑوں سال تسبیح و تحلیل تو کر سکتا ہے لیکن بحالتِ ایمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی میں اسے آپ کا چہرۂ تاباں دیکھنے کا شرف حاصل نہیں ہو سکتا ۔ جو کہ صحابی ہونے کے لئے شرط لازم ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی یہ اعلان فرما دیا ہے ۔ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (جمعہ ۔ ۳) یعنی صحابہ کے بعد والے لوگ کسی طرح بھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے ۔ اور ہو بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ جو شرف صحابہ کرام کو نصیب ہوا ہے یعنی بحالت ایمان دیدار رخ والضحیٰ علیہ التحیۃ والثناء وہ بعد والوں کو کسی طرح بھی نصیب نہیں ہو سکتا ۔ اور یہ ایک ہی عمل دنیا کے باقی تمام اعمال سے افضل و اعلیٰ ہے ۔ اسی لئے اللہ جل مجدہٗ نے بھی اپنے لطف و عطا کو اسی نسبت سے کائنات میں تقسیم کر دیا ہے ۔ ارشاد خداوندی ہے ۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (منافقون ۔ ۸) یعنی اولاً تو حقیقی طور پر ہر طرح کی عزت کی مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۔ پھر قرب خداوندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر عزت والے ہیں اور پھر محبت و اطاعت نبوی کے طفیل آپ کے تمام صحابہ درجہ بدرجہ عزت والے ہیں اور پھر قانون خداوندی " وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ (طور ۔ ۲۱) یعنی ایمان والوں کی (خونی یا روحانی) اولاد جو اپنے

بزرگوں کی ایمان کے ساتھ پیروی کرے گی تو (اگرچہ ان کے اعمال اس قابل نہ بھی ہوں تو بھی محض اپنے فضل و کرم سے جنت میں) ہم ان کی تابع دار اولاد کو ان کے ساتھ ملادیں گے" کے مطابق قیامت تک کے بعد والے ایمان والے جو خلوص و للہیت کے ساتھ صحابہ کرام کی اتباع کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحابہ کی محبت و اطاعت کا صدقہ عزت و فضیلت عطا فرمائے گا۔

چنانچہ ایک مقام پر صحابہ کرام اور ان کے متبعین پر رضائے خداوندی اور حصول جنت اور دونوں جہانوں کی کامیابی و کامرانی کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا ہے۔ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (توبہ ۱۰۰)

اور پہلے پہل کرنے والے ایمان میں مہاجرین مکہ یا انصار مدینہ میں سے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی پیروی کی اچھی طرح۔ راضی ہو گیا ان سے اللہ تعالیٰ اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

ایک مقام پر صحابہ کرام کے ایمان و ایقان کو کسوٹی قرار دیتے ہوئے ان کے گستاخ اور منکر گروہ پہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ (بقرہ ۱۳) اور جب کہا جاتا ہے لوگوں کو کہ تم بھی ایمان لے آؤ صحابہ کرام کی طرح تو وہ (کافر) کہتے ہیں کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں۔ سن لو بے شک

وہی بے وقوف ہیں (صحابہ تو بالکل صحیح اور سچے ہیں) اور لیکن وہ جانتے نہیں ہیں۔ ایک مقام پر قیامت تک کے تمام لوگوں کی ہدایت کا دارومدار اتباع صحابہ پر موقوف کر دیا گیا ہے۔ فرمایا۔ فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ (بقرہ ۱۳۷) پس اگر ایمان لے آئیں وہ۔ اے صحابہ تمہارے ایمان کی طرح تو پھر وہ ہدایت پا گئے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ ۶) یعنی ایمان والو مجھ سے انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنے اور قائم رہنے کی توفیق طلب کرو۔ پھر فرمایا۔ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔ (نساء ۶۹) یعنی اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ ۱۔ انبیائے کرام ہیں۔ ۲۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار ہیں ۳۔ شہدائے عظام اور ۴۔ اولیائے کرام ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ منشائے خداوندی یہ ہے کہ مجھ سے انبیائے کرام، صحابہ کرام، شہداء کرام اور اولیاء کاملین کی اتباع کی توفیق طلب کرو۔ ثابت ہوا کہ حضور کے صحابہ بھی امت کے لئے مطاع، مقتداء، پیشوا، امام اور ہادی ہیں۔ ایک مقام پر پیارے محبوب کے پیارے صحابہ پر اپنے انعامات و کرامات کا اظہار ذات باری تعالیٰ اس طرح فرماتے ہیں۔ وَالَّذِيْ جَاۗءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (زمر ۳۳، ۳۴، ۳۵) یعنی حضور کے تمام صحابہ متقی ہیں۔ خدا کی بارگاہ میں ان کا یہ مقام ہے کہ وہ بارگاہ ایزدی سے جو مانگیں گے وہ پائیں گے۔ ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور ان کی نیکیوں کا بدلہ بہت

بڑھا کر اور بہتر دیا جائے گا۔" چونکہ ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا ایک مقام پر فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ (حجرات ۳) یعنی اللہ تعالیٰ نے محبوب کے صحابہ کا تقویٰ اور پرہیزگاری کے لحاظ سے امتحان لے لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس مشکل ترین امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں لہٰذا) ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ صحابہ کرام اور غیر صحابہ امت مصطفوی کے اجر و ثواب کے متعلق ایک حدیث شریف اس طرح ہے۔ وَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ۔ (بخاری و مسلم وغیرہ) یعنی صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اگر ایک مٹھی (لپ بھر) جو اللہ کی راہ میں تصدق کرے اور غیر صحابہ میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیر صحابی کے پہاڑ برابر سونے سے صحابی کے لپ بھر جو زیادہ افضل و اعلیٰ اور محبوب و پیارے ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لا تسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلمقام احدھم ساعۃ خیر من عمل احدکم عمرہ (ابن ماجہ ص ۱۵) یعنی حضور کے کسی بھی صحابی کو برا بھلا نہ کہو۔ ان کی بارگاہ مصطفےٰ میں ایک گھڑی کی حاضری تمہاری تمام عمر کے اعمال سے خدا کے حضور افضل و اعلیٰ ہے۔ ایک مقام پر اللہ جل جلالہ و عم نوالہ صحابہ کے ایمان و ایقان قلبی کا اظہار ان الفاظ میں فرماتا ہے۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعْمَۃً وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔

(حجرات ۸،۷) یعنی اے محبوب کے صحابہ۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو ایمان بہت پیارا کر دیا ہے اور ایمان کو تمہارے دلوں میں مضبوط کر دیا ہے اور تمہارے دلوں میں کفر، نافرمانی اور برائی سے بہت زیادہ نفرت ڈال دی ہے۔ (سن لو لوگو) یہ حضور کے تمام کے تمام صحابہ ہدایت والے اور صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے"

ایک اور مقام پر اللہ وحدہ لاشریک نے صحابہ کرام کی زبان حق نشان کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا۔ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (فتح ۲۶) یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کے پیارے صحابہ کی زبان اقدس پر پرہیز گاری کی بات کو لازم فرما دیا ہے۔ ایک مقام پر صحابہ کے درجات کا فرق بیان فرماتے ہوئے تمام صحابہ سے جنت کا وعدہ فرما دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔
فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ (نساء ۹۵) یعنی درجات کے لحاظ سے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے نہ جہاد کرنے والوں سے افضل ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے محبوب کے تمام صحابہ سے جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ ایک اور مقام پر اسی وعدۂ جنت کے ساتھ درجات کے فرق میں فتح مکہ کو نشانِ امتیاز بنایا گیا ہے۔ فرمان ہوتا ہے۔
لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (حدید ۱۰) یعنی جو صحابہ کرام فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے (جب کہ اسلام کا اظہار و اعلان سو طرح کی

آزمائشوں سے دوچار ہونا ہوتا تھا) اللہ کے دین پہ اپنا مال بھی خرچ کیا تھا جان بھی لڑائی۔ ان کے درجے بہت بلند ہیں۔ ان صحابہ کرام سے جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور راہ خدا میں اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔ البتہ اللہ تعالیٰ (محبوب کی محبت و خدمت کا صدقہ اپنے فضل وکرم سے) حضور کے تمام صحابہ سے جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔ (اور اللہ تعالیٰ یہ وعدے ایسے ہی نہیں فرما رہا بلکہ) اللہ تعالےٰ تمہارے عملوں سے اچھی طرح باخبر ہے"۔

شاید کسی علوم قرآنی سے ناآشنا کور باطن کے ذہن نارسا میں یہ اعتراض چٹکیاں لینے لگے کہ قرآن کریم میں تو ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے "حسنیٰ" کا وعدہ فرمایا ہے اور آپ اس کا ترجمہ "جنت" کر رہے ہیں۔ یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے تو جناب اس کی وضاحت کے لئے یہ آیت پڑھ لیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰىٓ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ (انبیاء ع ۱۰۱) یعنی۔ "بے شک جن خوش بختوں سے ہم حسنیٰ کا وعدہ فرما چکے ہیں وہ لوگ دوزخ سے بہت دور (محفوظ) رکھے جائیں گے"۔ امید ہے اب تو انشاء اللہ العزیز یہ تار عنکبوت تار تار ہو چکی ہو گی اور آپ حضرات پر تمام صحابہ کا یقینی جنتی ہونا اظہر من الشمس ہو چکا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ حق کو دیکھ کر پہچان کر اس پر قائم و دائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین۔
شاید کوئی جاہل سورہ سجدہ کی آئیت ۲۹ کا حوالہ دیکر کہے کہ فتح کے دن کا ایمان قبول نہیں ہے تو گذارش ہے کہ تقریباً تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ اس یوم الفتح سے مراد قیامت کا دن ہے۔ مثلاً دیکھیں تفسیر ابن کثیر ۳ ص ۴۶۳، تفسیر طبری ۲۱ ص ۳۷، تفسیر درمنثور ۵ ص ۱۷۹، تفسیر مظہری ۷ ص ۲۷۹، تفسیر کبیر ۲۵ ص ۱۸۸، خازن ۳ ص ۵۸۲، روح المعانی ۲۱ ص ۱۴۱ وغیرہ۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے ۔ لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ (توبہ ۱۱۷) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمتیں متوجہ ہوگئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان مہاجرین و انصار صحابہ کرام پر جنہوں نے مشکل وقت میں بھی حضور کی پیروی کی اور آپ کا ساتھ دیا۔
ایک مقام پر اللہ تعالیٰ شان صحابہ ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (بقرہ ۲۱۸) یعنی حضور کے صحابہ جنہوں نے ایمان لانے کے بعد راہ خدا میں ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔ (ان پر ضرور اپنی رحمت فرمائے گا۔) ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے ۔ فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۔ (آل عمران ۱۹۵)
یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور وہ نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ان کو میری راہ میں تکلیفیں پہنچائی گئیں اور انہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا اور (یا) شہید کر دئے گئے تو میں ضرور ان سب کے گناہ معاف کر دوں گا اور ضرور انہیں جنت میں داخل فرماؤں گا جس کے نیچے نہریں چلتی ہیں (یہ ان کے ان اعمال کا) ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو بہترین ثواب عطا فرمانے والی ہے ۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ ۔ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ

بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (توبہ ۔ ۲۰ ، ۲۱ ، ۲۲)

یعنی "وہ صحابہ جنہوں نے ایمان لانے کے بعد ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں ان کا بڑا مقام ہے اور یہ لوگ ہی کامیاب و کامران ہیں (دونوں جہانوں میں) ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور رضا اور جنت کی بشارت دیتا ہے۔ وہاں انہیں ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں ملیں گی۔ وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ کے حضور (ان کے لئے) بہت بڑا ثواب ہے"۔ ایک جگہ یوں فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (نحل ۔ ۴۱) "اور وہ صحابہ جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم کئے گئے۔ ہم ضرور انہیں اس دنیا میں بھی اچھی جگہ دیں گے اور (ان کا) آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش کہ لوگ اس بات کو جان لیں"۔ ایک مقام پر فرمایا۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (نحل ۔ ۱۱۰) "پھر بے شک تیرا رب ان صحابہ کے لئے جنہوں نے ہجرت کی اس کے بعد کہ انہیں ستایا گیا پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا۔ بے شک تیرا رب (ان کے لئے) ضرور بخشنے والا اور مہربان ہے"۔ ایک مقام پر فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ (حج ۔ ۵۸ ، ۵۹) اور وہ صحابہ جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی پھر شہید کر دئے گئے یا طبعی موت سے انتقال کر گئے تو اللہ تعالیٰ ضرور انہیں

(جنت میں) اچھا رزق عطا فرمائے گا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور انہیں (جنت میں) ایسی جگہ عطا فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ علم اور حلم والا ہے"۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ أَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۝ (حشر ۸، ۹) "ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے وہ اللہ کا فضل اور اسکی رضا چاہتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جو واقعی سچے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے پہلے سے مدینہ طیبہ کو اپنا گھر بنالیا اور ایمان کو اختیار کرلیا وہ ہجرت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں رکھتے اس چیز کی جو دی گئی ہے ان کو وہ اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود اس کے بہت محتاج ہوں"۔

اور اگر کوئی صحابی ہجرت کے ارادے سے نکلا لیکن مدینہ منورہ نہ پہنچ سکا بلکہ راستے میں ہی اس کا انتقال ہو گیا تو قانون خداوندی وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (نساء ع ۱۰۰) یعنی "اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلا پھر راستے میں ہی اس کی موت آگئی تو اس کا ہجرت کا ثواب اللہ تعالیٰ کے

ذمۂ کرم پر لازم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔) کے مطابق اس کو ہجرت کا ثواب مل جائے گا۔ اور جو جو اللہ تعالیٰ کے فضل وعطا اور انعامات و کرامات مہاجرین صحابہ کے بارہ میں قرآن وحدیث میں مذکور ہوئے ہیں وہ تمام کے تمام اس کو بھی حاصل ہوں گے۔ اور صحابہ کرام کو وہ ایک منفرد مرتبہ ومقام بھی حاصل ہے جو پوری کائنات میں ان نفوسِ قدسیہ کے علاوہ حضرت آدم سے لیکر تا قیامت نہ کسی کو حاصل ہوا نہ حاصل ہے اور نہ ہو سکے گا۔ صحابہ کرام کا وہ منفرد امتیازی شرف یہ ہے کہ انہوں نے کسی عام ولی اللہ، سالک، عارف، غوث یا غوث الاغیاث، قطب یا قطب الاقطاب، فرد الافراد، ابدال، اوتاد، قلندر، امام، مجتہد، مجدد، تبع تابعی، تابعی، صحابی، کسی اور نبی یا کسی اور رسول کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی بلکہ اس محبوب خدا کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے جس دستِ رحمت کو الٰہ العالمین اپنا ہاتھ فرماتا ہے۔ چنانچہ بیعت رضوان کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (فتح ـ ۱۰) یعنی اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم بے شک جن صحابہ نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کی ہے۔ ان کے ہاتھوں پر (گویا) اللہ تعالیٰ ہی کا ہاتھ ہے۔ اللہ اکبر ؎

یہ رتبہ عظیم ہے جس کو بھی مل گیا

اور محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی ذات وہ منبع وجامع کمالات اور مظہر انوار وتجلیات ہے جن کے ظہور کے لئے جناب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے جب بارگاہ خداوندی میں دعا کی تھی تو اس میں آپ

نے حضور کے لئے چند صفات مقدسہ کی خواہش و تمنا کا بھی ذکر فرمادیا تھا۔ عرض کیا۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (بقرہ ۱۲۹) اے ہمارے رب تو بھیج ان میں (یعنی اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں) ان ہی کی اولاد میں (اپنا وہ محبوب جس کے متعلق تو نے ہم سے عالم ارواح میں ایمان لانے اور نصرت کرنے کا وعدہ لیا تھا۔ (آل عمران ۸۱) اور جس کے متعلق ہر پیغمبر سے اعلان نبوت کے وقت جبریل عہد و پیمان لیتا رہا۔ (کتاب الشفاء ۔ ص) ایک رسول جو ان کے سامنے تیری آئیتیں تلاوت فرمائے اور وہ ان کو تیری کتاب اور حکمت (احکام قرآنی کی تشریح و توضیح اور مسائل سنت و فقہ) سکھائے اور انہیں خوب پاک فرمادے۔ اے ہمارے رب بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے"۔

اور محبوبِ کبریا کی یہ صفات مقدسہ صرف دعاءِ ابراہیمی ہی میں نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فخریہ طور پہ اپنی قدرتوں اور انعامات کا ذکر فرماتے ہوئے اپنے محبوب علیہ السلام کا تعارف بعینہٖ انہی خصوصیات کے ساتھ فرمایا ہے۔ فرمایا۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۔ (جمعہ ۲) یعنی اللہ تعالیٰ وہ قادر و کریم ذات ہے جس نے مکہ والوں (اولاد اسماعیل علی نبینا و علیہ السلام) میں ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور وہ انہیں اللہ کی کتاب اور اپنی حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ اور اگرچہ وہ لوگ آپ کی تشریف آوری سے

قبل کھلی گمراہی میں تھے"۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ بطور احسان محبوب کائنات کی بعثت کا ذکر ان الفاظ میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ٥ (آل عمران ۱۶۴) "البتہ تحقیق احسان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ وہ رسول ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک بھی فرماتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم بھی دیتا ہے اور اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے"۔

ایک مقام پر جناب سرور کائنات کی ان صفات کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ...... الخ (بقرہ ۱۵۱) "جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تمہی میں سے وہ تمہارے سامنے ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک بھی فرماتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم بھی دیتا ہے"۔ ایک مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا جارہا ہے۔ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ (توبہ ۱۰۳) یعنی "اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم اپنے صحابہ سے زکوٰۃ وصول فرمائیں اور انہیں بھی پاک فرمادیں اور ان کے مالوں کو بھی پاک فرمادیں"۔

باقی ان تمام آیات میں جو چیز بالاشتراک موجود ہے اور میرا مقصود بیان ہے وہ الفاظ ہیں۔ وَيُزَكِّيْهِمْ ۔ وَيُزَكِّيْكُمْ ۔ تُزَكِّيْهِمْ ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا کلام لاریب بیان فرمارہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی لامحدود صفات حمیدہ میں سے آپ کی یہ شان بھی ہے کہ آپ اپنے صحابہ کرام کو پاک بھی کر دیتے ہیں یعنی آپ مُزَکِّیْ ہیں اور آپ کے تمام صحابہ مزکیٰ ہیں ۔ قرآن پاک میں زکیٰ (نور ۲۱) یُزَکِّیْ (توبہ ۲۱) کے حاشیہ پر تفسیر خزائن العرفان صہ ۵۱۰ مطبوعہ تاج کمپنی ۲۲۷ پر ان الفاظ کی تفسیر توبہ حسن عمل کی توفیق اور عفو و مغفرت سے کی گئی ہے ۔ اسی طرح نَفْسًا زَکِیَّۃً (کہف ۷۴) کے الفاظ پر حاشیہ میں لکھا ہے "جس کا کوئی گناہ ثابت نہ تھا" (خزائن العرفان صہ ۴۳۷) اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کی نسبت غُلَامًا زَکِیًّا (مریم ۱۹) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ۔ اور ظاہر بات ہے کہ آپ اللہ تعالےٰ کے برحق پیغمبر ہیں ۔ تو معلوم ہوا کہ " تزکیہ " پیغمبرانہ صفات میں سے ایک ایسی صفت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بزبان جبریل بطور خاص اپنے ایک پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ذکر فرمایا ۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۔ (اعلیٰ ۱۴) یعنی تحقیق کامیاب و کامران ہو گیا وہ شخص (دونوں جہانوں میں) جس نے تزکیہ حاصل کر لیا ۔ ایک مقام پر فرمایا ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۔ (شمس ۹) یعنی یقیناً کامیاب و کامران ہو گیا (دونوں جہانوں میں) جس نے تزکیہ نفس کر لیا ۔ اسی طرح تفسیر خزائن العرفان صہ ۶۴۳ پر " وَمَنْ تَزَکّٰی " (فاطر ۱۸) کے حاشیہ پر لکھا ہے " یعنی بدیوں سے بچا اور نیک عمل کئے " اسی طرح سورہ طٰہٰ ۷۶ میں " مَنْ تَزَکّٰی " کی شان والوں کے لئے جنت کے اعلیٰ درجات اور اس میں ہمیشہ کا رہنا بیان فرمایا گیا ہے ۔ اور اس سے تفسیر خزائن العرفان صہ ۴۵۸ پر ۔ کفر کی نجاست اور معاصی کی گندگی سے پاک ہونا مراد لیا گیا ہے ۔ اسی طرح سورہ نازعات ۱۸ میں حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے ہوئے حکم فرمایا گیا ۔ " فَقُلْ ھَلْ لَّکَ

اِلیٰ اَنۡ تَزَکّٰی"۔ اس سے کہو کہ کیا تجھے پسند ہے کہ تو پاک ہو جائے۔ اس پر تفسیر خزائن العرفان صـ۸۵۰ پر لکھا ہے۔ "کفر و شرک اور معصیت و نافرمانی سے پاک ہونا" سورہ بقرہ ۲۳۲ میں "اَزۡکٰی" کے الفاظ کو قانون خداوندی کے اجرا میں رکاوٹ نہ بننے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورہ کہف ۱۹ میں اَزۡکٰی۔ کے الفاظ پر۔ تفسیر خزائن العرفان صـ۴۲۸ پر لکھا ہے۔ اس میں کوئی شبہ حرمت کا نہ ہو۔ اسی طرح سورہ نور ۲۸ میں ازکیٰ کے الفاظ کا اطلاق حکم خداوندی کو بسر و چشم تسلیم کر لینے اور پارسائی اختیار کرنے پر کیا گیا ہے۔ اسی طرح نور ۳۰ میں لفظ۔ ازکیٰ۔ نگاہوں کو نیچی رکھنے اور بدکاری سے بچنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ سورہ نساء ۴۹ میں یُزَکُّوۡنَ اور یُزَکِّیۡ کے الفاظ اللہ کا پیارا اور جنتی ہونے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ سورہ عبس ۳ میں یُزَکّٰی سے مراد ہے۔ گناہوں سے بچنے والا۔ اور آیت ۷ میں یہی الفاظ۔ ایماندار ہونے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ سورہ بقرہ ۱۷۴ میں یُزَکِّیۡهِمۡ کی ایک جزا روز محشر ان سے اللہ تعالیٰ کے کلام رحمت فرمانے اور عذاب سے محفوظ رہنے ان کے حق کو نہ چھپانے، کتمان حق کر کے اس کے بدلے دنیا کا مال نہ لینے پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح سورہ آل عمران ۷۷ میں بھی یُزَکِّیۡهِمۡ کی ایک جزا کتمانِ حق نہ کرنے، دین کے بدلے میں دنیا نہ لینے، جھوٹی قسمیں نہ کھانے اور روز محشر ان سے اللہ تعالیٰ کا کلام و نظرِ رحمت فرمانے پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح سورہ نجم ۳۲ میں تُزَکُّوۡا۔ کا اطلاق۔ تفاخر و خود نمائی و خود سرائی کے مقابلے میں کیا گیا ہے۔ اور سورہ مریم ۱۳ میں۔ زکوٰۃ پر تفسیر خزائن العرفان کا حاشیہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ زکوٰۃ سے یہاں اطاعت و اخلاص مراد ہے۔ (صـ۴۴۳)

فاروق اکیڈمی لاہور کی مطبوعہ کتاب "لغات القرآن" از مولانا عبدالرشید نعمانی - میں مذکورہ الفاظ کے معانی کچھ اس طرح بیان کئے گئے ہیں۔ اَزْکیٰ یعنی زیادہ ستھرا۔ زکوٰۃ سے ہے جس کے معنی طہارت اور پاکیزگی کے ہیں - (۲/۷۵) تُزَکُّوْا - تزکیہ سے ہے جس کے معنی پاک کرنے کے ہیں۔ نفس انسانی کے تزکیہ کی دو صورتیں ہیں ایک بذریعہ فعل یعنی اچھے اعمال کے ذریعے اپنے آپ کو درست کر لینا ..... دوسرے بذریعہ قول - جیسے ایک عادل متقی شخص کا دوسرے شخص کا تزکیہ کرنا اور اس کی خوبی کی شہادت دینا (۲، ۱۱۷) تَزَکّٰی یعنی وہ پاک ہوا وہ سنور گیا - (۲/۱۱۸) تَتَزَکّٰی یعنی تو سنور جائے تو پاک ہو جائے - (۲/۱۱۸) تُزَکِّیْهِمْ یعنی تو ان کو پاکیزہ کرے (۲/۱۱۸) زَکٰوۃً یعنی ستھرائی پاکیزگی - سورہ کہف میں زکوٰۃ کے معنی گناہوں سے پاک وصاف ہونے کے بیان کئے گئے ہیں - امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں - اصل میں زکوٰۃ وہ افزونی ہے جو اللہ تعالیٰ کی برکت سے حاصل ہوتی ہے - اور اس کا امور دنیویہ واخرویہ کے ذریعہ اعتبار کیا جاتا ہے ...... اَزْکیٰ طَعَامًا (کہف ۱۹) میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایسا کھانا جو حلال بھی ہو اور انجام کار بدہضمی پیدا نہ کرے (انجام برا نہ ہو) ..... نفس کی پاکیزگی اور طہارت کی بدولت انسان اس حیثیت میں ہوتا ہے (۳/۱۳۶) کہ دنیا میں اوصاف حمیدہ کا مستحق ہوتا ہے اور آخرت میں اجر و ثواب کا - اور اس کی صورت یہ ہے کہ انسان اس چیز کی کوشش کرنے لگ جائے جس میں اس کی پاکیزگی ہے - تزکیہ کی نسبت کبھی تو بندہ کی طرف ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کا اکتساب (اس کے لئے کوشش) کرتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا - اور کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے کیونکہ حقیقت میں وہی اس کا فاعل ہے جیسے ارشاد خداوندی

ہے۔ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَاءُ۔ اور کبھی اس کی نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے۔ کیونکہ وہی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی طرف تزکیہ کے پہنچنے میں واسطہ ہوتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا اور وَيُزَكِّيْكُمْ (ج ۲ ص ۱۳۷) زَکیٰ یعنی وہ سنورا۔ وہ پاک ہوا۔ وہ درست ہوا۔ زَکِیًّا یعنی ستھرا۔ بمعنی گناہوں سے پاک یا خیر و برکت میں پرورش پانے والا۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ زَکِیًّا یعنی مُزَکّٰی بالخلقت کہ جس کی خلقت کو ہی سنوار دیا گیا ہو۔ (یعنی وہ پیدائشی طور پر ہی گناہوں سے محفوظ ہو) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مُزَکّٰی سے موسوم کرنا .... معنی یہ ہوں کہ جو مُزَکّٰی ہونے والا ہے (یعنی زندگی میں اس کو پاک کر دیں گے) زَاكِيَةً یعنی ستھرا۔ گناہوں سے پاک وصاف (ج ۲ ص ۱۴۷) يُزَكُّوْنَ یعنی وہ پاک قرار دیتے ہیں (اپنے آپ کو) يُزَكِّيْ یعنی پاک کرتا ہے۔ پاک قرار دیتا ہے۔ يَزَكّٰى یعنی پاکیزگی حاصل کرنا۔ پاک ہو جانا۔ يُزَكِّيْكُمْ۔ یعنی وہ تم کو پاکیزہ کرتا ہے۔ پاک بناتا ہے۔ يُزَكِّيْهِمْ۔ یعنی وہ ان کو پاک کرے گا۔ پاک بناتا ہے۔ پاکیزہ کر دیتا ہے۔ (ج ۶ ص ۲۳۶) القصہ مختصر۔ اسی طرح اگر لغت کی تمام کتابوں کے حوالے بھی دے دیئے جائیں تو سوائے طوالت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ تقریباً سب ہی اہل لغت نے ان الفاظ کے یہی یا اس سے ملتے جلتے معنے لکھے ہیں۔ اب ذرا اس بات پر غور کریں کہ جن خوش نصیبوں کو شرف صحابیت حاصل ہو گیا ہے کیا دعاء ابراہیمی اور دعوائے خداوندی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو واقعی پاک فرما دیا تھا یا نہیں؟ اگر تو آپ کا جواب نفی میں ہو (یعنی حضور نے اپنے صحابہ کو پاک نہیں فرمایا) تو پھر صحابہ کی طہارت و نزہت پر تو بعد میں الزام آئے گا۔ اولاً تو (معاذ اللہ ثم معاذ

اللہ) یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اعلان بھی فرمایا تھا۔ اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بھی فرمایا تھا۔ میں ناکام رہے۔ کسی استاد کی جماعت کا ایک سال کی معمولی مدت کی محنت کے بعد امتحان میں رزلٹ سو فیصد نہ نکلے تو اسے استاد اپنے لئے باعث ندامت سمجھتا ہے اور لوگ اسے استاد کی ناکامی قرار دیتے ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جماعت پر تئیس ۲۳ برس شب و روز کی انتھک محنت فرمائی ہو پھر اگر خدانخواستہ اس جماعت کا رزلٹ سو فیصد نہ آئے تو کیا میدان محشر میں تمام انبیاء اور تمام امتوں کے سامنے آپ کے صحابہ کا نقص ایمانی آپ کی سبکی کا سبب نہ بنے گا۔ کہ جس صفت کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں بار بار اعلان عام فرمایا بلکہ ایک مقام پر حکم بھی فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی دعا کرتے ہوئے بطور خاص جس صفت کے متعلق اپنی خواہش و تمنا کا اظہار کرتے ہوئے اس کا تذکرہ فرمایا۔ آپ اپنے صحابہ کو اس صفت سے بھی (معاذ اللہ) متصف، مشرف اور مزین نہ فرما سکے بلکہ ذرا اور باریک نگاہ سے دیکھیں تو معاملہ اس سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں بار بار آپ کی شان مُزَکِّی۔ کا اعلان و اظہار فرما رہا ہے اگر معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو پاک نہ مانا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ دعویٰ غلط ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بڑے طمطراق اور شد و مد سے اس بات کا اعلان کیا تھا کہ میرا محبوب جب دنیا میں ظہور فرمائے گا تو وہ اپنے صحابہ کو پاک کرے گا۔ کسی مقام پر فرمایا۔ میرا محبوب انہیں اور تمہیں پاک فرما رہا ہے۔ لیکن اگر درحقیقت آپ اپنے صحابہ کو پاک کرنے میں ناکام رہے تو کیا معاذ اللہ حضور کے صحابہ کو۔ کافر۔ منافق۔ فاسق و فاجر۔

غاصب وغیرہ سمجھنے سے اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کا بھی انکار لازم آئے گا۔
کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جو کام میں اپنے رسول کے ذمہ لگا رہا ہوں وہ ان سے سرانجام نہ ہو سکے گا اور اگر معاذ اللہ۔ اللہ کا رسول اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے وعدہ پر پورا نہیں اتر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ ہی کچھ امداد فرما دیتا تاکہ اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا اعلان اور وعدہ صحیح ثابت ہو جاتا۔ معاذ اللہ۔ نبی تو رہا ایک طرف اس طرح تو اللہ تعالیٰ کی قدرت وعلم کا بھی انکار ہو گیا۔

استغفر اللہ ربی واتوب الیہ

کچھ سمجھا آپ نے کہ حضور کے کسی بھی صحابی کے متعلق بدگمانی کرنے سے معاملہ کہاں تک بگڑ جاتا ہے۔ صرف صحابی ہی نہیں بلکہ اللہ کے نبی اللہ کے قرآن اور علم وقدرت خداوندی پر سے بھی ایمان اٹھ جاتا ہے۔ یہ تو تھا منفی پہلو۔ اب ذرا ایمان وایقان کے ساتھ اس کا مثبت پہلو بھی دیکھیں۔ اگر اللہ کا قرآن سچا ہے (جیسا کہ واقعی ہے) اگر اللہ کا وعدہ واعلان سچا ہے (جیسا کہ واقعی ہے) اور اللہ کے محبوب واقعی مزکیؐ کی شان سے متصف ہو کر دنیا میں تشریف لائے اور آپ نے اپنے تمام صحابہ کو (مزکیٰ) (پاک) فرما دیا تھا (جو کہ ایک ناقابل تسخیر حقیقت ہے) تو پھر ان چند آیات بالا کی روشنی میں ذرا دیکھیں تو سہی کہ حضور کے صحابہ کون کون سی خوبیوں سے متصف تھے۔ مذکورہ بالا بیس۲۰ محولہ آیات کو بغور پڑھیں اور ایک ہی لفظ جو کہ مختلف مقامات پر بار بار مختلف شکلوں میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔ اس کے مختلف مقامات پر متعدد قرآنی معانی پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ (بشمول اہلبیت کرام کے۔ کیونکہ اہل بیت اطہار بھی رشتۂ ایمانی کی نسبت سے حضور کے امتی، مومنِ کامل اور آپ کے صحابی ہیں) کو اللہ تعالیٰ

کی طرف سے انہیں۔

نمبر (۱) حسن عمل کی توفیق عطا ہوئی تھی۔ اور وہ برائیوں اور بے حیائیوں سے بچنے والے تھے اور اگر خدانخواستہ کسی سے کوئی غلطی ہو بھی گئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل وکرم سے غلطی پر قائم نہیں رہنے دیا بلکہ فوراً توبہ کی توفیق عطا فرمادی اور ان کی توبہ قبول بھی فرمالی۔ اور انہیں معاف فرما دیا۔ اور ان کی مغفرت بھی فرمادی۔

نمبر (2) تادم واپسیں کسی بھی صحابی کا کسی بھی گناہ پر قائم رہنا کہیں سے بھی صحیح طور پر ثابت نہیں ہوسکتا۔

نمبر (3) تمام صحابہ کرام بڑے حیا والے، نگاہوں کو نیچی رکھنے والے اور بدکاری سے بچنے والے تھے۔

نمبر (4) اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہوچکا ہے۔ اور آپ کے ظہور کے بعد کوئی ظلی یا بروزی یا تشریعی نبی بھی اب نہیں آسکتا اور اگر اس کے امکان کا کوئی قائل و فاعل ہو تو وہ دجال ہے کذاب ہے مفتری ہے مرتد و کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ البتہ نبوت کی صفات حمیدہ میں سے "تزکیہ نفس" کی صفت مقدسہ کا حظ وافر۔ درجہ بدرجہ۔ ہر ایک کی شان کے مطابق۔ حضور کے تمام صحابہ کو اللہ کے فضل اور حضور کی رحمت کا صدقہ عطا کیا گیا تھا۔

نمبر (5) حضور صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے تمام صحابہ بفضلہ دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہیں۔

نمبر (6) حضور کے تمام صحابہ کفر و شرک کی گندگی اور معصیت و نافرمانی کی نجاست سے خدا کے فضل سے محفوظ تھے۔

نمبر (7) حضور کے تمام صحابہ پکے اور سچے مومن تھے خود نیکی کرنے والے

نیکی کی تصدیق وتائید اور نصرت واعانت کرنے والے تھے اور کسی نیکی کے کام میں رکاوٹ نہ بنے۔

نمبر(8) اللہ اور اللہ کے رسول کے تمام احکام کو بسر وچشم تسلیم کرنیوالے تھے۔

نمبر(9) کسی بھی حرام کام یا حرام چیز بلکہ جس چیز میں شبہ بھی ہو اس کے بھی نزدیک کبھی نہیں پھٹکتے تھے۔

نمبر(10) اللہ اور اللہ کے رسول کی خلوص کے ساتھ تابع فرمانی کرنے والے تھے لیکن نہ کبھی اپنی عبادت پر ناز اور فخر کیا کہ خود نمائی اور خود ستائی بنے اور نہ ہی کبھی تفاخر وتعلی کا اظہار فرمایا۔ (اہل علم حضرات تفاخر اور تحدیثِ نعمت کے فرق کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔)

نمبر(11) اللہ اور اس کے رسول کے احکام وفرامین اور احکام ومسائل شرعیہ کو کبھی بھی نہ چھپایا اگرچہ اس کے بدلے انہیں دنیا کا کتنا بھی نقصان اٹھانا پڑا ہو۔

نمبر(12) کسی بھی صحابی نے کبھی بھی جھوٹی قسم نہیں اٹھائی۔

نمبر(13) تمام صحابہ کرام یقیناً جنتی ہیں اور جنت میں درجہ بدرجہ اعلیٰ مرتبوں پر فائز ہوں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی ایسی رضا حاصل ہوگی کہ جنت میں بھی انہیں ان کی پسند کے مطابق مرتبے دیئے جائیں گے اور خدا کی بارگاہ سے انہیں ہر وہ چیز عطا کی جائے گی جس کی وہ خواہش کریں گے اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

نمبر(14) اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرمائے گا۔ اور ان سے اپنے لطف وکرم سے کلام بھی فرمائے گا۔

نمبر(15) تمام صحابہ کرام ایسے افعال وکردار کے حامل تھے کہ ان سے کبھی بھی کوئی ایسا کام سرزد نہ ہوا جس کا انجام خدا کی ناراضگی ہو اور وہ ہر وقت ایسے کاموں میں کوشاں رہتے تھے جن سے دنیا میں بھی اللہ کی رضا حاصل رہے

اور آخرت میں بھی وہ اجر و ثواب کے مستحق ہوں اور وہ جنت میں اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے۔

اگر کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ صحابہ کرام کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہوئے بلکہ جنگیں تک بھی ہوئی ہیں پھر ان میں سے حق پر کون تھا اور مدمقابل کے متعلق کیا شرعی حکم ہوگا۔ تو گذارش ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان جو بھی اختلاف پیدا ہوئے وہ اصول دین کے متعلق نہیں تھے اور نہ ہی ان کی جنگیں اسلام اور کفر کی جنگیں تھیں۔ بلکہ ان کے اختلافات اجتہادی غلطیوں یا بعض غلط فہمیوں پر مبنی تھے جس کا ایمان اور اسلام پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی اللہ کے پیغمبر حضرت ہارون علیہ السلام سے غلط فہمی کی بنا پر جھگڑا کیا۔ تورات کی تختیاں زمین پر پھینک دیں اور ایک ہاتھ سے حضرت ہارون کے سر کے بال پکڑ لئے اور دوسرے ہاتھ سے آپکی داڑھی پکڑ لی اور کھینچی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا۔ یَابْنَ اُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي (طٰہٰ ۹۴، اعراف ۱۵۰) اے میرے ماں جائے میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ کھینچ۔ لیکن اس مقام پر حضرت موسیٰ کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ آپ اس غلط فہمی میں حضرت ہارون سے دست و گریباں ہوئے تھے کہ شاید حضرت ہارون نے قوم کو بچھڑے کی پوجا کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا۔ حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام اس سے بری الذمہ تھے۔ اسی طرح اگر کسی صحابی کو کسی صحابی کے بارے میں کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی اور وہ ان سے جھگڑا۔ لیکن درحقیقت وہ صحابی اس الزام سے بری الذمہ تھے تو دونوں گروہ خدا کی بارگاہ میں گناہ گار نہیں ہوں گے۔

سورۂ حجرات ۹ میں ارشاد خداوندی ہے۔ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى

تَفِيْئَ اِلٰى اَمْرِاللّٰهِ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ - اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ "اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کر دو اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ مسلمان مسلمان کے بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحم ہو۔" (حجرات ۹، ۱۰)

اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے ایک دوسرے سے متعلق دنیا والی ناراضگی دور فرما دے گا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (اعراف ۴۳) وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ - (حجر ۴۷) یعنی اور ہم نے ان کے سینوں سے ایک دوسرے کے متعلق ناراضگیاں دور فرما دیں وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر جنت میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ چونکہ ان کا آپس میں اسلام اور ایمان کا کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صحابہ کے مابین اس اختلاف اور پھر صلح کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (بخاری ص ۳۷۵، ۵۳۰، ۱۰۵۳) یعنی میرا یہ نواسہ (حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ) سردار ہے۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کروائے گا۔ اور یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مقابل دوسرا گروہ۔ جن سے آپ نے صلح فرمائی تھی اور ان کے ہاتھ پر بیعت بھی فرمائی تھی اور جن کو آپ نے اپنی خلافت بھی تفویض فرما دی تھی وہ جناب سیدنا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی ذات تھی۔ اب جناب مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں گروہوں کو اہل اسلام فرما رہے ہیں تو پھر ان میں سے کسی بھی ایک گروہ کے متعلق ان کے اسلام اور ایمان میں شک کرنے والے نے حضور علیہ السلام کے فیصلہ کو قبول نہیں کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قبول نہ کرنے والے کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (نساء۔ ۶۵) یعنی اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم آپ کے رب کی قسم جو شخص آپ کے فیصلے کو قبول نہیں کرتا وہ ایماندار نہیں ہے۔ ایک مقام پر فرمایا۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۔ (احزاب۔ ۳۶) یعنی جب اللہ اور اللہ کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرمادیں تو پھر ایمان والے کے لئے کچھ پس و پیش کا اختیار ہی باقی نہیں رہتا۔ اور جس نے پھر اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو نہ مانا تو بے شک وہ کھلی گمراہی میں پڑا۔“

نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں حکم بھی تو یہی ملا ہوا ہے۔ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ ۔ (نساء۔ ۵۹) ”کہ اگر کسی بھی مسئلہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کا حل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل کیا کرو۔“ بلکہ ان جنگوں کے بعد حضرت علی نے خود یہ خط لکھ کر اپنے گورنروں کے پاس بھیجا تھا۔ والظاهر ان ربنا واحد ونبينا واحد ودعوتنا في الاسلام واحدة ولا نستزيدهم في الايمان بالله والتصديق برسوله ولا يستزيدوننا الامر واحد الا ما

ختلفنا فیہ من دم عثمان ونحن منہ براء ۔(نہج البلاغہ مطبوعہ مصر صہ۵۰۲ خطبہ ۵۸) " یہ ایک حقیقت ہے ہمارا اور امیر معاویہ کا خدا ایک ہے ہم ایک ہی نبی کے ماننے والے ہیں اور ہماری دعوت اسلام بھی ایک ہی ہے ۔ نہ ہم کو ان پر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں کچھ فوقیت ہے نہ ان کو ہم پر۔ ہمارا تمام معاملہ ایک جیسا ہی ہے مگر ہم میں حضرت عثمان کی شہادت کے متعلق اختلاف ہوگیا اور خدا گواہ ہے میں اس معاملہ میں بالکل بریُ الذمہ ہوں"۔

ایک مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے دشمنوں کو صاف صاف کافر فرمادیا۔ ارشاد ہوتا ہے ۔ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ (فتح ۲۹) یعنی اسلام کی ترقی اور صحابۂ کرام کی زیادتی دیکھ کر کافروں کے دل غیظ و غضب سے جل بھن جاتے ہیں ۔ لہٰذا

ہمارے لئے نجات کا راستہ یہی ہے کہ جب ہم اپنے ماں باپ کی کسی غلطی کی تشہیر و تجسیس مناسب خیال نہیں کرتے تو جو ہستیاں ہمارے ماں باپ سے ہزار گنا افضل و اعلیٰ اور بلند و بالا ہیں ان کی ذوات مقدسہ کو بھی اپنا نشانہ بحث نہ بنائیں ۔ لہٰذا جب کسی ہستی کا صحابی ہونا ثابت ہو جائے تو بس پھر خاموش ہو جاؤ ۔ آگے وہ جانیں اور خدا جانے ۔

بعض بازی گر ۔ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۔ اور أَصْحَابُ النَّارِ سے دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ جی خود قرآن فرماتا ہے کہ کچھ صحابی جنتی ہیں اور کچھ دوزخی ہیں تو جناب گذارش یہ ہے کہ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ سے مراد حضرت آدم سے لیکر تا قیام قیامت کے تمام جنتی لوگ ہیں اور أَصْحَابُ النَّارِ سے مراد حضرت آدم کے زمانے سے لیکر قیامت تک کے تمام دوزخی لوگ مراد ہیں ؟ ہاں ۔ جہاں اصحاب النبی یا اصحاب الرسول وغیرہ لکھا ہو یعنی صاحبیت کی نسبت حضور کی

ذات کی طرف ہو وہاں حضور کے صحابہ ہی مراد ہوں گے۔ اور ان آیات میں ایسا کوئی بھی لفظ موجود نہیں جس سے اس بات کا شبہ بھی کیا جا سکے۔ اور اگر جہاں بھی اصحاب کا لفظ آجائے تو اس سے حضور کے صحابہ ہی مراد لینے ہوں تو پھر ان الفاظ قرآنی کا کیا مطلب ہوگا۔ مثلاً۔ اَصْحٰبَ السَّبْتِ۔ ہفتہ والے (نساء ۴۷) قابیل کو مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ کہا گیا (مائدہ ۲۹) اصحاب۔ بمعنی دوست اور ساتھی (انعام ۷۱) وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ النَّارِ (اعراف ۴۴) یعنی جنتی لوگ دوزخیوں کو آواز دیں گے۔ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ (حج ۴۴، توبہ ۷۰) یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم۔ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ۔ (ق ۱۴، ص ۱۳، شعراء ۱۷۶، حجر ۷۸) یعنی جھاڑی والے۔ مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم۔ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ (حجر ۸۰) یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم یعنی قوم ثمود۔ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ (کہف ۹) غار والے۔ یعنی اصحاب کہف۔ اَصْحٰبَ الرَّسِّ (فرقان ۳۹) کنویں والے۔ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم۔ اَصْحٰبِ مُوْسٰى (شعراء ۶۱) یعنی قوم موسٰی۔ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ (عنکبوت ۱۵) یعنی حضرت نوح پر ایمان لانے والے ۸۰ مرد وزن۔ اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ (یٰسٓ ۱۳) بستی والے۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے امتی۔ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (واقعہ ۸) یعنی جن کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ داہنی طرف والے۔ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (واقعہ ۹) بائیں طرف والے۔ یعنی جن کے نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دئے جائیں گے۔ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (ممتحنہ ۱۳) یعنی قبروں والے۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (قلم ۱۷) یعنی باغ والے۔ اَصْحٰبِ الْفِيْلِ (فیل ۱) ہاتھی والے یعنی ابرہہ اور اس کا تمام لشکر وغیرہ۔ اب بتاؤ کہ جہاں بھی اصحاب

کا لفظ آجائے اس سے حضور کے صحابہ ہی مراد ہوتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں یہ ایک جاہلانہ چال ہے۔ لفظ اصحاب جس بھی چیز کی طرف مضاف ہوگا اسی کے مطابق اس کا ترجمہ کیا جائے گا۔ ہاں جہاں اصحاب النبی یا اصحاب الرسول وغیرہ الفاظ ہوں تو صرف وہاں حضور کے صحابہ مراد ہوں گے۔ اور مذکورہ بالا آیات میں ایسے کوئی الفاظ موجود نہیں لہٰذا یہاں کسی بھی طرح اور کسی بھی صورت میں حضور کے صحابہ مراد نہیں لئے جا سکتے۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

نیز فرمان الٰہی۔ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (توبہ۔۲۳) یعنی اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو پھر تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا تو یہی لوگ ظالم ہوں گے۔ سے استنباط کیا جا سکتا ہے کہ جو کافروں اور منافقوں سے دوستی رکھے اللہ کے نزدیک وہ ظالم ہے۔ میں **دعوت فکر** دیتا ہوں ان بھٹکے ہوئے دوستوں کو جو معاذ اللہ صحابہ کرام یا ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی کسی بھی طرح شبہ رکھتے ہوں کہ اگر خدانخواستہ وہ ایسے ہی تھے جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا جناب علی المرتضٰے نے ان کو تمام زندگی کیوں گلے لگائے رکھا۔ ان کو اپنی بارگاہ سے نکال کیوں نہیں دیا تھا۔ حالانکہ فرمان الٰہی وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ (محمد۔۳۰) یعنی۔ اور اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم آپ ضرور انہیں (منافقوں کو) ان کے بات کرنے کے طریقے ہی سے پہچان لوگے۔ کے تحت مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ حضور نے روز جمعہ ایک ایک کا نام لیکر فرمایا۔ اُخْرُجْ يَا فُلَانُ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ۔ یعنی اے فلاں اٹھ کر میری مسجد سے باہر نکل جا کیونکہ تو منافق ہے (خطبات محمدیہ اہلحدیث و فوائد سلفیہ وغیرہ) اس طرح اس دن آپ نے تقریباً ساڑھے تین سو

منافقوں کو اپنی مسجد شریف سے نکال دیا تھا۔ تو پھر آپ نے (معاذاللہ) آخری دم تک باقی کئی منافقوں کو کیوں اپنا مقرب بنائے رکھا۔ کیا آپ کے ایسا کرنے سے آپ پر آیت بالا کے تحت کوئی الزام تو نہیں آتا؟ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاف حکم مل چکا تھا۔ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ (تحریم ع۹، توبہ ع۲۷) یعنی "اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد فرمائیں اور ان پر سختی فرمائیں"۔ لیکن کیا آپ نے کسی بھی اپنے صحابی سے یا حضرت علی نے ان حضرات سے کبھی بھی ایسا رویہ اختیار فرمایا؟ اگر تو فرمایا تھا تو ثبوت درکار ہے اور اگر آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا تو آخر کیوں؟ کیا اس طرح آپ پر حکم خداوندی کا انکار لازم نہیں آئے گا؟ جلدی نہ کریں۔ ایمان کا معاملہ ہے ذرا سوچ کر اور تعصب وہٹ دھرمی کی عینک اتار کر جواب دیں۔ انشاءاللہ آپ پر حق واضح ہو جائے گا۔

اسی طرح فرمان خداوندی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً (توبہ ع۱۲۳) یعنی "اے ایمان والو لڑو تم ان سے جو تمہارے قریب کافر ہیں اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں"۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایمان والوں میں داخل ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں اور جیسا کہ واقعی ہیں تو پھر کیا حضور نے یا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے بارے میں کوئی ایسی کاروائی فرمائی تھی۔ جن کے متعلق آپ لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں؟ اور اگر نہیں فرمائی تو کیا آپ نے حکم خداوندی کا خلاف تو نہیں کیا؟ نیز ارشاد خداوندی ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ ---- اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا۔ (مجادلہ ع۱۴) یعنی جو لوگ ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں گے (یاد رہے کہ رشتے لینے اور دینے

بھی "تو لوا" کے تحت آتے ہیں) جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے
ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ذرا اس آیت کو بھی بار بار اور
بغور پڑھیں اور اپنے ایمان کا فیصلہ فرمائیں نیز یہ آیت بھی تلاوت فرما لیں۔
لَا تَجِدُ قَوْمًا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَادَّ
اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ۔ (مجادلہ۔۲۲) یعنی اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والی
قوم کو تم اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے کبھی بھی دوستی رکھتے نہ دیکھو
گے"۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ
بِھَا وَیُسْتَھْزَءُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ ...... اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ
(نساء۔۱۴۰) یعنی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار اور مذاق کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے
والا بھی خدا کے نزدیک انہی جیسا ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر اس کے ساتھ مزید
یہ بھی فرمایا۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ٥ (انعام۔۶۸)
یعنی پتہ چل جانے کے بعد ظالموں کے پاس بھی نہ بیٹھا کرو۔ آگے فرمایا۔ وَذَرِ
الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَعِبًا وَّلَھْوًا ..... الخ (انعام۔۷۰) اور چھوڑ
دے ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور ہنسی بنا رکھا ہے۔ ایک مقام
پر بعض لوگوں کی کافروں سے دوستی بیان فرمانے کے بعد فرمایا۔ وَلَوْ کَانُوْا یُؤْ
مِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَا اتَّخَذُوْھُمْ اَوْلِیَآءَ۔
(مائدہ۔۸۱) یعنی اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی کتاب پر سچے
دل سے ایمان لانے والے ہوتے تو کبھی بھی ان کافروں (مشرکوں اور منافقوں) کو
اپنا دوست نہ بناتے۔ ایک مقام پر یہ اشارہ بھی ملتا ہے۔ وَمَنْ یَّتَوَ
لَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ۔ (مائدہ۔۵۱) یعنی جو جس سے دوستی
رکھے گا خدا کی بارگاہ میں وہ اسی جیسا سمجھا جائے گا۔ ایک مقام پر حکم ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ۔

(ممتحنہ ۱۳) یعنی اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو کبھی دوست نہ بناؤ۔ ایک مقام پر فرمایا۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ (ممتحنہ ۱۳) یعنی اے ایمان والو جن پر اللہ کا غضب ہے ان سے دوستی نہ کرو۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ اگر بدعقیدہ اور منافق لوگ مسجد بھی تعمیر کریں تو۔ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (توبہ ۱۰۸) اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم آپ ان کی مسجد میں تشریف نہ لے جائیں۔ ان چند مندرجہ بالا آیات کو پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ جن خوش بختوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام زندگی ساتھ لئے پھرے ان کے فضائل بیان فرماتے رہے ان سے رشتے لیتے رہے اور ان کو رشتے دیتے رہے ان سے رشتۂ زوجیت استوار فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ بعض کو تو دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد عالم برزخ میں بھی اپنے قدموں سے دور نہیں ہونے دیا۔ ان کی بڑی بڑی مثلاً کتابت وحی تک کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔ ان کے لئے دعائیں فرماتے رہے۔ کیا معاذ اللہ ان کے ایمان و ایقان میں کچھ نقص تھا اور اگر معاذ اللہ کچھ ایسی بات تھی تو پھر مندرجہ بالا چند آیاتِ مقدسہ کو سامنے رکھ کر اپنے ایمان کا فیصلہ کریں اور حضور کے بارہ میں اپنے مزعومہ عقائد کے مطابق ذرا تصور تو کریں۔ استغفر اللہ۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر صحابہ کرام کی شان بڑے واضح انداز میں بیان فرما دی ہے۔ فرمایا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۔ (فتح ۔ ۲۹) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں ۔ اور آپ کے صحابہ کرام کافروں پر بڑے سخت ہیں ۔ ایمان والوں کے ساتھ مہربانی کرنے والے ہیں ۔ تو دیکھے گا کہ حضور کے تمام صحابہ رکوع اور سجدے کرنے والے (نماز قائم رکھنے والے ہیں) وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا کے طالب ہیں اور ان کا خاص نشان خدا کے حضور بہت زیادہ سجدے کرنے کی وجہ سے ان کے چہرے کا نور ہوگا ۔ (جو اس دنیا میں بھی ظاہر ہوگا اور قیامت کو بھی ان کے چہرے اور بالخصوص سجدوں کے نشان چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ تاباں ہوں گے) اور صحابہ کرام کی ان صفات حمیدہ کا ذکر تورات اور انجیل میں بھی موجود ہے ۔ (اور مثال دین اسلام میں صحابہ کرام کی روز بروز کی ترقی کی ایسی ہے) جیسے ایک کھیتی ہو (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ) اس نے اپنا ایک پٹھا (کونپل ۔ سوئی ۔ گلہ) نکالا (پہلے ایک شخص ایمان لایا) پھر اس نے طاقت دی اس کو پھر وہ موٹی ہوگئی ۔ پھر وہ مضبوطی کے ساتھ اپنی جڑ پر سیدھی کھڑی ہوگئی (پھر دو ہوگئے پھر تین حتیٰ کہ بالآخر تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار کا جم غفیر بن گیا اور شرق و غرب میں اللہ کا دین غالب ہوگیا ۔ فللہ الحمد) بہت پیاری لگتی ہے کسانوں کو (اسلام کی کھیتی کا مالک اللہ تعالیٰ ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ پیارے محبوب کے ان سچے خادموں اور عاشقوں کی مقدس جماعت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے) اور کافران صحابہ کی اس پاکباز جماعت کو دیکھ کر جل بھن جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ

نے ان ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں (صحابہ کرام) سے بخشش اور بہت بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمالیا ہے۔

اس آیۃ جلیلہ کو بغور پڑھ لینے، سمجھ لینے اور اس پر یقین کر لینے کے بعد ماننے والے کے لئے صحابہ کرام کی عزت وعظمت، ان کی طہارت و نزہت اور ان کی نجات ومغفرت کے متعلق اغلباً کسی اور حوالے یا ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اپنی بارگاہ میں اپنے صحابہ کرام کو حاضری اور صحبت کا شرف بخشتے تھے تو یہ محض ایک اتفاق یا رواداری کے تحت نہیں تھا بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم بھی شامل تھا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ (انعام ۵۲) یعنی اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم آپ ان پاکباز صحابہ کرام کو (کافروں کے تالیف قلوب کی غرض سے) اپنی بارگاہ سے دور نہ فرمائیں۔ وہ تو صبح وشام محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے ہیں"۔ اور تقریباً اللہ کے ہر پیغمبر کو یہی حکم تھا کہ اپنے صحابہ کو اپنے حضور سے جدا نہ کیا کرو۔ اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اس بات کا اظہار فرماتے ہوئے کافروں کو یہ جواب دیا تھا۔ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (شعراء ۱۱۴) یعنی اے کافرو میں تمہاری خوشی کی خاطر اپنے ان ایمان کے پتلے صحابہ کو اپنی بارگاہ سے دور نہیں کروں گا۔

ایک مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ (کہف ۲۸) یعنی اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم آپ ان خلوص و وفا کے پیکر صحابہ کرام کے

پاس جلوہ افروز ہوا کریں۔ وہ تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہوئے صبح وشام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ حضور کی بارگاہ کے فیض یافتہ صحابہ کرام تو ایسے شرف ومقام کے مالک ہیں اور "یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ" کا مکمل واکمل طور پر مصداق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے فرشتے ہر ہر وقت ان پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا ۝ (احزاب ۴۳-۴۴) اللہ تعالیٰ وہ رحیم وکریم ذات ہے جو اے محبوب کے صحابہ تم پر ہر وقت اپنی رحمت ہی برساتی رہتی ہے اور اللہ کے فرشتے بھی تمہارے لئے دعائے رحمت فرماتے رہتے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں کفر وشرک اور معصیت وعدوان کے اندھیروں سے نکال کر نور اسلام اور نور ایمان سے منور رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بڑا مہربان ہے۔ ملاقات کے دن ان کا تحفہ۔ سلام ہوگا۔ (نزع کے وقت، قبر میں، حشر میں، اور جنت میں اللہ کے فرشتے ان کے پاس حاضری کے وقت انہیں اللہ کا سلام پہنچائیں گے) اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بڑا عزت والا ثواب تیار کر رکھا ہے"۔ ایک مقام پر صحابہ کرام کو خَیْرُ الْاُمَم فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (آل عمران ۱۱۰) یعنی تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں"۔ (کنز الایمان ص۹۴) نیز سورہ نمل کی آیت ۵۹ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی کے متعلق جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔ (نور العرفان ص۶۰۲)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے پیارے محبوب کے صحابہ کرام کو (بعد از انبیاء اپنے زمانے کی) بہترین مخلوق فرما دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ہ جَزَاءُ ھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ ہ (بلینہ ۸،۷) یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ بہترین مخلوق ہیں (کیونکہ اس سے قبل مشرکین اور اہل کتاب کے ایمان نہ لانے کا بیان ہے لہٰذا ان کے مقابل جن ایمان والوں کا ذکر ہو رہا ہے وہ یقیناً اسی زمانے کے ایمان والے یعنی حضور کے صحابہ کرام ہی ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس "جنت عدن" (جنت کا ایک اعلیٰ درجہ) ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ (کی عنایات و عطا پر) راضی ہیں۔ یہ اس کے لئے ہے جو ڈرتا ہے اپنے رب سے"۔ ایک مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔ یَوْمَ لَا یُخْزِ اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (تحریم ۸) یعنی اللہ تعالیٰ روز محشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے (صحابہ کرام کو رسوا نہیں فرمائے گا۔ روز محشر ان کا نور ان کے آگے (اور پیچھے) ان کے دائیں (اور بائیں ہر طرف) ضو فشاں ہو گا۔ اور وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب کریم ہمارا نور اور زیادہ فرما اور ہماری مغفرت فرما۔ اے قادر کریم بے شک تو ہر بات اور ہر شے پر قادر ہے"۔

ایک مقام پر فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْ

نَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ۔ (حدید ۱۹) یعنی اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے (صحابہ کرام یہی در حقیقت سچے ہیں اور اپنے رب کے بارہ میں سچی گواہی دینے والے ہیں۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا ثواب ہے اور انہیں اس ثواب کے بدلے میں اللہ کی بارگاہ سے نور عطا کیا جائے گا۔

(آج کل کے بعض جاہل اور ملحد قسم کے نعت گو شاعر خود بھی اللہ کے خوف سے بے خوف ہوتے ہیں۔ اور اپنے ملحدانہ کلام کے ذریعہ لوگوں کو بھی اللہ کے عذاب، عذاب قبر، حشر و نشر اور پلصراط و میزان اور دوزخ سے محض کسی کا نام لینے پر اور شریعت کی اطاعت کے بغیر بلکہ انکار پر بھی۔ مکمل طور پر بے خوف کرنے کا نظریہ دیتے ہیں اور لوگ اس خوشی میں کہ انہوں نے شریعت سے ہماری جان چھڑا دی اور محض کسی کا نام لینے پر ہمیں آخرت کے فکر سے آزاد کر دیا ہے ان پر نوٹوں کی بارش کر دیتے ہیں۔ انشاء اللہ کل قیامت کو ان کے یہ نوٹ ان کے لئے بچھو اور سانپ بن جائیں گے۔ اور بعض اس سے بھی چند قدم آگے بڑھتے ہیں اور جنت سے بھی بیزاری کا اظہار کر دیتے ہیں بلکہ جنت کا انکار کر دیتے ہیں۔ خدارا ان دولت کے پجاریوں ایمان کے ڈاکوؤں اور ان کے الحاد و زندقہ والے عقائد سے بچنے کی کوشش کیا کریں۔ اور ان کے دام فریب میں آ کر اپنا ایمان برباد نہ کریں۔ اللہ کا قرآن تو یہی بتاتا ہے کہ جو اللہ کے عذاب سے بے خوف ہوا وہ سیدھا دوزخ میں گیا۔ نیز ذرا ہوش سے کام لیتے ہوئے جوش سے بچتے ہوئے سوچیں کہ جب جناب سیدنا ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین جو کہ صرف حضور کا ذکر ہی نہیں بلکہ دن رات حضور کا دیدار بھی کرنے والے تھے وہ شریعت سے آزاد اور عذابِ قبر، حشر و نشر اور پلصراط و میزان سے بے خوف نہ ہو سکے

اور انہوں نے کبھی جنت لا پروائی کا ذکر نہ کیا بلکہ دن رات رو رو کر اللہ کے عذاب سے پناہ اور جنت کا سوال کیا کرتے تھے۔ بلکہ تعلیم امت کی خاطر اس طرح کی تمام دعائیں خود حضور کا معمول تھیں تو آج کون ان پاک ہستیوں سے بڑا عاشق رسول پیدا ہو گیا ہے جو عذاب الٰہی سے بے خوف ہو جائے شریعت کو مولویانہ دکھلاوے کی باتیں کہے اور جنت سے بیزاری کا اظہار کرے۔ میں قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں قسم اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ایسا شخص واقعی جنت میں نہیں جا سکتا۔ کیونکہ جنت حضور کی شریعت کی پیروی کرنے والوں کے لئے ہے۔ شریعت محمدیہ سے انحراف اور انکار کرنے والوں کے لئے نہیں۔ اور پھر اِلاّ ماشاءاللہ۔ انہیں حضور سے نہیں بلکہ آپ کے نوٹوں سے محبت ہوتی ہے۔ اور اس کام کو انہوں نے بطور بزنس اپنایا ہوتا ہے۔ حضور کی بارگاہ میں نذرانہ تو کیا پیش کرنا ہوتا ہے اکثر بے چارے یہ بھی نہیں جانتے ہوتے کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ اور اس کا معنیٰ کیا ہے۔ یاد رکھو حضور کی نعت ضرور پڑھو۔ یہ ایک بہترین عبادت ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ آپ کی نعت وہ پڑھے جو کہ آپ کی شریعت پر بھی عمل کرنے والا ہو۔ اس میں کوئی کلام خلاف شریعت نہ ہو۔ کسی فلمی گانے یا مرثیے کی طرز پر نہ ہو۔ ناز و نخرے اور شوخیاں کر کر کے نعت نہ پڑھی جائے بلکہ انتہائی ادب واحترام سے بلکہ شیخ محقق محدث عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ تو فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو حضور کی بارگاہ میں حاضر تصور کرے۔ مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ نعت شریف لوگوں کی بارگاہ میں نوٹ حاصل کرنے کے لئے نہیں پڑھنی چاہیئے۔ بلکہ حضور کی بارگاہ میں آپ کی رحمت اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے پڑھنی چاہیئے۔ نہ پہلے پیشگیاں (سائیاں) لی جائیں اور نہ جا کر کوئی مطالبہ کیا جائے (یہ مسئلہ سب کے لئے ہے چاہے کوئی مولوی ہو یا حافظ وقاری

ہو) ہاں اپنے شوق اور محبت سے وہ لوگ واپسی پر کچھ خدمت کریں تو اللہ کا فضل سمجھ کر قبول کرنا چاہیئے اپنے نفس کو بڑا اور متصوف بنانے کے لئے غرور و تکبر سے خدمت کے قبول کرنے سے انکار بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ اس سے بڑا گناہ اور ذریعۂ فساد ہے۔ اگر کوئی کچھ بھی خدمت ظاہری نہ کرے تو دل میں کوئی ملال نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ تم نے ان کا کوئی کام نہیں کیا اللہ اور اللہ کے رسول کا ذکر کیا ہے وہ ہی تمہیں اس کا اجر دے گا۔ ہاں البتہ جو شخص مستقل طور پر کہیں ڈیوٹی دیتا ہے اس کے تمام جائز ضروریات کو پورا کرنا ان لوگوں کا حق ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنی گھریلو ضروریات کے مطابق ان سے کچھ وظیفہ مقرر بھی کرے تو بھی جائز ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عثمان ذوالنورین، جناب سیدنا علی المرتضےٰ، جناب سیدنا امام حسن اور جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کے گھروں کے تمام اخراجات پورے کرنے کے لئے مسلمانوں کے اجتماعی فنڈ یعنی بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر تھے۔ اور سب حضرات وصول فرماتے تھے۔ اگر کوئی جاہل۔ علماء کے ان وظائف کو غلط ناجائز اور حرام سمجھتا ہے اور کہتا ہے تو اسے ان ذوات مقدسہ کے متعلق بھی سوچنا پڑے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کا سچا اور پکا غلام بے دام بنائے۔ آمین۔ اللھم یا ربنا آمین بجاہ سید المرسلین۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

وما علینا الا البلاغ المبین ؁

قارئین کرام اس مختصر سے مضمون میں آپ نے ایک سو اکیس (۱۲۱) آیات قرآنیہ کے حوالے اور روشنی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام کی عزت وعظمت، ایمان و ایقان، طہارت و نزہت، عفت و عصمت، حضور کی اطاعت و تابع فرمانی اور ان کا خلوص وللّٰہیت ملاحظہ فرمائی۔ انشاء اللہ العزیز

آپ پر حق بالکل واضح ہو چکا ہوگا۔ اور آپ اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ حضور کے تمام صحابہ کرام یقینی اور قطعی جنتی ہیں۔ ہمیں یہ اجازت اور منزلت حاصل نہیں کہ ہم ان ذوات مقدسہ کی چھان بین کریں یا ان کی غلطیاں نکالیں یا ان کی کسی بھی خطاءِ اجتہادی کے سبب ان کے متعلق زبان طعن دراز کریں۔ کیونکہ خطائے اجتہادی گناہ نہیں بلکہ اس پر بارگاہ رب کریم سے ایک ثواب عطا ہوتا ہے (بخاری ص وغیرہ) اور اگر خدانخواستہ ان سے کوئی غلطی ہو بھی گئی ہو تو جس ذات کریم کی بارگاہ میں غلطی کی گئی ہے اس نے اسی وقت ہی ان کے متعلق اپنی معافی، بخشش اور فضل و کرم کا اپنے پاک قرآن میں اعلان فرمادیا۔ تو جس کی غلطی خدا معاف فرمادے کسی ایمان والے کو اس پر ناراض رہنے کا کیا حق ہے۔ یعنی اس کو اللہ نے تو معاف فرما دیا ہے لیکن یہ اب بھی اسے معاف کرنے کو (اس کو برے الفاظ سے یاد کرنا) تیار نہیں۔ اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اسے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی منظور نہیں ہے تو جو خدا سے ٹاکرہ لگا کر بیٹھا ہو وہ حضور کے کسی صحابی کی شان کا انکار کر دے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ نیز جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کسی پر تا حیات ظاہری راضی اور خوش رہیں ان کو طرح طرح کے التفات و کرامات سے نوازیں ان کے لئے دعائیں فرمائیں ان پر کرم پر کرم فرماتے ہی جائیں، شرف پر شرف بخشتے ہی جائیں تو کسی ایمان والے کو یہ کب زیب دیتا ہے کہ وہ کسی بھی مقبول بارگاہِ مصطفوی سے ناراض رہے یا ان کی عزت و تعظیم و تکریم و تحسین نہ کرے۔ اور اگر فرض محال کوئی ناراض رہا ہی کرے تو اس سے ان ذوات مقدسہ کی شان میں تو کچھ فرق نہیں آئے گا البتہ اللہ اور اللہ کے رسول کا فیصلہ نہ ماننے کی وجہ سے اس کے دونوں جہان برباد ہو جائیں گے اور اگر کوئی شخص اہل بیت اطہار، بالخصوص جناب سیدنا علی المرتضیٰ، سیدتنا فاطمۃ الزہرا، سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ

عنہم اجمعین کی ذوات مقدسہ کا بہانہ بنا کر حضور کے کسی بھی صحابی کی گستاخی کرے تو پہلے اسے بنظرِ انصاف یہ دیکھنا اور سوچنا پڑے گا کہ ان ہی ذوات مقدسہ کا مذکورہ ہستی سے کیا تعلق تھا۔ اس سے کیسے مراسم تھے۔ اس ہستی کے متعلق ان ذوات مقدسہ کے فرامین اور ریمارکس کیا ہیں۔ ان حضرات کا اس شخص سے کیا کیا رشتۂ قرابت ہے۔ اور اگر خدانخواستہ کسی صحابی کا ان ذوات مقدسہ سے کبھی کوئی اختلاف پیدا ہو ہی گیا تو اس اختلاف کی نوعیت کیا تھی۔ اس اختلاف کے متعلق اللہ کا قرآن کیا اشارہ دیتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق کیا فرمان ہے۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس اختلاف کے متعلق کیا وضاحت فرماتے ہیں۔ امامین کریمین جناب سیدنا امام حسن اور جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کا اس صحابی کے ساتھ کیسا تعلق رہا۔ نیز صحابہ کرام تابعین کرام، تبع تابعین عظام، آئمہ کرام، اکابرین اسلام، سلف صالحین، محدثین کرام، مفسرین کرام، مجتہدین اسلام اور آج کے بھی اکثر اہل اسلام حضرات کا ان کے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ اولاً تو جو مسئلہ قرآن پاک سے بالتصریح یعنی عبارت النص سے ثابت ہو جائے وہ کسی اور دلیل کا محتاج ہی نہیں رہتا۔ ثانیاً جب فرامینِ مصطفوی بھی اسی نظریۂ و عقیدہ کی تائید و تبیین فرما رہے ہوں تو وہ مسئلہ اور واضح ہو جاتا ہے۔ پھر تقریباً تمام امت محمدیہ (القلیل کالمعدوم) کا عقیدہ اور ایمان بھی وہی ہو تو مسئلہ اور واضح ہو جاتا ہے کیونکہ ارشاد خداوندی وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ ۔ نساء ۱۱۵) کے مطابق اجماع امت بھی حجت شرعیہ ہے اور تلقی بالقبول نے اس نظریے اور عقیدے کو مزید واضح کر دیا۔ نیز فرمان مصطفوی۔ مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ ۔ یعنی جس بات کو اکثر ایمان والے اچھا سمجھیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک

بھی وہ ہی صحیح اور بہتر ہوتی ہے ۔ اب اگر ایک طرف کائنات کی کسی بھی کتاب میں چاہے وہ کوئی حدیث کی کتاب ہو یا تفسیر کی، تاریخ کی کتاب ہو یا کسی بھی بڑے سے بڑے شخص کے قول میں کوئی ایسی بات پائی جائے جو عبارت النص کے خلاف پڑتی ہو، فرمان نبوی سے ٹکراتی ہو، اجماع امت کے مقابل ہو یا اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ۔ انبیاء کرام کی عظمت و عصمت پر، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی طہارت و نزہت ، اللہ کے قرآن کی حقانیت و جامعیت پر یا دین اسلام کے کسی بھی اس جیسے اصولی مسئلہ پر حرف آتا ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت ، انبیائے کرام کی عظمت و عصمت ، صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کی طہارت و نزہت ، کلام اللہ کی حقانیت اور دین اسلام کی سطوت پر ایمان رکھتے ہوئے ۔ اس روایت ۔ اس حکایت اور اس قول کا غلط ہونا تسلیم کرلیں گے کیونکہ اس روایت و حکایت کا بیان کرنے والا یا اس قول کا قائل جو کوئی بھی ہے اس کی شان ان ہستیوں سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ہم اس کو صحیح کہیں اور ان ذوات مقدسہ کو معاذ اللہ غلط کہہ دیں ۔ ویسے بھی کائنات میں ایسی کتاب جس کا ہر حرف اور ہر ہر بات صحیح ہے وہ صرف اور صرف قرآن مجید فرقان حمید ہے ۔ اس کے علاوہ ہر کتاب کی ہر بات کو پرکھا جائے گا ۔ جو بات قرآن و سنت کی کسوٹی کے مطابق صحیح ہو گی چاہے کسی کتاب میں ہو وہ مانی جائے گی اور جو بات اس کسوٹی کے مطابق غلط ہو گی وہ چاہے کسی کتاب میں بھی ہو رد کر دی جائے گی ۔ کیونکہ قرآن و سنت کے علاوہ ہر چیز پر جرح ہو سکتی ہے ۔ آئمہ اسلام نے جرح و تعدیل کا اصول اسی لئے قائم کیا ہے تاکہ کسی بھی راستے اور کسی بھی نام سے کوئی آدمی کسی بھی ایمان والے کو دھوکا نہ دے سکے اور گمراہ نہ کر سکے ۔

فافهموا يا اولى الالباب والابصار

صحابہؓ کی شان حدیث کی زبان

ارشاد خداوندی ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ (نساء ۵۹) یعنی ہر صاحب ایمان پر یہ لازم ہے کہ جس جس مسئلہ میں وہ تحقیق چاہتا ہو تو پہلے اس مسئلہ کا حل قرآن مجید سے تلاش کرے۔ پھر اللہ کے پیارے رسول جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث مقدسہ سے اس مسئلہ کی وضاحت حاصل کرے۔ الحمد للہ و بمنہ و نستعینہ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام۔ نجوم ہدایت، امت کے لئے میزان، بارگاہ خداوندی سے رضی اللہ عنہم۔ لھم یشاءون عند ربھم۔ نورھم یسعی بین ایدیھم و بایمانھم۔ یصلی علیکم و ملائکتہ۔ خیر البریہ۔ عند ربھم جنات عدن۔ یریدون وجھہ۔ اشداء علی الکفار۔ رحماء بینھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا۔ فصل اسلام مُطَھَّرْ و مُزَکّٰی۔ افضل الامم۔ افضل امت۔ نسبت خدا کی بیعت والے۔ لیدخلنھم مدخلا یرضونہ۔ فائزون۔ یبشر ھم ربھم برحمۃ منہ و رضوان وجنات لھم فیھا نعیم مقیم۔ لاکفرن عنھم سیاٰتھم۔ ولادخلنھم جنات اولئک یرجون رحمۃ اللہ۔ عندہ اجر عظیم۔ ولاجر الاٰخرۃ اکبر۔ عنھا مبعدون۔ لقد تاب اللہ۔ وعد اللہ الحسنی۔

الزمهم كلمة التقوٰى ۔ حبب اليكم الايمان ۔ كره اليكم الكفر والفسوق والعصيان ۔ هم الراشدون ۔ هم المتقون ۔ عفا الله عنهم ۔ امتحن الله قلوبهم للتقوٰى ۔ اور معزز بارگاہ خدا و بارگاہ رسول وغیرہم کی شان والے خوش بختوں کا مرتبہ و مقام آپ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں ۔ اسلام اور قرآن میں کافی ملاحظہ فرما چکے ہیں ۔ اب قانونِ خداوندی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اختصار کے ساتھ چند ایک احادیث مقدسہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شان اور مقام پر روشنی ڈالتے ہیں ۔

نمبر (۱) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۔ (بخاری جلد ا صے وغیرہ) یعنی جناب حضرت انس بن مالک (اور کئی اور صحابہ بھی) بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ اس قادر و قدیر کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے اس وقت تک کوئی بھی ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو ۔ اس کے ماں باپ (اس کی بیوی اور اس کے مال ۔ مسلم) اولاد اور تمام کائنات سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" ۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام نے حضور کی محبت کا حق ادا فرما دیا ۔ اور صرف زبانی دعووں سے نہیں بلکہ اپنے شب و روز کے افعال و کردار سے اپنے تو رہے اپنے غیروں پر بھی (حدیبیہ کے مقام پر دوران مذاکرات) اچھی طرح یہ بات واضح اور ثابت کر دی کہ پوری کائنات میں جیسی صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کر کے دکھائی ہے اس کی مثال نہ تو پہلے ادوار میں کہیں ملتی ہے اور نہ ہی بعد میں قیامت تک کوئی ان ہستیوں سے زیادہ عاشق رسول

ہو سکتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی ان کی عقیدت و محبت کو ایسا شرف قبولیت عطا فرمایا کہ صاف صاف اعلان فرمادیا کہ " جو میرے صحابہ کی محبت والا ہے وہی میری محبت والا ہے اور جس کا میرے صحابہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس کا میرے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں ہے ۔ مثلاً ایک روایت کے الفاظ ہیں ۔ اَللّٰہَ اللّٰہَ فِی اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ آذَاھُمْ فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰہَ وَمَنْ آذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ ، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۶ ، کتاب الشفاء صفحہ ۲۶۶ ، الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۱۰ وغیرہ) لوگو میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ۔ ان کو میرے کائنات سے پردہ فرمانے کے بعد اپنے اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا ۔ پس جس نے میرے صحابہ سے محبت رکھی تو درحقیقت اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ہی ان سے محبت رکھی ۔ اور جس نے میرے صحابہ سے عداوت رکھی تو اس نے درحقیقت مجھ سے عداوت رکھ کر ہی ان سے عداوت رکھی ۔ (کیونکہ اگر وہ سچے دل سے مجھ سے محبت رکھتا ہوتا تو میرے صحابہ سے وہ کیسے عداوت رکھ سکتا تھا) سن لو ۔ جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی (ہاتھ سے یا زبان سے) پس درحقیقت اس نے مجھ کو ہی ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی (نافرمانی کی اور غضب ناک کیا) اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی جلد ہی اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے گا " صحابی کی تعریف امام بخاری ان الفاظ میں فرماتے ہیں ۔ مَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ رَآہُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَھُوَ مِنْ اَصْحَابِہٖ ۔ (مقدمۃ البخاری ۔ بخاری صفحہ ۵۱۵) یعنی جس صاحب

ایمان نے ایک لمحہ کے لئے بھی حضور کی بارگاہ میں صحبت اختیار کی یا آپ کا دیدار کر لیا وہ آپ کا صحابی ہے"۔

اس حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہؓ کے گستاخ، ان سے بغض وعناد رکھنے والے اور ان کو کسی طرح سے ایذا دینے والے کو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والا قرار دیا ہے اور اس کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ہ (احزاب ۵۷) یعنی بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ تعالیٰ نے ان (ذلیلوں) کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ اس آیت اور حدیث کو ملا کر پڑھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کے گستاخ، ان سے بغض وعناد رکھنے والے اور ان کو کسی بھی طرح ایذا دینے والے پر دونوں جہانوں میں اللہ کی لعنت ہے اور وہ پکے جہنمی ہیں۔

ایک مقام پر فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (توبہ ۶۱) یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا دینے والوں کو دردناک عذاب دیا جائے گا"۔ فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔ (ترمذی ۲ ص ۲۲۶، مشکوٰۃ ص ۵۴۴ وغیرہ) یعنی اے لوگو جب تم دیکھو کہ میرے صحابہ کو برا کہا جارہا ہے تو تم بھی کہہ دیا کرو تمہارے اس گندے عقیدے پر (اَیْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ بِنَاءً عَلٰی شَرِّکُمْ) (لمعات شرح مشکوٰۃ) یعنی تمہارے اس برے فعل

کی وجہ سے تم پر اللہ کی لعنت ہو) اللہ کی لعنت ہو۔ ایک حدیث شریف میں ہے۔ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲ ص ۱۷۹) یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے کسی صحابی کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"۔

ایک مقام پر گستاخ صحابہ پر غضب نبوی ان الفاظ پر مبنی ہوا۔ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّھُمْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا (اَیْ فرضًا ولا نفلًا) (تطہیر الجنان ص ۳) ..... فَاِنَّہٗ یَجِیْئُ قَوْمٌ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ یَسُبُّوْنَھُمْ فَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْھِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَھُمْ وَلَا تَنَاکِحُوْھُمْ وَلَا تُجَالِسُوْھُمْ وَاِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْھُمْ (کتاب الشفاء ص ۲۶۶) لوگو میرے صحابہ کو برا مت کہنا۔ اور کیونکہ جس کسی نے میرے صحابہ کو برا بھلا کہا اس پر اللہ تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی صحابی کے کسی بھی گستاخ کی نہ کوئی فرض عبادت قبول فرمائے گا اور نہ کوئی نفل۔ لوگو۔ اخیر زمانہ میں ایک قوم (فرقہ) ایسی ہوگی جو میرے صحابہ کو گالیاں نکالے گی۔ تم ان کا جنازہ نہ پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا اور نہ ان سے نکاح کرنا اور نہ ان کے ساتھ بیٹھنا اور اگر وہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت (بیمار پرسی) بھی نہ کرنا"۔ اس حدیث شریف سے تو یوں معلوم ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کے گستاخ کو اسلام اور ایمان ہی سے محروم قرار دے دیا ہے۔ کیونکہ ایمان والوں کے متعلق تو آپ کا یہ فرمان ہے۔ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ (ستٌّ۔ مسلم) عِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ ..... (بخاری ومسلم۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۵) یعنی ہر مسلمان

کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ ۱۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لئے جائے۔ ۲۔ اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے پر جائے۔ ......الخ۔ لیکن حدیث بالا میں صحابہ کرام کے گستاخوں کی تیمارداری کرنے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے بلکہ ان کے ساتھ مل کر باجماعت نماز ادا کرنے سے بھی منع فرمادیا گیا ہے۔ نیز ان سے نکاح کرنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ بڑے سے بڑا گناہ گار مسلمان اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرنے کی اجازت ہے اور ثواب ہے۔ اسی طرح ہر بڑے سے بڑے گناہ گار کلمہ گو کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا۔ نیز بڑے سے بڑا گناہ گار مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے گستاخوں کے لئے ان تمام باتوں سے منع فرمادیا ہے۔ حتیٰ کہ فرمادیا کہ ان کی کسی طرح کی کوئی بھی عبادت بارگاہ خداوندی میں منظور نہیں ہوگی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار والالباب۔

بعض لوگ جو اپنے بارے میں، اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے بارے میں قطعاً کسی نرمی کے عادی نہیں ہوتے وہ اپنی ایمانی کمزوری کے باعث اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں اکثر خاموشی، نرمی، درگزر اور رواداری کا درس دیا کرتے ہیں اور خود بھی اسی غیر ایمانی طریقے پر کاربند ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی کسی پر لعنت نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کے متعلق بخاری شریف کی ایک حدیث ملاحظہ فرمالیں۔ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (حضور کی بارگاہ کے وہ مقرب صحابی جن کے پاس حضور کی نعلین پاک۔ آپ کا تکیہ اور آپ کا وضو کا برتن رہتا تھا۔ بخاری صد۱۵۳) خصلت۔ وضع اور عادات میں حضور کے بہت مشابہ حضور کے خانہ اقدس میں اتنا زیادہ آنے جانے والے کہ لوگ انہیں اہل بیت کا فرد سمجھتے

تھے۔ (بخاری صہ ۵۳۱) نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فلاں شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ پھر فرمایا۔ مَالِیْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ۔ (بخاری صہ ۸۷۸) مجھے کیا رکاوٹ ہے کہ میں اس شخص پر لعنت نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہو۔ اور یہ بات تو اللہ کے قرآن سے بھی ثابت ہے۔ فرمان خداوندی ہے۔ اے ایمان والو۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیں (کوئی چیز یا کوئی حکم) تو تمہیں چاہیئے کہ تم اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ احادیث بالا۔ اس حدیث اور ایک جلیل القدر صحابی کے استنباطِ قرآنی (دلالۃ النص) کے مطابق یہ بات معلوم ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی صحابی کی گستاخی کرنے والا، انہیں برا بھلا کہنے والا شخص اللہ کی بارگاہ کا مغضوب ومقہور ہے۔ اس کے ایسے گندے اور خلافِ قرآن وسنت عقیدے اور اس کی اس جسارت پر لعنت کرنی چاہیئے بلکہ اس شخص پر بھی اللہ۔ اس کے رسول اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمانِ عالی شان ہے۔ اُوْصِیْکُمْ بِاَصْحَابِ نَبِیِّکُمْ لَا تَسُبُّوْھُمْ۔ (الامالی طوسی ۲ے صہ ۱۳۶ جزء ۱۸) اے لوگو۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے تمام صحابہ کی عزت وتکریم کرتے رہنا اور آپ کے کسی بھی صحابی کو کبھی بھی برا بھلا نہ کہنا"۔ علامہ ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔ مَنْ شَتَمَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَبَابَکْرٍ اَوْ عُمَرَ اَوْ عُثْمَانَ اَوْ عَلِیًّا اَوْ مُعَاوِیَۃَ اَوْ عَمْرَو بْنِ الْعَاصِ فَاِنْ قَالَ کَانُوْا عَلٰی ضَلَالٍ وَکُفْرٍ قُتِلَ وَلَمْ یُؤَوَّلْ لَہٗ ۔۔۔۔ فَاِنَّ فِیْہِ تَکْذِیْبًا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ

صلی اللہ علیہ وسلم وبجمیع الامۃ وھذا مذھب مالک وان شتمھم بما ھو من جنس مشاتمۃ الناس بعضھم لبعض ---- عوقب نکالا شدیدا۔ (نبراس ۔ شرح ۔ شرح عقائد ص ۵۵۰، کتاب الشفا ص ، نسیم الریاض ج ۴ ص ۵۶۵) یعنی امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی چاہے ابوبکر صدیق ہوں یا عمر فاروق، عثمان ذوالنورین ہوں یا علی المرتضیٰ، عمرو بن عاص ہوں یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ کو گمراہ اور کافر کہا۔ اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کا کوئی عذر یا تاویل قبول نہ کی جائے۔ اور اگر گمراہ اور کافر تو نہیں کہتا لیکن ان کے متعلق بدزبانی کرتا ہے۔ گالیاں دیتا ہے۔ برا بھلا کہتا ہے تو پھر اس کو سخت ترین سزا دی جائے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فقد کفر وفی خبر آخر ومن سب اصحابی فاجلدوہ (جامع الاخبار ص ۱۸۳) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میرے متعلق بکواس کرے اس کو قتل کر دو اور جس نے میرے کسی بھی صحابی کے متعلق بکواس کی بے شک اس نے کفر کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو میرے کسی بھی صحابی کے متعلق بکواس کرے تو اس کو کوڑے مارو"۔ (گستاخ صحابہ کے کفر اور تعزیر کا فرق اوپر والی روایت میں بیان کر دیا گیا ہے) احادیث کے باب میں ابن ماجہ ص ۱۵ کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی جا چکی ہے۔ وفی روایۃ وکیع خیر من عبادۃ احدکم عمرہ ھذا ۔ فلمقام احدھم ساعۃ یعنی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ★ یعنی جناب وکیع کی روایت کے الفاظ ہیں۔ حضور کی بارگاہ میں آپ کی ظاہری زندگی میں ایماندار

★ [illegible handwritten margin note]

کا ایک گھڑی بیٹھنا (یا آپ کی زیارت کر لینا) تمہاری تمام عمر کی عبادت سے زیادہ بہتر اور افضل و اعلیٰ ہے۔ (شرح فقہ اکبر صد ۸۴) کہ جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ حضور کے کسی بھی صحابی کو کبھی بھی گالی نہ دینا کیونکہ ان کا حضور کی بارگاہ میں ایک گھڑی کے لئے بھی حاضر ہو جانا اللہ کے نزدیک اتنا محبوب اور ان کے لئے اتنی شان کا باعث ہے کہ تمہارے تمام عمر کے اعمال مل کر بھی اس گھڑی (صحابی کی زندگی کا ایک لمحہ) کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ صد ۱۷۸)

ایک حدیث قدسی اس طرح ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔ (بخاری ج ۱ صد ۹۶۳ وغیرہ) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت رکھے گا پس بے شک (اپنے ولی کی طرف سے) میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔ قارئین کرام۔ آپ غور فرمائیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی عام ولی سے دشمنی اور بغض رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ جنگ کا اعلان فرما رہے ہیں جبکہ بعد از انبیاء پوری کائنات کے غیر صحابہ لوگوں کے مقامات و مراتب کو جمع کر لیا جائے۔ ان کی پوری زندگی کی عبادات کو جمع کر لیا جائے تو وہ صحابی کی پوری زندگی میں سے اس ایک لمحہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی جبکہ وہ ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر خدمت تھا۔ اور آپ کے رخ وَالضُّحٰی کے انوار و تجلیات کی بہاریں لوٹ رہا تھا۔ اصحاب رسول تو اللہ کی بارگاہ کے وہ افضل و اعلیٰ اور بلند و بالا ولی ہیں جن کے گھوڑوں کی بلکہ ان کے قدموں سے اڑنے والی مٹی کی بھی اللہ تعالیٰ قسم اٹھاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا ہ فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا ہ فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا ہ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ہ (عادیات ۱-۲-۳-۴) صحابہ کرام تو اللہ کی بارگاہ کے وہ مقرب بندے ہیں جن کی اطاعت اور غلامی کو سچے دل سے حرزِ جان بنا لینے والا بھی اللہ کا سچا ولی بن جاتا ہے اور اسے اللہ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ جنت کا وارث بنا دیا جاتا ہے اور اسے دونوں جہانوں کی کامیابیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ (۹/۱۰۰) یعنی حضور کے صحابہ صرف ولی ہی نہیں بلکہ "ولی گر" ہیں۔ ان کی ولایت میں کیا شک ہو سکتا ہے جن کی اتباع واطاعت کی توفیق حاصل کرنے کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا کرنے کا حکم خود خداوند لم یزل فرما رہا ہے (۱/۶) جن کے ایمان کی حقانیت کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ (۲/۱۳) جن کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے کسوٹی قرار دیا۔ (۲/۱۳۷) الغرض آیات قرآنیہ والا پچھلا باب پڑھ لیں اور حضور کے صحابہ کا بارگاہ خداوندی میں مرتبہ ومقام ملاحظہ فرمالیں اور پھر اندازہ کریں کہ ان کا ولایت میں کتنا اعلیٰ وارفع درجہ ہے۔ جب ایک عام ولی اللہ سے عداوت رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ اتنا ناراض ہے کہ اس کو جنگ کے لئے حکم فرما رہا ہے تو جو شخص فصل اسلام کے ان پہلے پھلوں اور پھولوں جن سے دنیا میں اسلام پر بہار آئی اور اس بہار اسلام اور اس فصل اسلامی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم بلکہ تورات وانجیل میں بھی نہایت فخر سے فرما دیا ہے (۴۸/۲۹)۔ معتبر ومعتمد شیعہ مفسر علامہ طبرسی کو بھی اقرار ہے کہ اس آیۃ جلیلہ میں حضور کے صحابہ کرام ہی کی مثال بیان فرمائی گئی ہے۔ لکھتے ہیں۔ هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِهٖ فَالزَّرْعُ مُحَمَّدٌ وَ الشَّطْاٰءُ اَصْحَابُهٗ۔۔۔۔۔ الخ (تفسیر مجمع البیان جزء ۹ ص ۱۲۸) جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر البریہ فرمایا ہے۔ (۹۸/۷) ان سے دشمنی رکھے۔ ان سے بغض و

عناد رکھے۔ ان کے خلاف بکواس کرے۔ ان پر تبرا بازی کرے۔ ان پر سب و شتم کرے۔ ان کو گالیاں دے۔ وہ کب اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ سکتا ہے۔ اس کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ بدرجہ اولیٰ جنگ فرمانے کو تیار ہوگا۔ اب آپ خود فیصلہ کرلیں جس میں تو اتنی ہمت اور طاقت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرسکتا ہے وہ تو شوق سے ان مقتداء و پیشوایان اولیاء کی توہین کرے۔ ان کی گستاخیاں کرے۔ ان کے متعلق جتنی چاہے بکواس کرے۔ آخر اللہ تعالیٰ قادر و قدیر ہے، عزیز و جبار ہے، منتقم و عادل ہے، محیط و قہار ہے۔ مالک یوم الدین ہے۔ جلد ہی پتہ چل جائے گا کہ غالب و مقتدر کون ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول نہیں لینا چاہتا۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ نہیں بننا چاہتا اسے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے۔ اور تمام اللہ کے پیاروں کی محبت و عقیدت اور ان کی اطاعت و اتباع کو اپنا شعار بنالے تاکہ فرامین خداوندی صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱/۶) وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ - (۳۱/۱۵) وغیرہ پر عمل ہوسکے۔ مذہب مہذب، مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اَلْوَاجِبُ حُسْنُ الظَّنِّ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم وَاعْتِقَادُ بَرَاءَتِهِمْ عَنْ مُخَالَفَةِ الْحَقِّ فَاِنَّهُمْ اُسْوَةُ اَهْلِ الدِّيْنِ وَمَدَارُ مَعْرِفَةِ الْحَقِّ وَالْيَقِيْنِ۔ (حاشیہ ۴ شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹) یعنی ہر ایمان والے پر لازم ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کے متعلق اچھا عقیدہ رکھے اور انہیں حق کی مخالفت سے بالکل پاک اور مبرا سمجھے کیونکہ وہ تو دین اسلام کے قیامت تک ماننے والوں کے لئے ایک نمونہ ہیں۔ اور حق و یقین کی معرفت کا دارومدار ان ہی ذوات مقدسہ پر ہے۔

نیز۔ وَیَکُفُّ عَنْ ذِکْرِ الصَّحَابَۃِ اِلَّا بِخَیْرٍ (شرح عقائد نسفی ص ۱۱۶)
یعنی اہل سنت وجماعت کی علم کلام کی معتبر معتمد درسی کتاب میں ہے۔ حضور
کے کسی بھی صحابی کا ذکر جب بھی کیا جائے تو بھلائی کے ساتھ ہی کیا جائے۔
آپ کے کسی بھی صحابی کا کبھی بھی برائی کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے۔ ایک حدیث
شریف کے الفاظ ہیں۔ من حفظنی فی اصحابی ورد علی الحوض و
من لم یحفظنی فی اصحابی لم یرنی فی یوم القیامۃ الا من بعید۔
(تطہیر الجنان ص ۵) یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
جو میرے صحابہ کرام کے بارہ میں میری نسبت کی حفاظت کرے گا (یعنی برا نہیں کہے گا)
وہ میرے حوض سے آب کوثر پلایا جائے گا۔ اور جس نے میرے صحابہ کے بارہ
میں مجھے محفوظ نہ رکھا وہ قیامت کو مجھے دور سے بھی نہیں دیکھ سکے گا"۔
نیز منقول ہے۔ اَنَّہٗ یَجِبُ تَعْظِیْمُ الصَّحَابَۃِ کُلِّھِمْ وَالْکَفُّ
عَنِ الْقَدْحِ فِیْھِمْ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی عَظَّمَھُمْ وَاَثْنٰی عَلَیْھِمْ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعٍ
مِنْ کِتَابِہٖ کَقَوْلِہٖ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ..... (۹/۱۰۰) وَقَوْلِہٖ یَوْمَ لَا

عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قال واللہ لمشھد شھدہ رجل یغبر
وجھہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمل احدکم ولو
عمر عمر نوح علیہ السلام۔ (مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۸۷) جناب سعید بن زید
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وخدمت میں
جس صحابی کا بھی چہرہ غبار آلود ہوا (یعنی آپ کی خدمت کا کوئی موقع ملا) تو بعد کا کوئی شخص چاہے
اس کی عمر حضرت نوح علیہ السلام جتنی ہو (تقریباً ایک ہزار سال) صحابی کی خدمت نبوی میں
گزری ایک گھڑی کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ

يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ ۔ الخ (۶۶/۸) وَقَوْلِهٖ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۔۔ الخ (۴۸/۲۹) وَقَوْلِهٖ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔۔۔ الخ (۴۸/۱۸) اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْاٰيَاتِ الدَّالَّةِ عَلٰى عَظْمَتِهِمْ وَكَرَامَتِهِمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الرَّسُوْلِ قَدْ اَحَبَّهُمْ وَاَثْنٰى عَلَيْهِمْ فِيْ اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةٍ (شرح مواقف ابو العلی ص ۴۴۵) ترجمہ یعنی تمام ایمان والوں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام صحابہ کرام کی عزت وتعظیم کرنا لازم ہے اور اسی طرح کسی بھی صحابی پر کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالٰے نے قرآن مجید فرقانِ حمید میں کئی مقامات پر اُن کی عظمت اور بزرگی بیان فرمائی ہے اور کئی مقامات پر ان کی تعریف فرمائی ہے مثلاً فرمان خداوندی ہے۔ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ۔۔۔ الخ نیز ارشادِ خداوندی ہے۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ ۔۔۔ الخ اسی طرح ارشاد ربانی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۔۔۔ الخ نیز ارشاد باری تعالٰے ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ ۔ الخ اسی طرح بہت سی آیات مقدسہ صحابہ کرام کی عزت وعظمت اور اللہ اور اللہ کے رسول کی بارگاہ میں انکی قدر ومنزلت پر دلالت کرتی ہیں۔ بیشک آپ صحابہ کرام سے محبت فرماتے تھے اور بہت سی احادیث مقدسہ میں ان کی تعریف کی گئی ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے اذا ذکر اصحابی فامسکوا ۔ رجالہ رجال صحیح (تطہیر الجنان ص ۳) مستدرک ج ۳ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی میرے صحابہ کا ذکر کرو تو انکی توہین سے

زبان کو روکے رکھو۔

ایک حدیث میں ہے۔ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰی جِبْرِیْلَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ فَیُحِبُّهٗ جِبْرِیْلُ فَیُنَادِیْ جِبْرِیْلُ فِیْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ بخاری ص۴۵۶ ص۸۹۲ ترمذی ج ۲ ص۱۷۵ وغیرہ۔

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبریل کو حکم دیا جاتا ہے کہ فلاں بندے سے میں محبت فرماتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھو۔ چنانچہ فرمان خداوندی کے مطابق جبریل بھی اس آدمی سے محبت کرنے لگتا ہے پھر جبریل آسمانوں میں اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ فلاں آدمی سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم سب بھی اس اللہ کے پیارے سے محبت رکھو۔ چنانچہ تمام آسمانوں والے اس اللہ کے مقبول بندے سے محبت کرتے لگتے ہیں پھر دنیا کے تمام اچھے لوگ بھی اس مقبولِ بارگاہ الٰہی سے محبت کرنے لگتے ہیں

(اس طرح اللہ کا وہ مقبول بندہ زمین وآسمان کی تمام مخلوق کا محبوب بن جاتا ہے۔ اللہ اکبر۔ جب اللہ تعالےٰ خود اس کی محبت کا حکم فرمارہا ہے تو پھر اس کے دشمن سے اللہ تعالےٰ کیوں اعلان جنگ نہیں فرمائے گا۔ ثابت ہوگیا کہ جو ان مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی محبت وعقیدت نہیں رکھتا وہ حکم الٰہی کا انکار کررہا ہے اور اس معاملہ کو معمولی نہ سمجھا جائے بعض

لوگ اس مسئلہ میں بڑے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور اکثر سادہ لوح اور جاہل عوام کو بھی اس پر فریب دھوکے میں دھکیلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کو مان لیا تو اب کسی اور کو ماننے کی کیا ضرورت ہے اور بیچارے عقل و دانش اور علم و حکمت سے کورے یہ حضرات ان اللہ والوں کی عزت و عظمت کے انکار کو "توحید" کا خوبصورت نام دیتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں "اللہ کو مانو۔ اس کے سوا کسی کو نہ مانو" (تقویت الایمان) از مولوی اسماعیل دہلوی

یعنی انبیاء و رسل، حور و غلمان، ملائکہ و جنات، عرش و مقام محمود، لوح و قلم، پلصراط و میزان، جنت و دوزخ، قبر و حشر و نشر، ماں باپ، پیر، اُستاد غرضیکہ ہر چیز کا انکار کر دو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بھلے مانسو ہر ایک کو درجہ بدرجہ ماننا ہی اسلام ہے ورنہ یہ اسلام نہیں الحاد و زندقہ بن جائے گا۔ یوں کہا کرو۔ عبادت صرف اللہ تعالےٰ کی ہی کرو اور تعظیم ہر اللہ والے کی درجہ بدرجہ کرو یہی روح اسلام ہے، یہی منشائے قرآن ہے۔ یہی رضائے رحمٰن ہے۔ اس بات کو میں قرآن پاک کی ایک مثال سے واضح کرتا ہوں انشاء اللہ اس کے بعد حق نکھر کر سامنے آجائے گا اور کسی بھی ذی شعور کو انکار کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد اللہ تعالےٰ نے تمام ملائکہ۔ بشمول ابلیس۔ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کرنے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ اُس وقت سجدۂ تعظیمی غیر اللہ کو جائز تھا جیساکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی سجدہ تعظیمی کیا گیا (پ۱۲) اب شریعت مصطفوی میں غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی بھی ناجائز اور حرام ہے۔ تو تمام ملائکہ نے اللہ کے

پیارے پیغمبر جناب سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سجدہ
تعظیمی کر دیا۔ مگر ابلیس اکڑ کر کھڑا رہا۔ (۲/۳۴، ۷/۱۱، ۱۵/۳۱، ۱۸/۵۰، ۲۰/۱۱۶، ۳۸/۷۴) اور
اللہ تعالیٰ کی کروڑوں سال بے ریا عبادت کرنے والے۔ کوئی شرک نہ
کرنے والے ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدۂ تعظیمی
نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی (۱۸/۵۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا بدبخت
تو نے پیارے آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا جبکہ میں نے تجھے حکم بھی فرمایا تھا
(۷/۱۲) چنانچہ اس عزازیل (اللہ تعالیٰ کا عزت والا بندہ بلکہ شیخ عبدالحق محدث
دہلوی فرماتے ہیں کہ ازلی بدبخت شیطان پہلے فرشتوں کا استاد تھا (مدارج
النبوت) ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا
(۷/۱۸) قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ
(۱۵/۳۴) نیز باختلاف الفاظ (۳۸/۷۷) وغیرہ۔ شاید آپ سوچیں گے کہ کروڑوں سال
بے ریا عبادت کرنے والے کو ذلیل و خوار کر کے۔ لعنت کا طوق اسکے گلے
میں ڈال کر اسے جنت سے نکال دیا اور یہ بھی فرما دیا کہ تیرے طریقے پر
چلنے والوں کو ضرور بالضرور تیرے ساتھ ہی جہنم میں ڈال دوں گا۔ (۳۸/۸۵)

اب قابل غور یہ بات ہے کہ تخلیق آدم کے وقت شیطان نے
جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے
حکم بھی فرما دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی کروڑوں برس کی عبادت
اس کے منہ پر ماری (ضائع کر دی) اور لعنت کا طوق اس کے گلے میں
ڈال کر دھتکارتے ہوئے اسے جنت سے ہی نہیں بلکہ آسمانوں سے بھی
نکال دیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا جبریل توحید کا ماننے والا تھا یا نہیں۔ کیا

میکائیل، عزرائیل، اسرافیل اور باقی تمام فرشتے، توحید کو صحیح طور پر مانتے ہیں یا نہیں۔ یقینی بات ہے کہ جبریل اور دیگر تمام فرشتے اللہ تعالےٰ کو، اللہ کے رسول اور اس کے تمام احکام کو مانتے ہیں اور انہوں نے کبھی شرک نہیں کیا۔ وہ پکے مؤحد (توحیدی) ہیں۔

لہٰذا عبادت تو صرف اللہ تعالےٰ ہی کی کرتے ہیں لیکن تعظیم اللہ تعالےٰ کے فرمان کے مطابق اللہ والوں کی بھی کرتے ہیں اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ توحید دو طرح کی ہے۔ ایک جبریل اور تمام فرشتوں والی اور دوسری شیطان کی شیطانی توحید ہے کہ۔ اللہ کو مانو اس کے علاوہ کسی کو نہ مانو اب آپ خود فیصلہ فرمالیں۔ آخر آپ انسان ہیں۔ ذی شعور ہیں۔ اپنا اچھا بُرا سمجھتے ہیں۔ آپ کو کونسی توحید چاہیئے۔ جبریل والی یا شیطان ابلیس والی۔ فیصلہ کرنے سے پہلے اتنا سوچ لیں کہ جس کی دنیا میں پیروی کرو گے۔ جس سے دنیا میں محبت رکھو گے میدانِ محشر میں تمہارا اُسی کے ساتھ حشر کیا جائے گا (بخاری ص ۵۲۱ ص ۹۱۱ ص ۱۰۵۹ مسلم ج ۲ ص ۳۳۱ وغیرہ)

اگر دنیا میں جبریل والی توحید یعنی عبادت اللہ کی تعظیم اللہ والوں کی۔ اپناؤ گے تو انشاء اللہ میدانِ محشر میں آپ ملائکہ کی صفوں میں شامل ہوں گے اور اگر خدانخواستہ ابلیس والی توحید اپنا لی۔ یعنی۔ اللہ کی عبادت اس طرح کرنا کہ تمام اللہ والوں سے دشمنی اور بغض رکھنا۔ تو یقین کرو قیامت کو تمہارا حشر شیطان لعین کے ساتھ ہو گا۔

نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ جس نے کروڑوں سال اللہ تعالےٰ کی بے ریا عبادت کی اور صرف ایک دفعہ صرف ایک اللہ کے پیارے کی تعظیم سے انکار کیا اور اس کو حقیر جانا تو اس کی کروڑوں سال کی عبادت ضائع کر کے اُسے جنت سے

نکال دیا گیا تو جو شخص تمام اللہ والوں کی ہر وقت گستاخیاں کرتا ہو اُس کی کوئی بھی عبادت کیسے قبول ہو سکتی ہے اور وہ کیسے جنت میں جا سکتا ہے۔ اور پھر یہ اُس شیطان سے بڑا شیطان ہے کیونکہ اُس نے پوری زندگی میں صرف ایک دفعہ اور صرف ایک اللہ والے کی تعظیم سے انکار کیا تھا اور ان کی تحقیر کی تھی۔ اور یہ ہر روز بلکہ ہر وقت ہر اللہ والے کی توہین پر لگے ہوئے ہیں اگر ان کی عبادت قبول ہونی ہے تو پہلے چھوٹے شیطان کی ہوگی۔ اگر یہ جنت میں جائیں گے تو شیطان ان سے زیادہ حقدار ہے اور ان سے پہلے جنت میں جائے گا۔ جنت میں رہنے والا اگر ایک اللہ والے کی توہین کرتا ہے تو اُسے ذلیل و خوار کر کے جنت سے نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے تو جو دنیا میں رہ کر تمام اللہ والوں کی ہر وقت گستاخیاں کر رہا ہو اُس کو جنت میں کب جانے دیا جائے گا۔

فاعتبروا یا اولی الالباب و اعتبروا یا اولی الابصار۔

اور جو لوگ اس بات پر چیں بجبیں رہتے ہیں کہ ان پیروں فقیروں کے پاس لوگ کیوں جاتے ہیں لوگ ان کا ادب و احترام کیوں کرتے ہیں انہیں مندرجہ بالا حدیث بار بار غور سے پڑھنی چاہیئے اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس میں کسی انسان کا عمل دخل نہیں ہے یہ پروگرام عرش معلیٰ سے چل رہا ہے جس کسی کو اس معاملہ میں کچھ اختلاف ہو وہ اُدھر مرکز (عرش معلیٰ) سے رابطہ کرے کیونکہ یہ پروگرام شروع بھی اُدھر ہی سے ہوا ہے اور ختم بھی وہ ہی ذات کر سکتی ہے۔ ہم سے ناراض ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خَیْرُکُمْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یلونھم

(بخاری ج۱ ص۳۶۲ ، ج۲ ص۹۵۱ ، ص۹۹۱) ایک روائیت کے الفاظ ہیں خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (بخاری ج۱ ص۳۶۲ ، ج۲ ص۹۵۱ ص۹۸۵) ایک روایت کے الفاظ ہیں خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الْقَرْنُ الَّذِیْ بُعِثْتُ فِیْھِمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۲ ص۱۷۸) یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِس امت میں سے سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں (صحابہ کرام) پھر ان کے بعد والے (تابعین کرام) پھر ان کے بعد والے (تبع تابعین کرام) اس حدیث سے معلوم ہوا اس اُمت میں سب سے افضل حضور کے صحابہ کرام ہیں۔ ایک روائیت میں ہے۔ لَا تَزَالُوْنَ بِخَیْرٍ مَا دَامَ فِیْکُمْ مَنْ رَاٰنِیْ وَصَاحَبَنِیْ۔ وَاللّٰہِ لَا تَزَالُوْنَ بِخَیْرٍ مَا دَامَ فِیْکُمْ مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَصَاحَبَ مَنْ صَاحَبَنِیْ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۲ ص۱۷۸)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ اللہ کی قسم تم اُس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک تم میں کوئی ایک بھی میرا صحابی یا کوئی تابعی موجود رہے گا۔ ایک روائیت کے الفاظ ہیں طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ (مسند امام احمد ج ص مشکوۃ ص۵۷۶) یعنی خوش بخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے بحالتِ ایمان میری زیارت کی (صحابہ کرام) ایک روایت میں ہے۔ اَلنُّجُوْمُ اَمَنَۃٌ لِلسَّمَاءِ فَاِذَا ذَھَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَی السَّمَاءَ مَا تُوْعَدُ وَاَنَا اَمَنَۃٌ لِاَصْحَابِیْ★ اَتٰی اُمَّتِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ (مسلم ج۲ ص۳۰۸ مشکوۃ ص۵۲۵ وغیرہ) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ستارے بچاؤ ہیں آسمان کے لیئے۔ جب ستارے نہ رہیں گے تو قیامت آجائے گی اور میں بچاؤ ہوں اپنے صحابہ کے لیئے جب میں پردہ فرما

★ فَاِذَا ذَھَبْتُ اَتٰی اَصْحَابِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِیْ اَمَنَۃٌ لِّاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَھَبَ اَصْحَابِیْ

جاؤں گا تو میرے صحابہ پر آزمائشیں آئیں گی اور میرے صحابہ بچاؤ ہیں میری
اُمت کے لیے کیونکہ جب صحابہ دنیا سے اُٹھ جائیں گے تو اُمت طرح طرح
کے فتنوں میں مبتلا ہو جائے گی۔ ایک حدیث شریف میں ہے۔ یَاْتِیْ
زَمَانٌ یَغْزُوْا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَیُقَالُ فِیْکُمْ مَّنْ صَحِبَ النَّبِیَّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُقَالُ نَعَمْ فَیُفْتَحُ عَلَیْہِ۔ ثُمَّ یَاْتِیْ
زَمَانٌ فَیُقَالُ فِیْکُمْ مَّنْ صَحِبَ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ
وَسَلَّمَ فَیُقَالُ نَعَمْ فَیُفْتَحُ ثُمَّ یَاْتِیْ زَمَانٌ فَیُقَالُ فِیْکُمْ مَّنْ
صَحِبَ صَاحِبَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُقَالُ نَعَمْ
فَیُفْتَحُ۔ (بخاری ج۱ ص۴۰۶ ص۵۰۸ ص۵۱۵/ مسلم ج۲ ص۳۰۸/ مشکوٰۃ ص۵۷۵ وغیرہ)
کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک ایسا وقت بھی آئے
گا کہ لوگ فوج در فوج جہاد کریں گے ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی
حضور کا صحابی ہے۔ جواب ملے گا۔ ہاں ہیں انکو صحابہ کے صدقہ سے فتح عطا
کر دی جائے گی پھر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں سے پوچھا جائیگا (ان کو دیکھا
جائے گا) کہ کیا ان میں کوئی تابعی بھی ہے۔ جواب ملے گا۔ ہاں ہے تو اللہ تعالےٰ
اس تابعی کی برکت سے اس لشکر کو بھی فتح دے دے گا۔ پھر ایک زمانہ
آئے گا۔ کہ لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی حضور کے صحابہ کے شاگرد
شاگرد موجود ہے جواب عرض کیا جائے گا ہاں اے مولا۔ ہمارے لشکر میں
(تبع تابعی) موجود ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ اس گروہ کو تبع تابعین
کرام کی برکت سے فتح عطا فرما دیگا۔ ایک حدیث
میں ہے۔ اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ
ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (نسائی، مشکوٰۃ ص۵۴۶ وغیرہ) کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے تمام صحابہ کی عزت کرتے رہنا کیونکہ وہ تم میں سے سب سے بہتر ہیں۔ پھر وہ لوگ اس اُمت میں بہتر ہیں جو اُن کے بعد والے ہیں (تابعین کرام) پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد والے ہیں (تبع تابعین) ایک حدیث کے الفاظ ہیں۔ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ (ترمذی ج۲ ص۲۲۶ مشکوٰۃ ص۵۴۹ وغیرہ) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اُس مسلمان کو آگ نہیں چھو سکتی جس نے میرا دیدار کر لیا (صحابی) اور نہ اُس شخص کو آگ چھو سکتی ہے جس نے ایمان کے ساتھ میرے کسی صحابی کی زیارت کر لی (اور مرتے دم تک وہ صحابہ کی محبت اور اطاعت پر قائم رہا)۔

ایک اور حدیث شریف ہے مَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَّ نُوْرًا لَّهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (ترمذی ج۲ ص۲۲۶ مشکوٰۃ ص۵۴۶ وغیرہ) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرا کوئی بھی صحابی جس علاقہ میں بھی فوت ہوگا۔ وہ قیامت کے دن اُس علاقے کے تمام جنتیوں کا قائد ہوگا اور اُن سب کے لیئے نور ہوگا۔ ایک روائیت میں جناب سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آباؤ اجداد سے سُنا (یعنی خاندان نبوت میں یہ حدیث کافی مشہور تھی اور وہ ایک دوسرے سے بیان کرتے رہتے تھے) کہ جناب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو۔ اللہ کے قرآن پر عمل کرنا تم پر لازم ہے اور جس مسئلہ کا حل تمہیں قرآن کریم میں سے نہ ملے اس میں میرے صحابہ کرام کے فرامین پر عمل کرنا (معانی الاخبار ص۱۵۶) آگے کے خاص الفاظ اس روائیت کے علاوہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے

بھی مروی ہیں۔ روائیت کے الفاظ یہ ہیں۔

يَقُوْلُ سَأَلْتُ رَبِّي عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاَوْحٰى اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ (مشکوٰۃ ص۵۵۴)

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں نے اللہ تعالےٰ سے اپنے اس کائنات سے پردہ فرما جانے کے بعد صحابہ کرام کے اختلاف کے متعلق عرض کی تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمانوں کے ستاروں کی طرح ہیں۔ بعض بعض سے زیادہ شان والے ہیں البتہ محبوب تیرے تمام صحابہ تیری امت کیلئے ستارے ہیں لہذا جو شخص بھی اس چیز پر عمل کرے گا جس پر کوئی بھی صحابی اختلاف میں عمل پیرا رہا تو وہ میرے نزدیک ہدائیت والا ہوگا۔ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قدسی بیان فرمانے کے بعد جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا۔ لوگو۔ میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پس ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدائیت پا جاؤ گے۔ شیخ محقق محدث عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔ پس ہدائت بر قدر علم فقہی است کہ نزد اوست باوجود تفاوت مراتب آں وازیں معنی ہیچ صحابی خالی نیست۔ (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۶۴۶ مطبوعہ پشاور) یعنی ویسے تو نور ہدائیت سے حضور کا کوئی ایک

صحابی خالی نہیں ہے لیکن یہ نور سب کا یکساں نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے علم و فقہ کی مناسبت اور ان کے درجات و مراتب کے حساب سے کسی کا کم اور کسی کا زیادہ ہوگا۔

مشکوٰۃ شریف کے باب مناقب الصحابۃ کے حاشیہ پر۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔ وفی شرح مسلم اعلم ان سب الصحابۃ حرام ومن اکبر الفواحش ومذھبنا ومذھب الجمھور انہ یعزر وقال بعض المالکیۃ یُقتل وقال القاضی عیاض سب احدھم من الکبائر (حاشیہ مشکوٰۃ ج۱ ص۵۵۵) یعنی شارح مسلم امام حافظ ابو زکریا محی الدین نووی شافعی اپنی شرح میں نقل فرماتے ہیں کہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی صحابی کو بُرا بھلا کہنا حرام ہے۔ اور بہت بڑی بے حیائی ہے ہمارا اور جمہور کا مذہب تو یہ ہے کہ جو کسی بھی صحابی کو بُرا بھلا کہے اُس کو کوڑے مارے جائیں بعض مالکیہ (خود امام مالک بھی حوالہ پیچھے گزر چکا ہے) تو یہاں تک کہتے ہیں کہ صحابہ کو گالیاں دینے والے کو قتل کر دیا جائے اور قاضی القضاۃ جناب قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی صحابی کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ ایک مقام پر بالخصوص اصحاب بدر اور شاہدین حدیبیہ کے متعلق ارشاد نبوی ہے۔ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اَحَدٌ شَھِدَ بَدْرًا وَّ الْحُدَیْبِیَۃَ (مسلم ج۲ ص۳۰۲ مشکوٰۃ ص۵۷ وغیرہ)

یعنی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اُمید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالےٰ غزوہ بدر میں شامل ہونے والا اور بیعت رضوان (صلح حدیبیہ) میں شامل ہونے والا کوئی شخص بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ (بخاری ج ۲ ص ۵۹۸ مسلم ج ص مشکوٰۃ ص ۵۷) آج تم تمام روئے زمین والوں سے افضل ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ جناب عامر بیان فرماتے ہیں۔ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مَنْ اَدْرَكَ بَیْعَۃَ الرِّضْوَان۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ و ۶۰۱) تفسیر درمنثور ج ۳ ص ۲۷۰) یعنی حضور کے جو صحابہ بیعت رضوان میں شامل ہوئے وہ اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی فضیلت میں شامل ہیں القصہ مختصر۔ صاحب نبراس۔ شرح۔ شرح عقائد نسفی علامہ عبدالعزیز فرہاروی حنفی فیصلہ فرماتے ہیں۔ اَجْمَعَ اَھْلُ السُّنَّۃِ اَنَّ الصَّحَابَۃَ کُلَّھُمْ عُدُوْلٌ لِعُمُوْمِ الْاٰیَاتِ وَالْاَحَادِیْثِ فِیْ مَدْحِھِمْ وَ تَعْدِیْلِھِمْ (کوثر النبی ص ۷۹ مطبوعہ ملتان) شارح مشکوٰۃ علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

ذَھَبَ جُمْھُوْرُ الْعُلَمَاءِ اِلٰی اَنَّ الصَّحَابَۃَ کُلَّھُمْ عُدُوْلٌ (شرح فقہ اکبر ص ۸۵ مطبوعہ دہلی) حاشیہ شرح عقائد نسفی ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ کراچی آپ شرح مشکوٰۃ میں رقمطراز ہیں۔ وَجَھَالَۃُ الصَّحَابِیِّ لَا تَضُرُّ حَیْثُ اَنَّھُمْ عُدُوْلٌ (مرقاۃ ج ۱ ص ۱۹۰)

علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں وکانت عدۃ الصحابۃ رضی اللہ عنھم عند وفاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مائۃ الف واربعۃ عشر الفا۔ کلھم من اھل الدرایۃ (الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ ص ۱۳ مطبوعہ لائل پور) فقہ حنفی کی مایہ ناز حدیث کی کتاب کے

حاشیہ پر مرقوم ہے۔ اَنَّ الصَّحَابَۃَ کُلَّھُمْ عُدُوْلٌ (حاشیہ طحاوی مدہم ص ۷۵) یعنی جناب سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل التحیۃ و الصلوات کی وصال شریف کے وقت آپ کے ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے (تعداد میں اختلاف ہے) اور وہ سب سچے تھے اور صاحب درایت تھے۔ یہ بات اللہ کے قرآن اور حضور کے فرمان سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کی مدح و تعدیل میں بہت سی آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اسی لئے اہل سنت وجماعت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ حضور کے تمام صحابہ کرام عادل متقی اور پرہیزگار تھے اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ اسی لئے اصول حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کے مکمل حالات معلوم نہ بھی ہوسکیں تو پھر بھی اس کی بیان کردہ حدیث کو بالکل صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ نیز صحابہ کرام کی مرسل روایت بھی قبول کی جائے گی۔ نیز امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں۔ فِیْ بَیَانِ وُجُوْبِ الْکَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَیْنَ الصَّحَابَۃِ وَوُجُوْبِ اِعْتِقَادِ اَنَّھُمْ مَاْجُوْرُوْنَ وَ ذَالِکَ لِاَنَّھُمْ کُلَّھُمْ عُدُوْلٌ بِاتِّفَاقِ اَھْلِ السُّنَّۃِ سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ اَوْ مَنْ لَمْ یُلَابِسْھَا۔ (شواہد الحق ص ۴۷۸) یعنی اس چیز کا بیان کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کے متعلق انکی گستاخی سے اپنی زبان ہمیشہ بند رکھنی چاہیئے اس وجہ سے جو کہ ان کے درمیان کچھ اختلاف کا وقوع ہوا ہے اور اس بات پر بھی ایمان رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اجتہادی خطاؤں پر بھی انہیں ضرور ثواب عطا فرمائے گا۔ اس بات پر اہل سنت وجماعت کا مکمل اتفاق ہے چاہے ان میں سے کوئی صحابی تنازعات میں شامل ہوا ہو یا نہ شامل ہوا ہو۔ کیونکہ وہ سب ہی عادل و ثقہ تھے۔ اللھم ارزقنا حبھم واتباعھم۔

شانِ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا نسب شریف اس طرح ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی۔ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی عبدمناف پر جاکر آپ کا نسب نامہ والد کی طرف سے اور والدہ کی طرف سے بھی حضور کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف ہے۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب حاشی علی الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۳ ص ۳۹۵ مطبوعہ بغداد) آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب وحی تھے (مسلم ج ۲ ص ۳۰۲/۳۰۳۔ الاکمال ص ۶۱۷۔ تاریخ الخلفاء ص/ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۹/ البدایہ والنہایہ۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۱۹ ص ۱۲۰/ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۰۶/ الجرح والتعدیل ج ۹ ص ۲۷۷/ طبقات خلیفہ ج ۱۰ ص ۱۳۹/ ابن عساکر ج ۲۴ ص ۴۰۰/ اس کے متعلق ایک حدیث شریف ہی نقل کردیں عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ لَا يَنْظُرُوْنَ اِلٰى اَبِىْ سُفْيَانَ وَلَا يُقَاعِدُوْنَهٗ فَقَالَ لِلنَّبِىِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَا نَبِىَّ اللّٰهِ ثَلَاثٌ اُعْطِيْنِيْهِنَّ قَالَ نَعَمْ قَالَ عِنْدِىْ اَحْسَنُ الْعَرَبِ وَاَجْمَلُهٗ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ اَبِىْ سُفْيَانَ اُزَوِّجُكَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهٗ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ تُؤَمِّرُنِىْ حَتّٰى اُقَاتِلَ الْكُفَّارَ كَمَا كُنْتُ اُقَاتِلُ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ نَعَمْ ...... لَمْ يَكُنْ يَسْاَلُ شَيْئًا اِلَّا قَالَ نَعَمْ

البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۱۹، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۳) یعنی جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ مسلمان ابوسفیان کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان کے پاس بیٹھتے تھے۔ (کیونکہ قبل از اسلام وہ سالار کفار بن کر مسلمانوں سے لڑتے رہے تھے) چنانچہ ایک مرتبہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی آقا۔ مجھے تین شرف عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا مانگو۔ انہوں نے عرض کی آقا ۱۔ میری بیٹی ام حبیبہ جو احسن العرب ہیں ان کے نکاح میں میری رضامندی بھی قبول فرماکر مجھے بھی اس ثواب میں شامل فرمالیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے (سنہ ۶ھ میں جب مسلمان ہجرت کر کے حبشہ میں گئے تھے تو سیدہ ام حبیبہ بھی اس قافلہ میں شامل تھیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمرو بن امیہ ضمری کو شاہِ حبشہ نجاشی کی طرف۔ سیدہ ام حبیبہ کے نام نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تو نجاشی نے اپنی ایک خادمہ کے ذریعہ سے حضور کا پیغامِ نکاح آپ تک پہنچایا سیدہ ام حبیبہ نے اس شرف کے ملنے پر اس مبارک خبر لانے والی لونڈی کو اپنا تمام زیور اتار کر دے دیا اور جناب خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ حضور کی طرف سے نجاشی نے خطبہ پڑھا اور چار سو دینار اور پچاس مثقال سونا مہر مقرر کیا اور اپنی طرف سے اسی وقت سے ادا بھی کر دیا۔ سیدہ ام حبیبہ کی طرف سے جناب خالد بن سعید نے خطبہ پڑھا اور نکاح ہو گیا۔ حضور نے جناب شرجیل بن حسنہ کو مدینہ منورہ سے آپ کو لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ بمع دیگر تمام مہاجر مسلمانوں کے مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ آپ کا اصل نام

رملہ تھا۔ آپ کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا جو کہ حضرت عثمان کی چچی تھیں۔ آپ پہلے حضور کے سالے عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام حبیبہ رکھا گیا اس وجہ سے آپ کی کنیت ام حبیبہ ہوئی پھر وہ فوت ہو گئی۔ آپ کا ۴۲ھ یا ۴۴ھ میں انتقال ہو گیا) پھر کہنے لگے اور میرے بیٹے معاویہ کو اپنا کاتب وحی مقرر فرما لیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر عرض کیا آقا مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں کافروں سے جا کر جہاد کروں جیسا کہ میں ایمان لانے سے پہلے مسلمانوں سے لڑتا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ ابو زمیل کہتے ہیں کہ (ابوسفیان کا حضور اتنا لحاظ فرماتے تھے کہ) انہوں نے جب کبھی بھی حضور سے کوئی سوال کیا تو آپ نے ویسا ہی کر دیا۔ (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور آپ کی بیوہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا سے بعض لوگ انکے اسلام لانے سے قبل کے واقعات کو دیکھ کر نفرت کرتے ہیں۔ اس کے متعلق اسلام کا یہ قانون یاد رکھیں اَلْاِسْلَامُ یَہْدِمُ مَاقَبْلَہٗ یعنی اسلام لانے سے قبل از اسلام کئے گئے تمام گناہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے معاف کر (بخش) دیئے جائیں گے۔ جب اللہ اور اس کا رسول آپ کے گناہوں کو معاف فرما چکے اللہ تعالیٰ آپکی توبہ قبول فرما چکا تو اب کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ سابقہ واقعات کی بنا پر ان کی توہین کرے فافھموا ۔ ورنہ پھر باقی تمام صحابہ مثلاً حضرت عمر فاروق، حضرت امیر حمزہ، حضرت عباس، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر، حضرت وحشی رضی اللہ عنہم وغیرہ کے ایمان والقان کے متعلق بھی فیصلہ کرو۔ اگر ان حضرات کی غلطیاں اسلام لانے پر معاف ہو گئیں تو خاندان ابوسفیان یعنی آپ خود، ان کی بیوی اور دونوں بیٹے مغفور اور صحابیٔ رسول ہیں۔)

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ اِحْفَظُوْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ وَ اَصْھَارِیْ فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ حَفِظَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ ۔۔۔۔۔۔ الخ

(ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۴) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ اور میرے سسرال کے بارہ میں میرا لحاظ رکھا کرو۔ پس جس نے ان کے بارے میں میرا لحاظ رکھا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی حفاظت فرمائے گا۔

مسلم شریف کی یہ روایت پڑھنے کے بعد ہر غیر متعصب شخص پر حضور کی بارگاہ میں اس گھرانے کا مرتبہ و مقام اچھی طرح واضح ہو چکا ہو گا نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کی بارگاہ کے کاتب وحی بھی تھے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کی بہن حضرت رملہ جو کہ اُم حبیبہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ حضور کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور کے سالے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضور کے سسر ہیں۔ آپ کے خاندان کے اس شرف کے متعلق بھی ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمالیں۔ اَنَّہُ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ عَلٰی زَوْجَتِہٖ اُمِّ حَبِیْبَۃَ وَرَأْسُ مُعَاوِیَۃَ فِیْ حِجْرِھَا وَھِیَ تُقَبِّلُہٗ فَقَالَ لَھَا اَتُحِبِّیْہِ قَالَتْ وَمَا لِیْ لَا اُحِبُّ اَخِیْ فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم فَاِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُحِبَّانِہٖ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۹) ۔۔۔۔ وَمِنْہُ فَوْزُہٗ بِمُصَاھَرَتِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔۔۔۔ وَقَدْ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم دَعُوْا اَصْحَابِیْ وَاَصْھَارِیْ فَاِنَّ مَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ کَانَ مَعَہٗ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ وَمَنْ لَّمْ یَحْفَظْنِیْ فِیْھِمْ تَخَلَّ اللّٰہُ عَنْہُ وَمَنْ تَخَلَّ اللّٰہُ عَنْہُ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۴) ۔۔۔۔۔ وَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم عَزِیْمَۃٌ مِّنْ رَّبِّیْ وَعَھْدٌ عَھِدَہٗ اِلَیَّ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ

الی اھل بیت ولا ازوج بنتا من بناتی لاحد الا کانوا رفقائی فی الجنۃ ---- وقال صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی ان لا اتزوج الی احد من امتی ولا ازوج احدا من امتی الا کان معی فی الجنۃ فأعطانی ذالک ---- فتامل ھذا الفضل العظیم والجاہ الجسیم لکل اھل بیت تزوج منھم (تطھیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوہ بثلب معاویۃ ابن ابی سفیان از محدث احمد بن حجر الھیتمی مکی صـ۱۴ مطبوعہ مصر)

یعنی ایک مرتبہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ جنابہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ کے بھائی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اُم حبیبہؓ ان کے بوسے لی رہی تھیں۔ (ابن عساکر ۲۵ صـ۹ پر ہے تفلیہ۔ یعنی آپ ان کے سر میں کنگھی کر رہی تھیں) حضور نے دیکھا تو فرمایا۔ اُم حبیبہ کیا تو اس سے محبت رکھتی ہے انہوں نے عرض کی آقا یہ میرے بھائی ہیں میں ان سے کیوں محبت نہ کروں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تو پھر سُن لے کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کا رسول بھی اس سے محبت فرماتے ہیں۔ اس نسبت سے آپ کو حضورؐ کا سسرالی رشتہ بھی نصیب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے تمام صحابہ اور میرے سسرال کو معاف رکھو۔ کیونکہ جس نے ان کے بارہ میں میرا لحاظ رکھا اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا۔ اللہ تعالیٰ اُس کا حافظ و ناصر ہوگا اور جس نے ان کے متعلق میرا لحاظ نہ کیا اور ان کے حقوق کی حفاظت نہ کی اللہ تعالیٰ اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے چھوڑ دیا وہ بہت جلد اللہ تعالیٰ کے

غضب کا نشانہ بنے گا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ سے یہ پختہ وعدہ فرما رکھا ہے کہ جس مسلمان گھرانے میں میں اپنا نکاح کروں یا جس مسلمان گھرانے میں میں اپنی کسی بیٹی کا نکاح کر دوں وہ لوگ جنت میں میرے ساتھی ہوں گے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اپنی اُمت میں سے جس عورت سے شادی کروں یا جس شخص سے اپنی کسی بیٹی کی شادی کر دوں وہ جنت میں میرے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ خواہش قبول فرمالی۔ اس حدیث شریف کے مطابق تمام ان مسلمان گھرانوں کی جنہوں نے حضور کے نکاح میں اپنی بیٹیاں دیں یا جن کو حضور کی دامادی کا شرف حاصل ہوا ان کی بہت زیادہ عزت وعظمت ثابت ہوگی۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ فَاِنِّیْ اُحِبُّ مُعَاوِیَۃَ وَاُحِبُّ مَنْ یُّحِبُّ مُعَاوِیَۃَ وَجِبْرِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ یُحِبَّانِ مُعَاوِیَۃَ وَاللّٰہُ اَشَدُّ حُبًّا لِمُعَاوِیَۃَ مِنْ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۹) یعنی حضورؐ نے فرمایا میں معاویہؓ سے بھی محبت کرتا ہوں اور اس شخص سے بھی محبت کرتا ہوں جو معاویہؓ سے محبت رکھتا ہو۔ اور جبرئیل ومیکائیل بھی معاویہ سے محبت رکھتے ہیں اللہ تعالےٰ جبرئیل ومیکائیل سے بھی زیادہ معاویہؓ سے محبت فرماتے ہیں۔

قارئین کرام! تعصب وہٹ دھرمی اور بغض وعناد سے دل ودماغ کو پاک صاف کر کے اس حدیث کو بار بار پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ العزیز بہت سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حق کو دیکھ کر مان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے غضب سے بچ سکیں۔ شائید کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ دنیا کی رشتہ داری آخرت میں کچھ کام نہیں آئے گی۔ اس کے متعلق بھی ایک حدیث ملاحظہ فرمالیں۔

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ ۔ (کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۲۴/ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶۳/ ذخائر عقبیٰ ص ۱۶۸/ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۴ ص ۴۹۲/ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ج ۴ ص ۴۹۰ حاشیہ علی الاصابہ/ تاریخ خمیس ج ۲ ص ۲۸۵/ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۴۲)

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر ایک کا دنیا کا حسب ونسب اور رشتہ داریاں ختم ہو جائیں گی ۔لیکن میرا دنیاوی حسب ونسب اور رشتہ داری آخرت میں بھی قائم رہے گی (اور مفید ہوگی) یقیناً اب تو مسئلہ بالکل واضح ہو چکا ہوگا ۔اللہ تعالیٰ حضور کے سسرالی اور دامادی رشتہ داری جن کے ایمان کی گواہی اللہ کے رسول دے چکے ہیں جن سے اللہ اور اللہ کے رسول محبت فرماتے ہیں ۔جن کی عزت خدا کے فضل کا سبب اور جن سے بغض اللہ کے غضب کا سبب ہے جو یقینی جنتی بھی ہیں اور جنت میں حضور کے خادموں اور غلاموں کی صف میں ہوں گے ۔ان سب کی عزت واحترام کرتے ہوئے اپنی عاقبت سنوارنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اسی لیے المحدث امام محمد بن مکرم المعروف بابن منظور اپنی شہرۂ آفاق کتاب "مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر" میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ان الفاظ سے شروع فرماتے ہیں ۔خَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَکَاتِبُ وَحْیِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ "، یعنی آپ تمام اُمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں جان (کیونکہ آپ کی بہن سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور کی بیوی ہیں اور فرمان خداوندی ۔اَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ (۲۱/۶) کے مطابق وہ تمام ایمان والوں کی روحانی ماں ہوئیں ۔اس مناسبت سے آپ کے بھائی تمام ایمان وا

کے ماموں جان ہوئے) اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے لکھنے والے (ابن عساکر ج۲۴ ص۱۹۹) البدایہ ج۸ ص۱۱۷ / تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۲۰)

محدث ابن منظور نقل فرماتے ہیں ۔ وَاَصَحُّ مَا رُوِیَ فِیْ فَضْلِ مُعَاوِیَۃَ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ کَانَ کَاتِبَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ دمشق ج۲۵ ص۱۵) یعنی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سب سے صحیح جناب عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے ۔ دنیائے حدیث میں جس کتاب کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کہا جاتا ہے اس میں بھی موجود ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام ۔ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "امیر المومنین" اور "فقیہ" اور "مجتہد" کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے اور امام بخاری کا اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمانا اور اس پر کوئی اعتراض اور انکار نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری کے نزدیک بھی آپ "امیر المومنین" اور "فقیہ" تھے (بخاری شریف ج۱ ص۵۳۱) نیز اسی صفحہ پر جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کی صحابیت کا ذکر ان الفاظ سے فرماتے اور آپ پر اعتراض کرنے سے منع فرماتے ہیں ۔ دَعْهُ فَاِنَّہٗ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری ج۱ ص۵۳۱) یعنی آپ پر اعتراض نہ کرو آپ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں ۔ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فرمان ہدایت نشان سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ صحابہ کرام بھی حضور کے کسی صحابی پر اعتراض کرنا پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ اس کار بد سے منع فرمایا کرتے تھے اور آپ کا یہ فرمان سن کر آگے سے ابن ابی ملیکہ تابعی ۔ راوی حدیث نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا ۔ کہ صحابی ہیں تو پھر کیا ہوا ۔ کیا صحابی پر اعتراض نہیں کیا جا

سکتا۔ معلوم ہوا کہ تابعین عظام بھی اس حکم کو تسلیم کرتے تھے کہ حضور کے صحابہ پر اعتراض اور تنقید نہیں کرنی چاہیے اور جناب سیدنا امیر معاویہ کو "صحابی رسول" "امیر المومنین" اور فقیہ، اور "مجتہد، تسلیم فرمانے والے صحابی بھی کوئی عام صحابی نہیں ہیں بلکہ اسی بخاری میں اُن کو (علم کا) سمندر کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔ (بخاری ج۲ ص۸۳۰) بلکہ ترمذی شریف میں ہے کہ آپ نے دو مرتبہ جبرئیل کو اُنکی اصلی حالت میں دیکھا تھا (ترمذی ج۲ ص۲۲۳) اس طرح دو بار دیکھنے سے حالت اصلیہ میں دیکھنا ہی مراد ہو سکتا ہے ورنہ عام بشری حالت میں تو جبرئیل کو تقریباً تمام صحابہ سینکڑوں مرتبہ دیکھتے رہتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جو جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین۔ صحابی رسول اور فقیہ اور مجتہد نہیں مانتا اُس کا صحیح بخاری پر اور امام بخاری پر بھی کوئی ایمان نہیں ہے اور جو آپ کو حضور کا کاتبِ وحی تسلیم نہیں کرتا وہ صحیح مسلم اور امام مسلم پر بھی یقین نہیں رکھتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی بھی لکھتے ہیں۔ صَحِبَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَکَتَبَ لَہٗ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج۳ ص۴۳۳) یعنی آپ نبی کریم اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بھی تھے اور آپ کی بارگاہ کے کاتبِ وحی بھی تھے۔ محدث ومفسر ومؤرخ اسلام حافظ ابن کثیر بھی لکھتے ہیں۔ اَنَّ مُعَاوِیَۃَ کَانَ یَکْتُبُ الْوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَعَ غَیْرِہٖ مِنْ کُتَّابِ الْوَحْیِ رضی اللہ عنہم (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۱) یعنی آپ بارگاہ نبوی کے کاتبانِ وحی الٰہی میں شامل تھے۔ معتمد اور معتبر مؤرخ اسلام ابو الفدا حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں کہ جب جناب ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو یہ بھی عرض کی تھی۔ اَنْ یُزَوِّجَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم بِابْنَتِہٖ وَھِیَ عزہ بنت ابی سُفْیَانَ وَاسْتَعَانَ عَلٰی ذٰلِکَ بِاُخْتِھَا اُمِّ حَبِیْبَۃَ فَلَمْ یَقَعْ ذٰلِکَ وَبَیَّنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ ذٰلِکَ

کہ آپ ان کی دوسری بیٹی عزہ بنت سفیان سے بھی نکاح فرمالیں تو آپ نے فرمایا یہ جائز نہیں ہے (کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے۔

حرمت۔۔۔۔ان تجمعوا بین الاختین (۴/۲۲) (تاریخ ابو الفداء ۲ ص ۲۱)

ایک روایت میں ہے۔ کَمَا کَانَ یَوْمُ اُمِّ حَبِیْبَۃَ مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم دَقَّ الْبَابَ دَاقٌّ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اُنْظُرُوْا مَنْ ھٰذَا؟ قَالُوْا مُعَاوِیَۃُ قَالَ ائْذَنُوْا لَہٗ فَدَخَلَ وَعَلٰی اُذُنِہٖ قَلَمٌ یَخُطُّ بِہٖ فَقَالَ مَا ھٰذَا الْقَلَمُ عَلٰی اُذُنِکَ یَا مُعَاوِیَۃُ؟ قَالَ قَلَمٌ اَعْدَدْتُہٗ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ فَقَالَ لَہٗ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ نَبِیِّکَ خَیْرًا وَاللّٰہِ مَا اسْتَکْتَبْتُکَ اِلَّا بِوَحْیٍ مِّنَ اللّٰہِ ۔۔۔۔۔ فَقَامَتْ اُمُّ حَبِیْبَۃَ فَجَلَسَتْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔۔۔۔ فَادْعُ اللّٰہَ لَہٗ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اھْدِہٖ بِالْھُدٰی وَجَنِّبْہُ الرَّدٰی وَاغْفِرْ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۰)

یعنی ایک دن جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ ام حبیبہ رضہ کے ہاں تھے۔ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا دیکھو کون ہے۔ عرض کی گئی۔ معاویہ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اُس کو اجازت دو۔ چنانچہ آپ اندر آگئے اور آپ کے کان پر وہ قلم رکھا ہوا تھا جس سے آپ لکھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاویہؓ یہ تیرے کان پر کیسا قلم رکھا ہوا ہے انہوں نے عرض کی آقا یہ قلم میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی خدمت کے لیے بنایا ہوا ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور خدا کی قسم میں نے تو تجھے اپنا کاتب مقرر ہی اس لیے

کیا ہے تاکہ تو اللہ تعالیٰ کی وحی لکھا کرے۔ جنابہ اُم حبیبہ رضی اٹھیں اور حضور کے
سامنے جا کر بیٹھ گئیں اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے لیے
دُعا فرما دیں تو آپ نے دعا فرمائی۔ اے مولا کریم معاویہ رض کو ہدایت پر قائم رکھنا اور
اسے بُری عادات سے محفوظ رکھنا اور اس کی دنیا و آخرت میں بخشش فرمانا۔

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ سے آپ
کے لیے دُعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّاھْدِ بِہٖ۔
اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۵۷ / تطہیر الجنان ص ۱۱ / طبرانی ج ۱ ص ۳۴۰ / ترمذی ج ۲ ص ۲۵
مشکوٰۃ ص ۵۷۱ / طبرانی اور ابن عساکر میں آپ کی دُعا میں ایک لفظ زائد ہے۔ الفاظ
ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّاھْدِہٖ وَاھْدِ بِہٖ (البدایہ ج
ص ۱۲۱) ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۲۱) ایک دفعہ آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی۔
اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْعِلْمَ وَاجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّاھْدِہٖ وَاھْدِ بِہٖ
(البدایہ ج ۸ ص ۱۲۱) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۶۵ (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۱ / تطہیر الجنان ص ۱۶ /
آپ کی ایک دُعا کے الفاظ اس طرح ہیں۔ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ
وَالْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ (مسند امام احمد ج ۴ ص ۱۲۷ / اشعۃ اللمعات ج ۴
ص ۳۵۷ / ابن عساکر ج ۲۵ ص ۷۱ / آپ کی ایک دُعا ان الفاظ مبارکہ پر مشتمل ہے۔
اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَمَکِّنْ لَّہٗ فِی الْبِلَادِ
وَقِہٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (تطہیر الجنان ص ۱۶ / محدث ابن کثیر اور حافظ
ابن عساکر نے اس دعا کے آخر میں صرف "وَقِہِ الْعَذَابِ" بیان کیا ہے لفظ "سُوْٓءَ"
ذکر نہیں فرمایا (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۱) ابن عساکر ج ۲۵، ص ۷، جیسا کہ اوپر مسند امام
احمد کی روایت میں بھی یہ لفظ مذکور نہیں ہے۔

یعنی۔ اے اللہ تعالیٰ معاویہ کو ہمیشہ خود بھی ہدایت پر قائم رکھنا اور اس کو لوگوں کو

ہدایت دینے کی توفیق بھی عطا فرمانا اور لوگوں کو اس کے ذریعے سے ہدایت نصیب بھی فرمانا۔ اے میرے اللہ معاویہ کو علم سکھلا دے اور اس کو حساب وکتاب بھی سکھا دے اور اسے عذاب سے محفوظ رکھنا اور اے میرے اللہ اسے دنیا میں بھی مضبوط حکومت عطا فرمانا۔ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی دعا کی قبولیت کا اعلان بزبان نبوی دنیا ہی میں کروا دیا تھا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ ائْتَمَنَ عَلٰی وَحْیِہٖ جِبْرِیْلُ وَاَنَا مُعَاوِیَۃَ ۔۔۔۔ فَغُفِرَ لِمُعَاوِیَۃَ ذُنُوْبَہٗ وَوَفَّاہُ حِسَابَہٗ وَعَلَّمَہٗ کِتَابَہٗ وَجَعَلَہٗ هَادِیًا مَّهْدِیًّا وَهَدٰی بِہٖ

(ابن عساکر ج ۲۵ ص ۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی مجھ تک پہنچانے کے لیے جبرئیلؑ کو امین بنایا اور میں نے اللہ کے کلام پر اس کو لکھوا کر قیامت تک کے مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے) معاویہؓ کو امین بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی الٰہی کی امانت کا حق ادا کرنے پر معاویہؓ کے تمام گناہ بھی معاف فرما دیئے اور اس کی نیکیوں کا اسے پورا پورا ثواب دیا اور اس کو اپنی کتاب کا علم بھی عطا فرما دیا اور اس کو ہدایت پر بھی قائم رکھا (رکھے گا) اور یہ لوگوں کو بھی ہدایت کا درس دیں گے اور لوگ ان سے ہدایت حاصل بھی کریں گے۔ جب جناب سیدنا عمر فاروقؓ نے حمص پر سے عمیر بن سعد کو معزول کر کے ان کی جگہ جناب معاویہ کو حمص کا گورنر مقرر فرمایا تو بعض لوگوں نے حضرت عمیر کے سامنے آکر جناب امیر معاویہؓ کے متعلق کچھ ناپسندیدہ الفاظ استعمال کیے تو آپ نے فرمایا۔ لا تذکروا معاویۃ الا بخیر فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللّٰھم اھد بہ واھدہ

(ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵) یعنی جناب امیر معاویہؓ کا ذکر بھلائی کے ساتھ ہی کیا کرو۔ کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا یا اللہ

امیر معاویہ کو
ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ کرنا۔ (البدایہ والنہایہ ۸ صد ۱۲۲)

جناب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب محبوب کائنات علیہ التحیۃ والصلوات نے ایک دفعہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ پھر فرمایا۔ اے معاویہؓ تیرے جسم کا کونسا حصہ میرے جسم کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ قَالَ وَجْهِي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَاهُ اللّٰهُ النَّارَ۔

آپ نے عرض کی۔ آقا میرا چہرہ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے چہرے کو آگ سے محفوظ فرما دیا۔ پھر آپ نے فرمایا اور کون سا حصہ میرے ساتھ لگا ہوا ہے۔ قَالَ صَدْرِي قَالَ حَشَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّاِيْمَانًا وَّنُوْرًا۔ عرض کی آقا۔ میرا سینہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے سینے کو علم، ایمان اور نور سے معمور فرما دے گا۔ پھر آپ نے فرمایا اور کون سا حصہ میرے ساتھ لگا ہوا ہے۔ قَالَ بَطْنِي قَالَ عَصَمَهُ اللّٰهُ بِمَا عَصَمَ بِهِ الْاَوْلِيَاءَ۔ عرض کی آقا۔ میرا پیٹ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے پیٹ کو ان تمام چیزوں سے (رزق حرام) سے محفوظ رکھے گا۔ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کے پیٹوں کو محفوظ رکھتا ہے (غور فرمائیں مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اللہ کے ولیوں میں سے ہونا بھی بیان فرما دیا۔ اب ذرا بخاری ۲ صد ۹۶۳ کی حدیث قدسی ایک بار پھر پڑھ لیں۔ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جو میرے کسی ولی سے عداوت یا بغض و عناد رکھے اُس کو میری طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔ تو جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر ولی ہیں تو پھر آپ کا دشمن اور آپ سے بغض و عناد رکھنے والا بھی اللہ تعالیٰ کے غضب و قہر کو دعوت دے رہا ہے نعوذ باللہ من ذالک)

پھر آپ نے فرمایا اور تیرے جسم کا کون سا حصہ میرے ساتھ لگا ہوا ہے۔
قَالَ كُلِّيْ قَالَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَوَقَاكَ الْحِسَابَ وَعَلَّمَكَ الْكِتَابَ وَجَعَلَكَ هَادِيًا وَهَدَاكَ وَهَدٰى بِكَ (مختصر تاریخ دشق ج۲۵ ص۹) جناب امیر معاویہؓ نے عرض کی آقا میرا سارے کا سارا جسم ہی آپ کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے حساب سے بچالے گا اور تجھے کتاب اللہ کا علم بھی عطا فرمائے گا اور تجھے ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا دے گا اور تجھ سے لوگوں کو بھی ہدایت نصیب ہو گی۔

صحاح ستہ کی اس حدیث اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به کے تحت محدث طیبی نے وضاحت لکھی۔ كَانَ مَهْدِيًّا تَاكِيْدًا وَاهْدِ بِهٖ تَكْمِيْلًا يَعْنِيْ اَنَّهٗ كَامِلٌ وَمُكَمِّلٌ وَلَا اِرْتِيَابَ اَنَّ دُعَاءَهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُسْتَجَابٌ فَمَنْ كَانَ هٰذَا حَالُهٗ كَيْفَ يُرْتَابُ فِيْ حَقِّهٖ (حاشیہ مشکوٰۃ ۱۵ ص۵۷۱)

"وَاهْدِ بِهٖ" ہادی کے کام کے پورا ہو جانے اور اس کے اپنے کام میں کامیاب ہونے کے لیے لایا گیا ہے کیونکہ بعض دفعہ ہدایت کرنے والے خلوص نیت سے ہدایت کرتے ہیں اور خدا کے فضل سے خود بھی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں لیکن ان کی کوئی مانتا نہیں ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدنا امیر معاویہؓ کے لیے دعا فرماتے ہوئے "مَهْدِيًّا" کے الفاظ لا کر آپ کی ذات کا ہدایت یافتہ ہونا بھی بیان فرما دیا اور "وَاهْدِ بِهٖ" کے ساتھ آپ کی صفت ہادی کا پورا ہونا اور آپ کا اس کام میں کامیاب و کامران ہونا بھی بیان فرما دیا۔

یعنی آپ کی ذات ہر طرح کامل و مکمل ہے اور اس میں کیا شک ہو سکتا ہے جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ سے آپ کے لیے دعا فرمائی ہے اور یہ ایک یقینی بات ہے کہ آپ کی دعا بارگاہِ خداوندی میں ضرور قبول ہوتی ہے۔ محدث ابن حجر ہیثمی اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ فَتَأَمَّلْ هٰذَا الدُّعَاءَ مِنَ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ وَاَنَّ اَدْعِيَتَهٗ لِاُمَّتِهٖ لَا سِيَّمَا اَصْحَابِهٖ مَقْبُوْلَةٌ غَيْرُ مَرْدُوْدَةٍ تَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اِسْتَجَابَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَا الدُّعَاءَ لِمُعَاوِيَةَ فَجَعَلَهٗ هَادِيًا لِلنَّاسِ وَمَهْدِيًّا فِيْ نَفْسِهٖ۔

(تطہیر الجنان ص۱۲) یعنی غور کرو کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ دعا فرما دی ہے اور حضور کی دعائیں بالخصوص صحابہ کرامؓ کے لیے تمام اُمت کے لیے بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوتی ہیں۔ رد نہیں کی جاتیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی قبولیت پر یقین رکھتے ہوئے تجھے یہ مان لینا چاہیے کہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ لوگوں کو ہدایت دینے والے بھی تھے اور خود ہدایت یافتہ بھی تھے۔

جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ اَمَا اِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رِدَاءٌ مِّنْ نُوْرِ الْاِيْمَانِ۔ (ابن عساکر ج۲۵ ص۱۰) کہ آپ قیامت کے دن اسی حال میں آئیں گے کہ آپ پر ایک نورانی چادر ہو گی جو کہ آپ کے ایمان کے نور کی ہو گی۔

ایک دفعہ جناب سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جناب حذیفہ بن یمانؓ

کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اَلَسْتَ شَاهِدٌ يَوْمَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِمُعَاوِيَةَ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِي سُفْيَانَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ مِنْ نُوْرٍ ظَاهِرُهَا مِنَ الرَّحْمَةِ وَ بَاطِنُهَا مِنَ الرِّضَا يَفْتَخِرُ بِهَا فِي الْجَمْعِ بِكِتَابَةِ الْوَحْيِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ حُذَيْفَةُ نَعَمْ

(ابن عساکر ۲۵، ص۱۱) کیا آپ اُس دن وہاں موجود نہیں تھے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدنا امیر معاویہؓ کو کہا تھا کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ وہ ایک نور کا لباس پہنے ہوں گے۔ اس کا ظاہر اللہ کی رحمت ہوگی اُس کا باطن اللہ کی رضا ہوگی اور اس کی وجہ سے وہ تمام میدان محشر میں فخر کریں گے اور یہ نور کا لباس آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں وحی الٰہی کی کتابت کرنے کی وجہ سے عطا ہوگا۔ جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر یہ دعا فرما رہے تھے۔ اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ بَدَنَ مُعَاوِيَةَ عَلَى النَّارِ

(ابن عساکر ۲۵ ص۱۱) اے میرے اللہ معاویہ کے جسم کو آگ پر حرام فرما دے جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلشَّاكُّ فِي فَضْلِكَ يَامُعَاوِيَةُ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفِي عُنُقِهٖ طَوْقٌ نَارٍ۔

(ابن عساکر ۲۵ ص۱۰) اے معاویہ جو تیری فضیلت میں شک کرے گا وہ جب قیامت کو اُٹھے گا تو اُس کے گلے میں آگ کا طوق ہوگا۔

جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا۔ یَطْلُعُ عَلَیْکُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَطَلَعَ مُعَاوِیَۃُ..... فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھُوَ ھٰذَا قَالَ نَعَمْ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۲) ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آرہا ہے چنانچہ جناب معاویہؓ آ گئے۔ میں نے عرض کی آقا یہی وہ جنتی آدمی ہیں جن کے متعلق ابھی ابھی آپ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں یہی ہیں۔ جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ یا اَبَا ھُرَیْرَۃَ اِنَّ فِیْ جَھَنَّمَ کِلَابًا..... یُسَلَّطُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی مَنْ لَعَنَ مُعَاوِیَۃَ بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ - (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۳) اے ابو ہریرہ دوزخ میں کچھ (خونخوار) کتے ہوں گے وہ اُس بدبخت پر چھوڑے جائیں گے جو دنیا میں معاویہؓ پر لعنت کرتا رہا ہوگا۔ جناب سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ فَقَالَتْ اُمُّ حَبِیْبَۃَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَفَاضَلَ اَصْحَابُکَ مِنْ قُرَیْشٍ وَیَفْتَخِرُوْنَ عَلٰی اَخِیْ بِمَا بَایَعُوْکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَفْتَخِرَنَّ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ فَلَقَدْ بَایَعَ کَمَا بَایَعُوْا وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَخَرَجْتُ مَعَہٗ فَقَعَدَ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَطَلَعَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَ سَائِرُ النَّاسِ..... فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَقَدْ بَایَعَ مُعَاوِیَۃُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ کَمَا بَایَعْتُمْ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَا عَلِمْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّہٗ فِیْ وَقْتِ مَا قَبَضَ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْضَۃً مِّنَ الذَّرِّ قَالَ فِی الْجَنَّۃِ وَلَا اُبَالِیْ کُنْتَ اَنْتَ یَا اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَطَلْحَۃُ وَالزُّبَیْرُ وَسَعْدٌ وَسَعِیْدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنِ الْجَرَّاحِ

وَمُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْيَانَ فِیْ تِلْكَ الْقَبْضَةِ وَلَقَدْ بَايَعَ كَمَا بَايَعْتُمْ وَنَصَحَ كَمَا نَصَحْتُمْ وَغَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ كَمَا غَفَرَ لَكُمْ وَاَبَاحَ الْجَنَّةَ كَمَا اَبَاحَكُمْ

(ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۵) اُم المومنین سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی آقا آپ کے جن قریشی صحابہ نے آپ سے حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان کی تھی وہ میرے بھائی معاویہ پر اپنی بڑائی جتاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی بھی ایک دوسرے پر بڑائی نہ جتائے اور اپنے آپ پر فخر نہ کرے کیونکہ معاویہ نے بھی اسی طرح بیعت کی ہے جس طرح انہوں نے بیعت کی تھی۔ پھر آپ خانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ باہر آ گیا چنانچہ آپ مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ جناب سیدنا ابوبکر صدیق جناب سیدنا عمر فاروق جناب سیدنا عثمان ذوالنورین۔ جناب سیدنا علی المرتضٰے اور دیگر بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اُس رب ذوالجلال کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے بھی اسی طرح مجھ سے بیعت رضوان کی ہے جس طرح تم نے کی تھی تو جناب سیدنا ابوبکر صدیق نے عرض کی آقا ہمیں تو معلوم نہیں ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اُس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے ارواح میں سے ایک مٹھی بھری اور فرمایا یہ جنت میں ہوں گے اور مجھے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور اس مٹھی بھری میں اے ابوبکر تیری عمر کی۔ عثمان کی۔ علی کی۔ طلحہ کی، زبیر کی۔ سعد کی سعید کی عبدالرحمٰن بن عوف کی، ابوعبیدہ بن جراح اور معاویہ بن ابوسفیان کی روحیں تھیں۔ لہٰذا معاویہ نے بھی مجھ سے ویسے ہی بیعت کی تھی۔ جس طرح تم نے بیعت کی تھی۔ اُس کو بھی ویسی ہی

فضیلت ملی جیسے تم کو ملی۔ اُس کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی بخش دیا جیسے تم کو بخشا تھا اور اُس کو بھی ویسے ہی جنتی فرمادیا جیسے کہ تم کو جنتی بنا دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سب سے رحم دل ابوبکرؓ ہیں اور عمر فاروقؓ اللہ کے دین میں بہت مضبوط ہیں اور عثمانؓ بہت زیادہ حیا والے ہیں اور سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے علی المرتضیٰ ہیں اور ہر ایک نبی کے کچھ حواری ہوتے ہیں۔ میرے حواری طلحہؓ اور زبیرؓ ہیں اور سعد بن ابی وقاصؓ جس جگہ بھی ہوں گے حق اُن کے ساتھ ہو گا اور سعید بن زیدؓ جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اللہ تعالیٰ کے بہت پیارے بندوں میں سے ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ تاجروں میں سے ہیں اور ابو عبیدہ بن جراحؓ اللہ اور اللہ کے رسول کا امین ہے۔ وَصَاحِبُ سِرِّیْ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَقَدْ نَجَا وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ (تطہیر الجنان صد ۱۲) اور میرا راز دار معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ جس نے ان سب سے محبت رکھی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان سے عداوت رکھی وہ ہلاک ہو گیا۔ بخاری شریف میں حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کے الفاظ ہیں۔

يَقُوْلُ اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ ـ

(بخاری شریف جلد ۱ صد ۴۱۲) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں سے پہلا لشکر جو بحری جنگ لڑے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب فرمادے گا۔ اُم حرام فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس بحری جنگ میں شامل ہو سکوں گی تو آپ نے

فرمایا۔ ہاں اے ام حرام تو بھی انہی میں سے ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ بحری جنگ کب ہوئی تھی جس میں نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی حضرت ام حرام کی شمولیت بیان فرمادی تھی۔ بخاری ہی میں اس کا جواب موجود ہے۔ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ زَمَانَ مُعَاوِيَةَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ۔

بخاری ج۲ ص۹۳۰ مسلم ج۲ ص۱۶۲) یعنی آپ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری کے زمانے میں سمندر پر سوار ہوئیں اور جب آپ سمندر سے پار ہوگئیں تو اپنی سواری سے گر کر ہلاک ہوگئیں۔ شاید کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ "زَمَانَ مُعَاوِيَةَ" کا ترجمہ "آپ کی سپہ سالاری میں جو کیا گیا یہ صحیح نہیں ہے تو جناب آئیں بخاری کی ایک روایت سے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ مَعَ مُعَاوِيَةَ...... الخ (بخاری ج۱ ص۳۹۲)

یعنی حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس جہاد کے لیے نکلیں جو جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (ان کی سپہ سالاری میں) مسلمانوں نے پہلا بحری جہاد کیا تھا۔۔۔۔ الخ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضرت ام حرام جس جہاد میں شامل ہوئی تھیں۔ اس میں جناب سیدنا امیر معاویہ بذات خود شامل تھے بلکہ اس لشکر کے سپہ سالار تھے اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ پہلا بحری جہاد تھا اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا "میری امت میں سے جو پہلا لشکر بحری جنگ لڑے گا اس پر جنت واجب ہوگئی" تو جب یہ حضورؐ کی امت میں سے پہلا بحری جہاد ہے۔ جس میں حضرت ام حرام

بھی شامل ہوئیں تو جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بذات خود اس میں شامل ہوئے تو حضور کی بشارت کے مطابق یہ تمام لشکر یقینی جنتی ہے اور اوران جنتیوں کے سردار جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء صد ۱۰۹ پر ہے ★ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانِ الْاَنْصَارِيَّةُ فَسَقَطَتْ عَنْ دَابَّتِهَا فَمَاتَتْ شَهِيْدَةً هُنَاكَ وَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اَخْبَرَهَا بِهٰذَا الْجَيْشِ وَدَعَالَهَا۔

(ابن عساکر ج ۲۴ صد ۳۷۴) اس کا ترجمہ تاریخ الخلفاء اردو صد ۲۲۹ سے نقل کرتا ہوں۔ ۲۷ھ میں امیر معاویہؓ نے جہاز کے ذریعہ لشکر لے جا کر جزیرہ قبرص پر حملہ کیا (اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا) اس لشکر میں مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی اپنی بیوی ام حرام بنت ملحان انصاریہ کے ساتھ موجود تھے آپ کی بیوی باربردار جانور سے گر گئیں اور اسی صدمہ سے ان کا انتقال ہو گیا اور ان کو وہیں قبرص میں دفن کر دیا گیا اس لشکر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی (نیز بعض من چلے قسطنطنیہ کی جنگ کے حوالے سے یزید کو زبردستی جنتی بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اولاً تو وہ روایت مضطرب ہے نیز شاذ بھی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ منکر بھی ہے اور بشارت والے الفاظ مدرج ہیں۔ اس کے چاروں راوی نامعتبر ہیں اور اگر ضرور اس روایت اور اس میں مذکور بشارت کو صحیح ہی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی یزید پلید اس بشارت کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ بشارت مخصوص ہے "اَوَّلُ جَيْشٍ" یعنی پہلے لشکر کے ساتھ تقریباً تمام تواریخ اسلام اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ خلافت عثمانیہ میں حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا تھا لہٰذا پھر بھی آپ ہی بخشے

ہوئے ٹھہرے کیونکہ یزید تو ۲۵ یا ۲۶ یا ۲۷ سنہ ھ میں پیدا ہوا جبکہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ ۳۲ سنہ ھ میں ہوا۔ اس وقت یزید لعین تو ابھی کہیں کھلونوں سے کھیل رہا ہوگا۔ اس روایت میں جو دو جنگیں مذکور ہیں وہ دونوں جناب سیدنا امیر معاویہ ہی نے لڑی ہیں لہٰذا اس میں مذکور دونوں بشارتیں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہوں گی)

جناب سیدنا امیر معاویہ کا ایمان لانا

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نقل فرماتے ہیں۔

اسلام وے پیش از فتح است یعنی پیش از پدر و پیش ازاں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم درمکہ در آید و فتح کند او از مکہ رفت دریافت طریق آنحضرت را و اسلام آورد و روایت است کہ وے میگفت اسلام آوردم یوم القضیہ یعنی عمرۃ القضاء وملاقات کردم دراں روز آنحضرت را مسلمان۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۵۳۹) اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ آنے اور مکہ کو فتح کرنے سے قبل ہی امیر معاویہ اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے اس سے پہلے جا کر آنحضرت کا طریقہ دریافت کیا تھا اور مسلمان ہو گئے تھے۔ روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں عمرۃ القضاء کے روز اسلام لے آیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالت ایمان ہی میری ملاقات ہوئی تھی۔ (مدارج النبوۃ اردو جلد ۲ صہ ۷۴۴)

حافظ ابن عساکر نقل فرماتے ہیں۔ قَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ لَمَّا كَانَ عَامُ الْحُدَيْبِيَةِ وَصَدَّتْ قُرَيْشٌ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْبَيْتِ وَدَافَعُوهُ بِالرَّاحِ وَكَتَبُوا بَيْنَهُمُ الْقَضِيَّةَ

وَقَعَ الْاِسْلَامُ فِیْ قَلْبِیْ۔ (ابن عساکر ج ۲۴ ص ۲۰۳) یعنی جس سال صلح حدیبیہ ہوئی۔ جب قریش مکہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ اور ان کے درمیان جب صلح نامہ لکھا گیا اس وقت ہی اسلام میرے دل میں گھر کر گیا تھا۔" فَاَسْلَمْتُ وَاَخْفَیْتُ اِسْلَامِیْ فَوَاللّٰہِ لَقَدْ رَحَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْحُدَیْبِیَۃِ وَاِنِّیْ مُصَدِّقٌ بِہٖ ...... وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عُمْرَۃَ الْقَضِیَّۃِ وَاَنَا مُسْلِمٌ مُصَدِّقٌ بِہٖ ...... وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَامَ الْفَتْحِ فَاَظْہَرْتُ اِسْلَامِیْ وَلَقِیْتُہٗ فَرَحَّبَ بِیْ وَکَتَبْتُ لَہٗ ...... وَشَہِدَ مُعَاوِیَۃُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ غَنَائِمِ حُنَیْنٍ مِائَۃً مِّنَ الْاِبِلِ وَ اَرْبَعِیْنَ اُوْقِیَّۃً وَزَنَہَا بِلَالٌ۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِتَّخِذْ مُعَاوِیَۃَ کَاتِبًا۔ (ابن عساکر ج ۲۴ ص ۲۰۳) اَنَّہٗ قَالَ اَسْلَمْتُ یَوْمَ عُمْرَۃِ الْقَضَاءِ وَلٰکِنِّیْ کَتَمْتُ اِسْلَامِیْ مِنْ اَبِیْ اِلٰی یَوْمِ الْفَتْحِ (تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۲۱) قَالَ اَسْلَمْتُ یَوْمَ الْقَضِیَّۃِ وَلٰکِنْ کَتَمْتُ اِسْلَامِیْ مِنْ اَبِیْ ...... وَلَقَدْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَکَّۃَ فِیْ عُمْرَۃِ الْقَضَاءِ وَاِنِّیْ لَمُصَدِّقٌ بِہٖ ثُمَّ لَمَّا دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ اَظْہَرْتُ اِسْلَامِیْ فَجِئْتُہٗ فَرَحَّبَ بِیْ وَکَتَبْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ قال واقدی وَشَہِدَ مَعَہٗ حُنَیْنًا وَاَعْطَاہُ مِائَۃً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَرْبَعِیْنَ اُوْقِیَّۃً مِنْ ذَہَبٍ وَزَنَہَا بِلَالٌ وَشَہِدَ الْیَمَامَۃَ

وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّهُ هُوَالَّذِیْ قَتَلَ مُسَیْلَمَۃَ حکاہ ابن عساکر (ج ۲۵ ص۱۶) وَقَدْ یَکُوْنُ لَہٗ شِرْکٌ فِیْ قَتْلِہٖ وَاِنَّمَا الَّذِیْ طَعَنَہٗ وَحْشِیٌّ ...... وَتَفَرَّدَ بِالسُّؤْدَدِ بَعْدَ یَوْمِ بَدْرٍ ثُمَّ لَمَّا اَسْلَمَ حَسَنَ بَعْدَ ذَالِکَ اِسْلَامَہٗ وَکَانَ لَہٗ مَوَاقِفُ شَرِیْفَۃٌ وَآثَارٌ مَحْمُوْدَۃٌ فِیْ یَوْمِ الْیَرْمُوْکِ وَمَا قَبْلَہٗ وَمَا بَعْدَہٗ ..... وَرَوٰی عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَحَادِیْثَ کَثِیْرَۃً فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَغَیْرِھِمَا مِنَ السُّنَنِ وَالْمَسَانِیْدِ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۷) عَلٰی مَا حَکَاہُ الْوَاقِدِیّ بَعْدَ الْحُدَیْبِیَّۃِ وَقَالَ غَیْرُہٗ بَلْ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّۃِ وَکَتَمَ اِسْلَامَہٗ عَنْ اَبِیْہِ وَاُمِّہٖ حَتّٰی اَظْھَرَہٗ یَوْمَ الْفَتْحِ فَھُوَ فِیْ عُمْرَۃِ الْقَضِیَّۃِ الْمُتَاَخِّرَۃِ عَنِ الْحُدَیْبِیَّۃِ الْوَاقِعَۃِ سَنَۃَ سَبْعٍ قَبْلَ فَتْحِ مَکَّۃَ بِسَنَۃٍ کَانَ مُسْلِمًا (تطہیر الجنان ص ۷) اِنَّہٗ شَھِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حُنَیْنًا وَاَعْطَاہُ مِنْ غَنَائِمِ ھَوَازِنَ مِائَۃَ بَعِیْرٍ وَاَرْبَعِیْنَ اَوْقِیَۃً مِنَ الذَّھَبِ .... وَاِنَّمَا اَعْطَاہُ زِیَادَۃً فِیْ تَالِیْفِ اَبِیْہِ لِکَوْنِہٖ مِنْ اَکَابِرِ مَکَّۃَ وَاَشْرَافِھِمْ

(تطہیر الجنان ص ۸)

أَنَّهُ أَسْلَمَ بَعْدَ الْحُدَيْبِيَةِ وَكَتَمَ إِسْلَامَهُ حَتَّى أَظْهَرَهُ عَامَ الْفَتْحِ وَإِنَّهُ كَانَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ مُسْلِمًا ...... وَحَكَى ابْنُ سَعْدٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لَقَدْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ عُمْرَةِ الْقَضِيَّةِ وَلٰكِنِّي كُنْتُ أَخَافُ ۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۴۳۳) وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ قَالَ أَسْلَمْتُ يَوْمَ الْقَضِيَّةِ لَقِيتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مُسْلِمًا ۔ (الاستیعاب حاشیہ علی الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۵) أَسْلَمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَقِيْلَ قَبْلَ ذَالِكَ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۷) أَسْلَمَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَكَتَبَ الْوَحْيَ (تقریب التہذیب صفحہ ۳۴۱)

یعنی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے دن ہی خفیہ طور پر سچے دل سے ایمان لا چکے تھے (اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا بیعت رضوان میں شامل ہونا اور بیعت رضوان والوں کا درجہ اور ثواب ان کو بھی حاصل ہونا بیان فرمادیا ہے (حوالہ اوپر گزر چکا ۔ ابن عساکر جلد ۱۵ صفحہ ۱۵) لیکن اپنے باپ کے خوف سے اپنے ایمان کا اظہار نہ کیا ۔ (اور یہ اسلام میں جائز ہے ۔ جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ غزوۂ بدر کے دن دل سے تو اسلام قبول کر چکے تھے لیکن فتح مکہ کے دن تک اپنی برادری کے طعن و تشنیع کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رکھا یعنی تقریباً سات سال تک ۔ جبکہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو صرف ایک سال تک اپنا اسلام لانا پوشیدہ رکھا) اور ۷ھ میں آئندہ سال جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حدیبیہ والے عمرے کی قضا کے طور پر ۔ عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لائے تھے اس وقت بھی آپ کامل و اکمل مومن تھے حتی کہ فتح مکہ کے دن جب آپ کے باپ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ

نے اسلام قبول کر لیا تو پھر آپ نے بھی اپنا ایمان ظاہر فرما دیا اور آپ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ بہت خوش ہوئے اور انہیں خوش آمدید کہا اور اللہ تعالیٰ کے حکم، جبریل امین کے مشورے اور حضرت ابوسفیان کی عرض پر آپ کو اپنا کاتب وحی مقرر فرما لیا۔ چونکہ جو راز کسی کا پرسنل سیکرٹری اور منشی جانتا ہے وہ دوسرے لوگ نہیں جانتے ہوتے لہٰذا آپ ان کو اللہ کی وحی کا امین اور اپنا راز دار فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ صرف وحی الٰہی ہی نہیں بلکہ آپ کے باقی خطوط بھی آپ کی اجازت اور حکم سے لکھا کرتے تھے۔ اور غزوہ حنین میں بھی آپ نے شامل ہو کر جہاد فرمایا اور حضور نے آپ کو مال غنیمت میں سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا بھی عطا فرمایا تھا۔

۔ جنگ یرموک میں اور اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی آپ کے بڑے کارنامے ہیں۔ آپ حضور کے جلیل القدر صحابی بھی ہیں آپ کے سالے بھی ہیں۔ (آپ کے ہم زلف بھی ہیں کیونکہ حضور کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن۔ قریبۃ الصغریٰ۔ حضرت امیر معاویہ کی بیوی تھیں۔ کتاب المنیر) اور حضور کی بہت سی احادیث ان سے بخاری مسلم اور ان کے علاوہ اکثر سنن اور مسانید میں روایت کی گئی ہیں۔ (آپ کی مروی احادیث کی تعداد امام جلال الدین سیوطی اور امام ابن حجر ھیتمی نے ایک سو ترسیٹھ بیان کی ہے۔ ان میں سے چار احادیث تو ایسی ہیں جن کو امام بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر نقل کیا ہے اور چار ایسی روایات ہیں جو امام بخاری نے تو نقل کی ہیں لیکن امام مسلم نے ان کو نقل نہیں فرمایا۔ اس طرح بخاری میں آپ کی روایات کی تعداد آٹھ ہو گئی اور ان میں سے پانچ روایات ایسی ہیں جن کو امام مسلم نے تو ذکر فرمایا ہے لیکن انہیں امام بخاری نے نقل نہیں فرمایا۔ اس طرح مسلم شریف

میں آپ کی روایات کی تعداد نو ہوگئی ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷، تطہیر الجنان ص ۲۸) اسی طرح باقی تمام حدیث کی کتابوں میں آپ کی روایات احکام کے ضمن میں بھی بیان کی گئی ہیں ۔ اس سے محدثین، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اور دیگر آئمہ اسلام کے نزدیک آپ کی ثقاہت ثابت ہوئی ورنہ آپ کی روایات کو کبھی بھی اپنی کتب میں درج نہ فرماتے اور آپ کی بیان کردہ احادیث سے وہ کبھی بھی مسائل کا استنباط نہ کرتے ۔ چنانچہ امام مسلم فرماتے ہیں ۔ اِذْ كَانَ خَبَرُ الْفَاسِقِ غَيْرَ مَقْبُوْلٍ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا اَنَّ شَهَادَتَهٗ مَرْدُوْدَةٌ عِنْدَ جَمِيْعِهِمْ ۔ (مقدمہ مسلم ص ۶) یعنی علمائے کے نزدیک فاسق کی حدیث مقبول نہیں ہوتی ۔ جیسا کہ فاسق کی گواہی مردود ہوتی ہے ۔ اور یہ بات سب کے نزدیک مسلّم ہے ۔ اور یہی امام مسلم اپنی صحیح مسلم میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نو روایات نقل فرما رہے ہیں ۔ مسئلہ واضح ہے ۔

فافهموا یا اولی الابصار ۔

نیز مسیلمہ کذاب ۔ جس نے حضور کے زمانہ ظاہری ہی میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا ۔ اس سے خلافت صدیقی میں جب جنگ لڑی گئی تھی جو جنگ یمامہ کے نام سے مشہور ہے ۔ اس میں بھی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شامل تھے بلکہ آپ مسیلمہ کو قتل کرنے میں شریک تھے ۔ جبکہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اس کو نیزہ مارا تھا تو آپ نے بھی تلوار سے اس پر وار کیا تھا اور وہ ہلاک ہوگیا تھا ۔ بعد میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۷، ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۶)

بعض حضرات اس شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کو باغی گروہ قتل کرے گا اور وہ لوگ ان کو دوزخ کی طرف

بلانے والے ہوں گے۔ چونکہ حضرت عمار بن یاسر کو لشکر امیر معاویہ نے قتل کیا تھا لہٰذا۔ وہ اور ان کا امیر سب دوزخی اور باغی ہوئے۔ تو جناب اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ اولاً تو محدث ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں کہ جب یہ حدیث جناب امیر معاویہ کو سنائی گئی تو آپ نے فرمایا۔ أَنَحْنُ قَتَلْنَاهُ إِنَّمَا قَتَلَهُ مَنْ جَاءَ بِهِ فَأَلْقَوْهُ بَيْنَ رِمَاحِنَا فَصَارَ مِنْ عَسْكَرِ مُعَاوِيَةَ (تطہیر الجنان ص۳۳) حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمار کو ہم نے قتل نہیں کیا بلکہ ان کو تو ان ہی لوگوں نے قتل کیا تھا جو ان کے ساتھی تھے۔ (یاد رہے معتبر تواریخ اسلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علی کے لشکر میں کچھ شرپسند عناصر بھی شامل ہو گئے تھے۔ دراصل وہی جنگ کا سبب بھی بنے تھے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ہی آپ کو ہجوم میں شہید کر دیا ہو) اور وہ لوگ آپ کو شہید کر کے ہمارے درمیان پھینک گئے۔ اس طرح آپ کا قتل لشکر معاویہ کے ذمہ لگ گیا۔ اس طرح تو معاملہ ویسے ہی بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جن شرپسندوں نے آپ کو شہید کیا تھا واقعی وہ باغی گروہ تھا جن کا تعلق حقیقی طور پر حضرت علی کے ساتھ بھی نہیں تھا۔ بلکہ محض انتشار پیدا کرنے کی خاطر وہ حضرت علی کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ اور اگر اس بات کو نہ مانا جائے تو دوسری گذارش یہ ہے کہ یہ روایت نامعتبر اور ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے تین راوی مُسَدَّد، عبدالعزیز بن مختار اور خالد الخزا۔ آئمہ حدیث اور آئمہ جرح و تعدیل کے نزدیک نامعتبر ہیں۔ اسماء الرجال کی کتب ملاحظہ فرمالیں۔ آپ پر حق واضح ہو جائے گا۔ نیز لشکر امیر معاویہ میں صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد شامل تھی۔ بالخصوص۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جن کے متعلق حضور بالکل صاف صاف نام لیکر ان کا جنتی ہونا

بیان فرما چکے ہیں کیا معاذ اللہ یہ تمام صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں شامل صحابہ جو ان جنگوں میں حضرت علی کے مقابل تھے اور سیدنا امیر معاویہ کی حمایت میں لڑے تھے کیا وہ بھی دوزخی ہوں گے یا یہ حکم صرف ایک حضرت امیر معاویہ ہی کے متعلق ہے۔ اگر وہ سب حضرت علی کے مقابل ہونے کے باوجود بھی جنتی ہیں تو پھر حضرت امیر معاویہ کے جنتی ہونے پر بھی اس سبب سے کوئی سب وطعن نہیں کیا جا سکتا۔ اور حد تو یہ کہ خود حضرت علی بھی ان کو جنتی فرماتے ہیں۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَتْلَایَ وَقَتْلیٰ مُعَاوِیَۃَ فِی الْجَنَّۃِ رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵ ص ۳۰۳، مجمع الزوائد جز ۹ ص ۳۵۷) یعنی آپ نے فرمایا۔ میری اور معاویہ کی جنگ میں قتل ہونے والے دونوں طرف کے لوگ جنتی ہیں۔ اسی لئے جناب علی المرتضیٰ نے ان تمام مقتولین کا جنازہ بھی پڑھا تھا۔ (تاریخ کامل ابن اثیر ۳ ص ۲۵۴) نیز جناب سیدنا علی المرتضیٰ نے وضاحت فرمادی ہے۔ اِنَّا لَمْ نُقَاتِلْھُمْ عَنِ التَّکْفِیْرِ وَلَمْ نُقَاتِلْھُمْ عَلَی التَّکْفِیْرِ لَنَا وَلٰکِنَّا رَاَیْنَا اَنَّا عَلَی الْحَقِّ وَرَاَوْا اَنَّھُمْ عَلیٰ حَقٍّ۔ (قرب الاسناد ص ۴۵)۔ آپ نے فرمایا کہ نہ تو ہم ان سے اس لئے لڑے کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے اور نہ ہی ہم ان سے اس لئے لڑے کہ ہم ان کو کافر کہتے تھے بلکہ (ایک معاملہ تھا اس میں) ہم سمجھتے تھے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ حق پر ہیں۔ (اسی غلط فہمی کی بنا پر لڑائی ہو گئی) بلکہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد اپنے تمام حکام کو یہ حکم نامہ بطور وضاحت لکھ کر روانہ فرمایا تھا۔ وَالظَّاھِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِیَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِی الْاِسْلَامِ وَاحِدَۃٌ وَلَا نَسْتَزِیْدُھُمْ فِی الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَالتَّصْدِیْقِ بِرَسُوْلِہٖ وَلَا

يَسْتَزِيْدُ وَنَا الْأَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ (نہج البلاغہ ص ۴۴۸) یعنی یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہمارا رب ایک ہے۔ نبی ایک ہے۔ دعوت اسلام بھی ایک ہے۔ نہ تو ہم ایمان با اللہ اور تصدیق بالرسول میں ان سے کسی بڑائی کے دعوے دار ہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں وہ ہم پر کچھ بڑائی جتاتے ہیں۔ ہمارا معاملہ بالکل ایک جیسا ہے۔ در اصل ہم میں اختلاف تو صرف حضرت عثمان کے خون کے متعلق پیدا ہوا۔ (اور خدا گواہ ہے کہ) ہم اس سے بری ہیں۔

اور جنگ جمل کے موقع پر جب جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے شامی لشکر کے ذمہ دار افراد سے پوچھا تھا کہ تم کیا چاہتے ہو تو۔ قَالُوْا نَطْلُبُ بِدَمِ عُثْمَانَ۔ (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۸۲) تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تو صرف حضرت عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں۔ بلکہ جنگ صفین کے بعد جناب سیدنا علی المرتضٰی نے فرمایا۔ لَا تَكْرَهُوْا اَمَارَةَ مُعَاوِيَةَ وَاللهِ لَئِنْ فَقَدْتُمُوْهُ لَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الرُّؤُوْسِ تَنْدُرُ عَنْ كَوَاهِلِهَا كَالْحَنْظَلِ۔ (ابن عساکر ج ۲۴ ص ۷۰۱، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۱) یعنی لوگو۔ امیر معاویہ کی حکومت کو برا نہ سمجھو خدا کی قسم جب وہ نہیں ہوں گے تو سر کٹ کٹ کر اندرائن کے پھلوں (تمہ) کی طرح زمین پر گریں گے۔ (اس میں یزید کی حکومت کے ظلم و ستم کی طرف اشارہ ہے) علامہ تفتازانی نقل فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا۔ یہ شامی بھی ہمارے اسلامی بھائی ہی ہیں۔ لہٰذا۔ نہ تو وہ کافر تھے اور نہ ہی ان کو فاسق یا ظالم کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان کی جنگ ایک تاویل پر مبنی تھی۔ اگرچہ اس میں وہ غلطی پر تھے لہٰذا زیادہ سے زیادہ ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان سے اجتہاد کرنے میں غلطی ہو گئی

تھی اور اس سے فسق لازم نہیں آتا چہ جائیکہ ان کو کافر کہا جائے۔ اسی لئے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شامیوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا تھا۔ (شرح مقاصد ج۲ ص ۳۰۵)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے یہ الفاظ مبارک نقل فرمائے ہیں۔ اِنَّ ابنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہُ یُصْلِحُ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (بخاری ج۱ ص ۳۷۳، ج۲ ص ۱۰۵۳، ص ۱۰۵۴ وغیرہ) میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بہت بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ دنیا کا ہر ذی علم شخص جانتا ہے اور دنیا کی ہر مکتب فکر کی تاریخ کی تمام کتب اس بات پر گواہ ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ جب ۴۰ھ میں خلیفۃ المسلمین بنے تو صرف ۶ ماہ حکومت کرنے کے بعد جب کوفیوں نے آپ کو جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا تو آپ نے جناب امیر معاویہ سے صلح کر لی تھی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور اپنی خلافت ان کو ملکہ کر دے دی تھی اور آپ کی اقتداء میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی جناب امیر معاویہ سے بیعت کر لی تھی۔ اور یہ دو بہت بڑے گروہ۔ یعنی ایک سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ والے اور دوسرے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ والے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں گروہوں کو مسلمان فرما رہے ہیں۔ اب جس شخص کا زبانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین اور ایمان ہے وہ تو سیدنا امیر معاویہ کے ایمان میں شک نہیں کر سکتا۔ اور جس کو آپ کے ایمان پر شک ہے پھر اس کو رسول خدا کے فرمان پر ہی شک ہے۔ اور یہ حدیث شریف بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے اور ان کے علاوہ بھی حدیث کی تقریباً تمام کتابوں میں حضور کا یہ فرمان موجود ہے۔

اب دو ہی راستے ہیں یا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان مقدس پر ایمان لاتے ہوئے سیدنا امیر معاویہ کو پکا اور سچا مسلمان مان لیں ۔ یا پھر آپ کی عزت و عظمت کا انکار کرنے سے پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی نشان کا انکار کر دیں ۔ بعض بازی گر یہاں یہ دھوکا دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ جی حضور نے مسلمان فرمایا ہے مومن نہیں فرمایا اور مسلمان تو صرف اوپر اوپر سے ماننے والے کو کہتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دھوکا روح قرآنی سے لاعلمی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے ورنہ قرآن کریم میں تو ارشاد خداوندی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی تھی ۔ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۲/۱۳۲) یعنی تم مسلمان ہی مرنا ۔ اللہ تعالیٰ کا اس وصیت ابراہیمی کو بیان فرمانے میں منشا یہ ہے کہ سب لوگ اس حکم کو تسلیم کریں اور ہر ایک کو مسلمان ہی مرنا چاہیئے ۔ حضور نے فرمایا ۔ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۶/۱۶۴ ، ۳۹/۱۲) میں پہلا مسلمان ہوں ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ ہی فرما دیا ۔ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ (۲۲/۷۲) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے ۔ اب بتاؤ ۔ خدا چاہتا ہے کہ ہر انسان مسلمان پیدا ہوتا ہے اسے مسلمان بن کر ہی زندگی گزارنی چاہیئے ۔ اور مسلمان کہلوانا چاہیئے اور مسلمان ہی مرنا چاہیئے ۔ تو کیا معاذ اللہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے پیغمبر منافقت کا حکم فرما رہے ہیں اور منافقت کا اعلان فرما رہے ہیں ۔ استغفر اللہ العظیم واتوب الیہ ۔ قرآن پاک میں مومن اور مسلمان دونوں الفاظ مترادف معنوں میں استعمال ہوئے ہیں ۔ نیز اگر اس لفظ سے جناب امیر معاویہ کے ایمان پر شک آتا ہے تو پھر اس شک سے جناب امام حسن بھی نہیں بچ سکتے ۔ کیونکہ ان کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے ۔ لہٰذا جو کچھ بھی کہنا ہے دونوں کو کہو ۔ اگر وہ ایمان والے ہیں تو یہ بھی ایمان والے ہیں ۔ اور اگر یہ ایمان والے نہیں تو ان کے ایمان سے بھی انکار

کرنا پڑے گا۔ نیز جناب حسنین کریمین نے جو سیدنا امیر معاویہ سے بیعت کی ان کو اپنی خلافت لکھ کر دے دی (یہاں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ بعض لوگ حضرت امیر معاویہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے یزید جیسے برے شخص کو حکومت دی لہٰذا وہ بھی یزید کے گناہوں میں برابر کے شریک ہیں۔ تو پھر یہاں حضرت امیر معاویہ کو حضرت امام حسن اپنی خلافت لکھ کر دے رہے ہیں۔ اگر جناب امیر معاویہ غلط تھے تو کیا ان کی بیعت کرنے اور ان کو اپنی حکومت لکھ کر دینے پر حضرت امام حسن پر وہی اعتراض نہیں آئے گا۔ فافھموا یا اولی الالباب۔) کیا آپ نے قرآن کے خلاف تو نہیں کیا۔ اللہ کا قرآن فرماتا ہے۔ ایمان والے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے (۵۸/۲۲) نیز فرمایا جس کا دل ہماری یاد سے غافل ہو گیا۔ اس کی اطاعت قبول نہ کرو۔ (۱۸/۲۸) اور جس نے جس سے دوستی رکھی وہ اسی کے جیسا سمجھا جائیگا۔ (۶/۵۱)، ۴/۱۴۰) وغیرہ) اس طرح کی بہت سی آیات پیش کی جا سکتی ہیں۔ رہا ان کی بیعت کا مسئلہ تو آؤ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمالیں۔

اولاً تو جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی جناب امیر معاویہ سے صلح کرلی تھی۔ قُلْنَا لَا یَجُوْزُ اللَّعْنُ عَلٰی مُعَاوِیَۃَ لِاَنَّ عَلِیًّا صَالَحَ مَعَہٗ وَلَوْ کَانَ مُسْتَحِقًّا لِلَّعْنِ لَکَانَ لَا یَجُوْزُ الصُّلْحُ مَعَہٗ۔ (حاشیہ شرح عقائد نسفی ص ۱۱۶) (اپنے آپ کو حنفی کہلاتے والے بالخصوص غور فرمائیں) یعنی "ہم کہتے ہیں کہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کیونکہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح فرمائی تھی۔ اور اگر آپ مستحق لعنت ہوتے تو جناب علی المرتضیٰ آپ سے کبھی بھی صلح نہ کرتے۔ (جیساکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید ملعون سے صلح نہیں فرمائی تھی) اسی صفحہ پر ہے۔ صَالَحَ مَعَہٗ الْحَسَنُ بْنُ عَلِی (حاشیہ شرح عقائد ص ۱۱۶)

وقد م معاویۃ الکوفۃ فبایع لہ الحسن بالخلافۃ وسمی عام الجماعۃ (ابن عساکر ۲۴ ص ۴۰۲) واما خلافۃ معاویۃ فثابتۃ صحیحۃ بعد .... خلع الحسن نفسہ عن الخلافۃ وتسلیمہا الی معاویۃ ..... فوجبت امامتہ بعقد الحسن لہ وسمی عامہ عام الجماعۃ ۔ (شواہد الحق ص ۴۷۰، فتح القدیر ۵ ص ۴۶۱، مستدرک ۳ ص ۱۷۳) قال یا حسن قم فبایع فقام فبایع ثم قال للحسین قم فبایع فقام فبایع (رجال کشی ص ۱۰۲) صلح ہوئی اور صلح نامہ لکھا گیا ۔ (کشف الغمہ ۱ ص ۵۷۰) صالح الحسن بن علی معاویۃ (احتجاج مروج الذہب ۲ ص ۴۳۱، مقتل ابی مخنف ص ۲، ناسخ التواریخ ۱ ص ۲۲۸، مناقب آل ابی طالب ۴ ص ۳۴، طبری ۶ ص ۹۲، جلاء العیون ۱ ص ۳۹۵، ۴۰۳) الحسن بن علی وقد بایع لمعاویۃ (مروج الذہب ۲ ص ۷) فقال الحسین انا قد بایعنا وعاھدنا ولا سبیل الی نقض بیعتنا ۔ (اخبار الطوال ص ۲۲۰) پھر آپ نے بھرے مجمع میں کھڑے ہوکر بیعت معاویہ کا اعلان کیا اور لوگوں کو بھی اس طرف ترغیب دی اور فرمایا جو میرا ماننے والا ہے وہ معاویہ کی بیعت کرے ۔ (کشف الغمہ ۱ ص ۵۷۰، مستدرک ۳ ص ۱۷۵، البدایہ والنہایہ ۸ ص ۲۳) جناب امیر معاویہ کے سامنے بعض شرپسندوں نے حضرات حسنین کریمین کی طرف سے کچھ غلط باتیں پہنچائیں ۔ آپ نے تحقیقی رقعہ لکھا جناب امام حسین نے جواب میں لکھا کہ میں تو آپ کی بیعت پر بالکل قائم ہوں ۔ البتہ جو باتیں آپ تک پہنچی ہیں وہ شرپسندوں، انتشار پیدا کرنے والے لوگوں کی بکواس ہے ۔ (مقتل ابی مخنف ص ۶) جب بعض لوگوں نے آپ پر بیعت معاویہ کے سلسلہ میں اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ۔ اَنَّ مُعَاوِیَۃَ خَیْرٌ لِّیْ مِنْ ھٰؤُلَاءِ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ لِیْ شِیْعَۃٌ

(ناسخ التواریخ ۔ ۱ صہ ۲۱۴) بے شک معاویہ میرے لیئے ان میرے شیعوں سے اچھا ہے" ۔ بیعت معاویہ پر آپ کو جب بعض بدبختوں نے یَا عَارَ الْمُؤْمِنِیْن کہہ کر پکارا تو آپ نے فرمایا ۔ اَلْعَارُ خَیْرٌ مِّنَ النَّارِ (البدایہ والنہایہ ۹ صہ ۲۱) یعنی ۔ عار نار سے بہتر ہے ۔ اس سے کچھ اور معلوم ہو رہا ہے کہ آپ بیعت معاویہ کے مقابلہ میں آگ سمجھتے تھے ۔ عقل مند کو اشارہ کافی ہے ۔

اصل بات یہ ہے کہ جناب امیر معاویہ اور حضرت علی اور حضرات حسنین کریمین کے بارہ میں جو کچھ مشہور ہے وہ اکثر غلط تاریخی واقعات اور محض قصے کہانیوں پر مبنی ہے ۔ ہر ایک تاریخ لکھنے والا ۔ الا ماشاء اللہ ۔ اپنی تصنیف میں اپنے عقائد و نظریات کو پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ اس میں رطب ویابس سب کچھ موجود ہوتا ہے ۔ جیسا کہ علامہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں ۔ وما نقل فیما شجر بینھم واختلفوا فیہ فمنھم ما ھو باطل وکذب فلا یلتفت الیہ وما کان صحیحا اولناہ تاویلا حسنا لان الثناء علیھم من اللہ سابق وما نقل من الکلام اللاحق محتمل للتأویل والمشکوک والموھوم لا یبطل المحقق والمعلوم ھذا وقال الشافعی تلک دماءٌ طھر اللہ ایدینا عنھا فلا نلوث السنتنا بھا (شرح فقہ اکبر صہ ۸۶ ، شرح مواقف صہ ۷۴۵)

یعنی ۔ جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلافات کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے ان میں سے بہت سی باتیں تو وہ ہیں جو بالکل غلط اور جھوٹ ہیں ۔ ایسی باتوں کو تو ویسے ہی نظر انداز کر دینا چاہیئے اور جو چند باتیں صحیح ہیں ان کی ہم مناسب اور اچھی تاویل و تشریح کریں گے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور کے صحابہ کی تعریف فرمائی ہے ۔

آخر میں امام شافعی کا ایک زریں قول نقل فرماتے ہیں کہ یہ

ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہم ان کے ساتھ اپنی زبانوں کو کیوں پراگندہ کریں ۔ نیز مذکور ہے ۔ وما وقع من المخالفات والمحاربات بین علی و معاویۃ لم یکن من نزاع فی خلافتہ بل عن خطاء فی الاجتہاد ۔ (شرح عقائد صہ ۱۰۹)

یعنی جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا تھا وہ خلافت وامارت کے بارہ میں نہیں تھا بلکہ وہ محض خطاء اجتہادی پر مبنی تھا ۔ (جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے قصاص کے متعلق)

لم یکن عن نزاع فی انہ لحق بالخلافۃ بل لشبہۃ تدل علی جواز المحاربۃ مع الخلیفۃ فی طلب حق الذی اعتقدہ الخلیفۃ عن غیر حق ولم یعمل بہ وھو قصاص قتلہ عثمان فان معاویۃ اعتقد بوجوب القصاص دکان نزاعہ فی طلب القصاص لا فی خلافتہ وھو ظاھر البطلان لانہ لا یخفی عن نزاع معاویۃ وطلحۃ و زبیر کان فی خلافتہ ولولا ذالک لوجب ان ینقاد لاحکامہ المعاویۃ و یطلب عنہ القصاص عن القتلۃ (حاشیہ شرح عقائد ۲ صہ ۱۰۹)

یعنی ۔ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لئے اختلاف نہیں کیا تھا کہ وہ حضرت علی کے مقابلے میں اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے ۔ بلکہ یہ اختلاف اس شبہ میں ہوا تھا کہ جناب امیر معاویہ یہ سمجھتے تھے کہ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے قتل کا قصاص لینے کے لئے موجودہ حالات میں خلیفۂ وقت کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہے ۔ ان کا اختلاف صرف قصاص کے متعلق تھا ۔ خلافت و

امارت میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اس بات کا ایک بین ثبوت یہ بھی ہے کہ جناب سیدنا امیر معاویہ، جناب سیدنا طلحہ، جناب سیدنا زبیر (سیدہ عائشہ صدیقہ) رضی اللہ عنہم نے خلافت علی کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے قصاص لینے کا مطالبہ کیا تھا۔ (کہ آپ جناب عثمان کے قاتلوں سے جناب عثمان کا قصاص لیں) اگر یہ حضرات جناب علی کی خلافت کو قبول نہ فرماتے ہوتے تو پھر جناب سیدنا امیر معاویہ۔ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے قصاص کے احکام جاری فرماتے۔

وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات ...... لم ينقل عن السلف المجتهدين والعلماء الصالحين جواز اللعن على معاوية واحزابه (شرح عقائد صہ ۱۱۶، شرح فقہ اکبر صہ ۸۶) لا يجوز اللعن على معاوية (حاشیہ شرح عقائد صہ ۱۱۶)

جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا تھا وہ ایک اجتہادی غلطی کی بنا پر تھا۔ لہٰذا اس کی تاویل کی جائے گی۔ اور اس اختلاف کی بنا پر سلف مجتہدین اور علماء صالحین کے نزدیک جناب سیدنا امیر معاویہ اور آپ کے لشکر رضی اللہ عنہم پر لعن طعن کرنا جائز نہیں ہے۔

لان غاية امرهم البغي والخروج على الامام عطف تفسير وهو امير المؤمنين على رضي الله عنه وهو لا يوجب اللعن ..... بان معاوية رضي الله عنه من كبار الصحابة ونجبائهم ومجتهديهم ولو سلم انه من صغارهم فلا شك في انه دخل في عموم الاحاديث الصحيحة الواردة في تشريف الصحابة رضي الله عنهم بل قد ورد فيه بخصوصه

احادیث کقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدبہ ۔ اللھم علم معاویۃ الحساب والکتاب وقہ العذاب ۔۔ ۔۔۔ وکان السلف یغضبون من سبہ وطعنہ (نبراس شرح شرح عقائد ص ۵۵۰)

جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے امیر المؤمنین جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (کی حکمت عملی اور مصلحت وقتی) سے بغاوت کی ۔ اور یہ بات لعنت کا باعث نہیں بن سکتی ۔ کیونکہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ایک جلیل القدر صحابی اور نجیب و مجتہد تھے اور اگر بالفرض آپ کو ایک عام صحابی ہی مان لیا جائے تو پھر بھی صحیح احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام کے جو فضائل و مناقب بیان ہوئے ہیں وہ تمام تو یقیناً آپ کو حاصل ہیں ۔ بلکہ آپ کے متعلق تو خاص طور پر بھی احادیث مبارکہ موجود ہیں ۔ مثلاً فرمان رسالت ہے ۔ اے میرے اللہ معاویہ کو ہدایت پر قائم رکھنا اور اسے ہدایت دینے والا بھی بنانا اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو بھی ہدایت نصیب فرمانا ۔ اے میرے اللہ معاویہ کو حساب کتاب بھی سکھا دے اور اسے عذاب سے بھی محفوظ رکھنا ۔" اور سلف صالحین ایسے شخص پر بہت ناراض ہوتے تھے جو جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہے یا آپ پر لعن طعن کرے ۔

ومن یکون یطعن فی معاویۃ فذالک من کلاب الھاویہ (شرح شفا خفاجی ج ۳ ص ۴۷۵ / احکام شریعت از الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ص ۵۴)

امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی ۔ علامہ خفاجی کی شرح شفا سے نقل فرماتے ہیں ۔ کہ جو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر

اعتراض کرتا ہے وہ دوزخ کے کتوں میں سے ایک کتا ہے ۔ (نیز اعلیٰحضرت نے سیدنا امیر معاویہ کی شان میں چھ رسالے تصنیف کئے ہیں) روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یکون فیکم النبوۃ ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم تکون عاضا ثم ملکا جبریۃ ثم خلافۃ علی منہاج النبوۃ (تطہیر الجنان صہ ۱۵) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول ہذا الامر نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم یکون ملکا ورحمۃ ۔۔۔۔ رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات (تطہیر الجنان صہ ۱۶)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا امت میں ۔ ۱ پہلے تو نبوت اور رحمت ہوگی ۔ ۲ پھر نبوت کے طریقے پر ہی خلافت بھی رحمت ہوگی ۔ ۳ پھر بادشاہی اور رحمت ہوگی ۔ ۴ پھر ظلم کی بادشاہی ہوگی ۔ ۵ پھر خلافت علی منہاج النبوت ہوگی ۔ ۱ سے مراد حضور کا زمانہ ظاہری ۲ سے مراد تیس سالہ خلافت راشدہ ۳ سے مراد عہد امیر معاویہ ۴ سے مراد یزید ملعون کا ظلم وجبر کا دور ۵ سے مراد حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور خلافت ہے ۔

ثم استقل بہا لما صالح الحسن ونزل لہ الحسن عنہا باختیارہ ورضاہ بل مع کثرۃ اتباعہ واعوانہ (تطہیر الجنان صہ ۱۷) ان معاویۃ مجتہد توفرت فیہ شروط الاجتہاد الموجبۃ ۔۔۔۔ سواء خالفۃ فی اجتہاد وھو واضح ام وافقۃ لان کلا انما اخذ ما قالہ من الدلیل لا غیر (تطہیر الجنان صہ ۱۹) ان معاویۃ لاجل اجتہادہ وان اخطأ فیہ کما ھو شأن سائر المجتہدین بنص الحدیث ومن اجتہد واخطأ فلہ اجر ماجورھو

واتباعه المقلدون له والموافقون له فی الاجتہادات لان کثیرا من الصحابۃ وفقہاء التابعین کانوا موفقین له فی اعتقاده ---- لم یکن عن حسد لعلی ولا من طعن ما شاء اللہ من ذالک ---- فلذا اثیب ھو واتباعه وان کان الحق مع علی واتباعه وتأمل کون علی کرم اللہ وجہہ مع اعتقاده حقیقۃ ماھو علیه وبطلان ما علیه معاویۃ حکم مع ذالک باثابۃ معاویۃ واتباعه وانھم کلھم فی الجنۃ (تطہیر الجنان ص ۲۰)

جب (سالہ میں) جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے برضاء ورغبت اپنے بہت سارے خدام کے ساتھ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی اور اپنی خلافت ان کو لکھ کر دے دی تو اس وقت آپ کی خلافت صحیح ہو گئی۔ چونکہ آپ مجتہد مطلق تھے اور آپ میں مجتہد مطلق کی وافر شرائط موجود تھیں لہٰذا آپ پر اس بات سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ آپ کا اجتہاد موافق ہو یا مخالف۔ کیونکہ آپ جو بھی اجتہاد فرمائیں گے کسی نہ کسی دلیل ہی سے فرمائیں گے۔ بلا دلیل تو نہیں فرمائیں گے۔ اور جیسا کہ مجتہدین کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ اگر ان سے اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو انہیں ایک ثواب ملے گا اور ان کے اس اجتہاد میں جو لوگ ان کی پیروی کریں گے ان کو بھی اجر ملے گا۔ کیونکہ جناب علی المرتضیٰ کے ساتھ اس اختلاف میں کافی صحابہ کرام اور تابعین فقہاء عظام آپ کے ہم نوا تھے۔ یہ سب کچھ جناب علی المرتضیٰ کے ساتھ عداوت کی وجہ سے نہیں تھا۔ صحابہ کرام عداوت سے پاک تھے لہٰذا ان کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو ثواب ہی ملے گا۔ اگرچہ اس بات میں حضرت علی حق پر تھے (کہ آپ قتل عثمان میں ملوث نہیں تھے)

اور (جناب علی المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق) دونوں طرف کے شہید جنتی ہیں۔

حضور محبوب سبحانی غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی فرماتے ہیں۔ وَاتَّفَقَ اَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰی وُجُوْبِ الْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَالْاِمْسَاكِ عَنْ مَسَاوِيْهِمْ وَاِظْهَارِ فَضَائِلِهِمْ وَمَحَاسِنِهِمْ وَتَسْلِيْمِ اَمْرِهِمْ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى مَا كَانَ وَجَرٰى مِنْ اِخْتِلَافِ عَلِيٍّ وَّطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَائِشَةَ وَمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ (غنیۃ الطالبین صـ۱۷۸) ★

اور مذہب مہذب مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے مابین جو بعض اختلافات واقع ہوئے ہیں اس بارہ میں دونوں طرف کے صحابہ کے متعلق اعتراض سے زبان کو بند رکھا جائے اور ان کی اجتہادی غلطیوں پر خاموشی اختیار کی جائے اور ان کے فضائل ومحاسن بیان کئے جائیں۔ اور جو جناب سیدنا علی المرتضیٰ۔ جناب سیدنا طلحہ، جناب سیدنا زبیر، سیدہ عائشہ صدیقہ اور جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین وقوع پذیر ہوا اسے مشیت الٰہی سمجھا جائے۔

کیا حضور نے آپ کو بددعا دی تھی

بعض حضرات کہتے ہیں کہ جی امیر معاویہ کے لئے حضور نے بددعا فرمائی تھی۔ لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ۔ (مسلم جلد۲ صـ۳۲۶) اس کے متعلق گزارش ہے کہ اس مسئلہ کا حل تو امام مسلم نے ہی بیان فرمادیا ہے۔ کیونکہ آپ نے روایت کو "کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْاَدَبِ" میں نقل فرمایا ہے۔ مذکورہ روایت والے باب میں آپ چند روایات نقل فرماتے ہیں۔ مثلاً حضور کا فرمان کہ میں جس مسلمان پر لعنت

کروں یا اس کو برا کہوں یا اس کے کسی کام پر اس کو زجر و توبیخ کروں تو اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے پاک فرمائے گا اور اسے ثواب عطا فرمائے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بدلے میں پاکیزگی اور رحمت عطا فرما دیتا ہے۔ تیسری روایت میں آپ کی دعا مذکور ہے کہ جس مسلمان پر میں لعنت کروں یا اس کو زجر و توبیخ کروں اسے اللہ اس کے بدلے میں اسے قیامت کو اپنا قرب نصیب فرمانا۔ اس کے بعد مذکورہ بالا روایت لکھی گئی ہے۔ ثابت ہوا کہ ان الفاظ کے بدلے میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے وعدے اور حضور کی دعا کے مطابق یہ شرف حاصل ہوں گے۔ نمبر۱ اللہ تعالیٰ آپ کے گناہ معاف فرما دے گا۔ نمبر۲ اللہ تعالیٰ آپ کو پاک فرما دے گا۔ نمبر۳ اللہ

حافظ ابن قیم اپنی کتاب "المنار المنیف فی الصحیح والضعیف فصل نمبر۴۳ صفحہ۱۱۷ پر لکھتے ہیں
ومن ذالک الاحادیث فی ذم معاویۃ رضی اللہ عنہ .... وکل حدیث فی ذمہ فھو کذب یعنی (چونکہ تاریخ زیادہ تر بنو عباس کے دور میں لکھی گئی اور وہ اکثر شیعہ تھے نیز بنو امیہ کے تو اتنے خلاف تھے کہ انہوں نے اموی امراء کی قبریں کھود کر ان کی لاشیں تک نکال کر جلا دی تھیں۔ لہٰذا اس دور میں حکومت کے ایما پر بنو امیہ کے خلاف جھوٹے واقعات گھڑے ان کی مذمت میں جھوٹی حدیثیں گھڑنے کا کام بڑی وسعت اور بڑی تسلی سے انجام دیا گیا۔ صاحب "سیرت ابو سفیان" کی تحقیق کے مطابق تقریباً (۳۵) حضرات نے تاریخ اسلام لکھی ہیں اور ان میں سے (۳۱) شیعہ ہیں اور جو شیعہ نہیں بھی ہیں کہیں کہیں وہ بھی کسی پر حسن ظن کی وجہ سے اس بھٹی کے دھوئیں سے محفوظ نہ رہ سکے) جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں جتنی حدیثیں پیش کی جاتی ہیں وہ سب محض جھوٹی ہیں۔ فافھموا یا اولی الابصار۔

تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے گا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر اور ثواب عطا فرمائے گا یعنی وہ آپ کے حق میں بمنزل عبادت بن جائے گی۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ قیامت کو آپ کو اپنا قرب نصیب فرمائے گا۔

اب فرمائیں۔ کیا یہ الفاظ حضرت امیر معاویہ کے لئے باعث رحمت ہیں یا معاذاللہ غضب الٰہی کا سبب ہیں؟

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

باقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کو بلانے کے لئے گئے ضرور تھے لیکن آپ کو کھانا کھاتا دیکھ کر خاموشی سے واپس آ گئے تھے۔ آپ کو حضور کا پیغام نہیں پہنچایا تھا۔ لہٰذا اگر آپ کھانا کھاتے رہے ہیں اور حضور کی بارگاہ میں فوراً حاضر نہیں ہوئے تو اس بات پر آپ کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ آپ کو پیغام پہنچایا ہی نہیں گیا۔ لہٰذا آپ معذور ہیں ہاں اگر حدیث میں یہ ہوتا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا تھا اور آپ نے پرواہ نہ کی اور متواتر کھانا کھاتے رہے تو پھر آپ پر اعتراض کیا جا سکتا تھا۔ جب اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو پھر آپ پر کوئی اعتراض یا گناہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

بعض جاہلوں نے افسانے گھڑے ہوئے ہیں کہ حضور نے امیر معاویہ کو فرمایا تھا تیری پشت سے اہل بیت کے خون کی بو آتی ہے۔ یا تیری اولاد سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو میری اہل بیت کو قتل کرے گا۔ یا امیر معاویہ نے یزید کو اٹھایا ہوا تھا تو حضور نے فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب من گھڑت اور جاہلوں کے افسانے ہیں۔ یزید لعین تو خلافت عثمانی میں ۲۵ یا ۲۶ یا ۲۷ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔

سیدہ عائشہ کا وصال

بعض لوگوں نے ایک افسانہ گھڑا ہوا ہے کہ جی امیر معاویہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کو قتل کیا تھا۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ ایک ایسا سفید ہی نہیں بلکہ بالکل سیاہ جھوٹ ہے جس کا دنیا کی کسی بھی معتبر کتاب میں نام و نشان تک موجود نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف پختہ ثبوت موجود ہیں۔ مثلاً بخاری شریف میں دو سندوں سے بیان کیا گیا ہے۔ اِسْتَأْذَنَ بْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَ مَوْتِهَا عَلٰی عَائِشَةَ وَهِیَ مَغْلُوْبَةٌ قَالَتْ اَخْشٰی اَنْ یُّثْنِیَ عَلَیَّ فَقِیْلَ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَمِنْ وُجُوْهِ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَتِ ائْذَنُوْا لَهٗ قَالَ کَیْفَ تَجِدِیْنَکَ قَالَتْ بِخَیْرٍ اِنِ اتَّقَیْتُ قَالَ فَاَنْتِ بِخَیْرٍ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ زَوْجَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَلَمْ یَنْکِحْ بِکْرًا غَیْرَكِ وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ وَدَخَلَ بْنُ الزُّبَیْرِ خِلَافَهٗ فَقَالَتْ دَخَلَ بْنُ عَبَّاسٍ فَاَثْنٰی عَلَیَّ وَوَدِدْتُ اَنِّیْ کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۹۹) یعنی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کا آخری وقت تھا (اپنے گھر میں مدینہ طیبہ میں) تو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عیادت کے لئے اجازت چاہی آپ فرمانے لگیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس وقت آکر میری تعریف شروع کر دیں۔ عرض کی گئی ام المومنین۔ آپ حضور کے چچا کے بیٹے اور لوگوں میں معزز آدمی ہیں (انہیں اجازت دے دیں) تو آپ نے اجازت دے دی۔ وہ آئے تو کہنے لگے۔ آپ کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ کی بارگاہ میں اچھی ہوں تو پھر خیر ہی خیر ہے۔

وہ کہنے لگے خدا کے فضل سے انشاء اللہ خیر ہی خیر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے صرف آپ ہی کنواری (اور حضور کی محبوبہ) تھیں اور وہ خوش بخت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاکدامنی بیان فرمانے کے لئے اپنا قرآن نازل فرمایا۔ جناب ابن عباس اٹھ کر گئے ہی تھے کہ جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہو گئے تو آپ فرمانے لگیں کہ ابھی ابھی جناب ابن عباس آئے ہوئے تھے اور میری تعریفیں کر رہے تھے حالانکہ میں یہ چاہتی ہوں کہ میں بالکل گمنام دنیا سے چلی جاتی۔

حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں۔ وقد کانت وفاتها فی سنة ثمان وخمسين وقيل قبله بسنة وقيل بعده بسنة والمشهور فی رمضان۔۔۔۔ والاشهر ليلة الثلاثاء السابع عشر من رمضان واوصت ان تدفن بالبقيع ليلا وصلى عليها ابوهريرة بعد صلوٰة الوتر ونزل فی قبرها خمسة وهم عبد الله وعروة ابنا الزبير بن العوام۔۔۔۔ والقاسم وعبد الله ابنا اخيها محمد بن ابوبكر وعبد الله بن عبد الرحمن بن ابوبكر

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۹۴، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۸ ص ۷۷ ص ۸۶، زرقانی علی المواہب ج ۳ ص ۲۳۵، تاریخ یعقوبی شیعہ ج ۲ ص ۲۳۸، منتخب التواریخ) (مدارج النبوۃ اردو سے ترجمہ نقل کر دیا جاتا ہے۔ جو کہ سابقہ روایت کا بھی مؤید ہے) سیدہ عائشہ کی رحلت ۵۷ھ میں ہوئی اور واقدی کہتے ہیں کہ ۵۸ھ میں رمضان کی سترہ تاریخ کو ہوئی۔ آپ کی وصیت تھی کہ ان کو جنت البقیع میں دفن کر دیا جائے۔ (کیونکہ روضہ نبوی میں جو جگہ

آپ نے اپنے لئے رکھی تھی وہ حضرت عمر آپ سے اجازت لے کر اپنے لئے لے چکے تھے) حضرت ابو ہریرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی بکر آپ کے والی مقرر ہوئے اور آپ کی وفات طبعی موت سے واقع ہوئی تھی۔ روافض نے جو کنویں والا واقعہ گھڑ رکھا ہے وہ بالکل افترا اور بہتان ہے۔ (مدارج النبوۃ ج۲ ص ۷۴۰)

ثابت ہوا کہ آپ مدینہ شریف میں بیمار ہوئیں صحابہ کرام آپ کی تیمار داری کے لئے آپ کے گھر میں حاضر ہوتے رہے اور سترہ رمضان ۵۸ھ میں وہیں منگل کی رات کو آپ کا انتقال ہوا۔ اور نماز عشاء کے بعد آپ کا جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور آپ کے جنازے پر سینکڑوں صحابہ کرام اور تابعین حاضر ہوئے اور آپ کی وصیت کے مطابق رات کے وقت ہی آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا اور عبداللہ بن زبیر اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم (آپ کی بہن اسماء بنت ابوبکر کے پوتے) اور قاسم بن محمد بن ابوبکر اور عبداللہ بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم (آپ کے بھتیجے) اور عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہم (آپ کے بھتیجے) انہوں نے آپ کے کفن دفن کا انتظام فرمایا اور انہوں نے ہی آپ کو قبر میں اتارا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چھیاسٹھ (۶۶) یا ستاسٹھ (۶۷) برس تھی۔ تقریباً ۹ برس آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل رہا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام رومان بنت عامر رضی اللہ عنہا تھا۔ عامر بن عویمر قبیلہ بنو کنانہ سے تھے۔ آپ کی کنیت ام عبداللہ ہے جو کہ آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہا کی نسبت سے تھی۔ ہجرت کے دوسرے سال مدینہ شریف میں اٹھارہویں مہینہ میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ اقدس میں حاضر ہوئیں

تھیں اور حرم پاک میں شامل ہوگئیں ۔ آپ کو جبریل امین نے بھی سلام کہا ۔ صرف آپ کے بستر پر حضور پر وحی نازل ہوتی تھی ۔ آپ کی باری کے دو دن تھے ایک اپنا اور ایک حضرت سودا نے آپ کو بخش دیا تھا ۔ آپ ہی کے گھر میں حضور بالآخر آخری بیماری میں تشریف لے گئے اور وہیں آپ کی آغوش میں حضور کا وصال شریف ہوا ۔ اور آپ ہی کے حجرہ مقدس کو روضہ بننے کا شرف حاصل ہوا ۔ امت محمدیہ کو تیمم کا تحفہ آپ ہی کے صدقہ سے عطا ہوا ۔

چند فرمودات امام ربانی

قطب ربانی، قندیل نورانی شہباز لامکانی حضور سیدنا مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے مکتوبات شریف امت مسلمہ کے لئے مینارۂ نور اور سرچشمۂ ہدایت ہیں ۔ آپ شیخ فرید علیہ الرحمہ کے نام مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں ۔ تمام بدعتی فرقوں میں سے بدتر فرقہ وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام سے بغض رکھتا ہے ۔ اللہ نے اپنے قرآن پاک میں ان لوگوں کو کافر کہا ہے ۔ "لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ" قرآن مجید اور شریعت مصطفویہ کی تبلیغ و ترویج صحابہ کرام ہی نے کی ہے ۔ اگر صحابہ کرام خود ہی (معاذ اللہ) قابل طعن ہوں تو پھر قرآن پر (اور شریعت محمدیہ کلی) بھی طعن لازم آئے گا ۔ (مکتوبات امام ربانی ۱ مکتوب ۵۴ ص ۸۶)

نیز آپ فرماتے ہیں ۔ جو اختلافات اور جھگڑے صحابہ کرام کے درمیان ہوئے ہیں وہ خواہشات نفسانیہ (بلا دلیل شرعیہ) کی بنا پر نہ تھے ۔ کیونکہ صحابہ کرام کی ذوات مقدسہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت مقدسہ

کی برکت سے خلاف شریعت باتوں سے پاک ہو چکی تھیں۔ اور وہ کسی کو بلا عذر شرعی تنگ کرنے سے مبرا تھے"۔ نیز آپ فرماتے ہیں۔ "میں تو یہ جانتا ہوں کہ اس معاملہ میں بے شک جناب سیدنا علی المرتضیٰ حق پر تھے۔ (یعنی جناب سیدنا امیر معاویہ اور آپ کے ہمنوا تو اس غلط فہمی میں تھے کہ چونکہ جناب حیدر کرار۔ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو نہ گرفتار کر رہے ہیں نہ انہیں سزا دے رہے ہیں اور نہ ہی ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیں۔ بلکہ الٹا وہ بدبخت جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے ہیں۔ لہٰذا شک گزرتا ہے کہ شاید آپ بھی (معا ذاللہ) ان لوگوں کے ہم خیال ہیں۔ حالانکہ خدا کے فضل سے آپ اس گناہ سے بالکل بری الزمہ تھے) اور آپ کے مخالف غلطی پر تھے۔ لیکن یہ خطا اجتہادی خطا تھی جو کہ فسق کا باعث نہیں ہوتی۔ بلکہ اس معاملہ میں ان پر ملامت کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہے کیونکہ (حدیث شریف میں فیصلۂ مصطفوی ہے۔ اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَہَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَکَمَ فَاجْتَہَدَ ثُمَّ اَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ۔ (بخاری، مسلم، ترمذی ج۱ ص۱۵۸، مشکوٰۃ ص۳۱۶ وغیرہ) مجتہد کو خطا پر بھی ایک ثواب ملتا ہے"۔ (حوالہ مذکورہ بالا) ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ "بعض دفعہ صحابہ کرام بعض امور میں اجتہادی طور پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے بھی خلاف کر لیا کرتے تھے اور ایسے ہی اپنی رائے بھی دیا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام کا اجتہادی طور پر حضور کے خلاف کرنے اور اجتہاد میں حضور کی رائے کے خلاف حکم کرنے پر نہ کسی نے برا سمجھا اور نہ ہی کسی نے ان پر کسی طرح ملامت کی اور نہ ہی ان کی مخالفت اجتہادی کے رد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی نازل ہوئی۔ تو

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت اجتہادی کیسے کفر ہوگئی۔ اور جناب علیؓ کے مقابلہ میں اجتہاد کرنے والوں پر لعن طعن کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ سے جنگ کرنے والے۔ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور بہت سے جلیل القدر صحابی ہیں۔ بلکہ بعض تو ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کی جنت کی بشارت خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان وحی نشان سے ارشاد فرما چکے ہیں۔ (بلکہ بعض بدری صحابی بھی جناب علی المرتضےٰ کے مقابلہ میں شامل تھے جن کی مغفرت کا اللہ تعالیٰ بزبان نبوی اعلان فرما چکا ہے) ان جلیل القدر ہستیوں کو کافر کہنا یا ان پر لعنت ملامت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے جو وہ اپنے مونہوں سے نکال رہے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی جلد ۲ مکتوب ۳۶، ۲۷ خواجہ محمد نقی علیہ الرحمہ کے نام خط) نیز فرماتے ہیں۔ امام بخاری جیسے کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت لیتے ہیں۔ اسی طرح آپ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت لیتے ہیں۔ اگر جناب امیر معاویہ کی ذات میں یا آپ کی روایات میں کسی طرح کا طعن و تشنیع کا شبہ بھی ہوتا تو آپ کبھی بھی اپنی صحیح میں جناب امیر معاویہ کے متعلق تعریفی الفاظ والی روایات یا آپ کی بیان فرمودہ روایات شامل نہ فرماتے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

حضور داتا صاحب کا عقیدہ

حضور داتا صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ اے فرزند رسول۔ میں

ایک غریب اور عیال دار آدمی ہوں میرے آج رات کے کھانے کا انتظام فرما دیجئے ۔ آپ نے فرمایا ذرا بیٹھو ہمارا رزق آ رہا ہے ۔ (یہ بھی جناب امام کی کرامت ہے) تھوڑی دیر بعد آپ کی خدمت میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ لوگ پانچ تھیلیاں لیکر حاضر ہوئے ۔ ہر ایک تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے ۔ (یعنی پانچ ہزار دینار) اور ساتھ ہی آپ کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین عرض کرتے ہیں کہ فی الحال یہ معمولی سا نذرانہ قبول فرمالیں پھر اور نذرانہ پیش کروں گا ۔ جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہ تمام مال اس سائل کو دے دیا اور معذرت بھی کی کہ تمہیں اتنے سے مال کے لئے اتنی دیر ٹھہرنا پڑا ۔

(کشف المحجوب فارسی ص ۶۳ مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی)

جناب عمر بن عبد العزیز کا مشاہدہ

جناب سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد خامس بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور جناب سیدنا ابو بکر صدیق اور جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی حاضر خدمت ہیں میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا اتنے میں جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو حاضر کیا گیا پھر ان دونوں کو ایک کمرے میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا ۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو باہر نکالا گیا ۔ آپ فرما رہے تھے رب کعبہ کی قسم فیصلہ میرے حق میں ہو گیا ۔ (یعنی میں قتل عثمان سے بری قرار دیا گیا) پھر تھوڑی دیر بعد جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باہر لایا گیا ۔ وہ فرما رہے تھے رب کعبہ کی قسم مجھے بھی بخش دیا گیا (یعنی میری اجتہادی غلطی معاف فرما دی گئی) (کتاب الروح ابن قیم ص ۲۶)

جناب سیدنا امام حسین کی دعا

محدث و مفسر اور معتمد مؤرخ اسلام جناب حافظ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں کہ جب نائب مدینہ ولید بن عتبہ نے جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر جناب سیدنا امیر معاویہ کی وفات کی خبر سنائی تو آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ رحم اللہ معاویۃ (اللہ تعالیٰ امیر معاویہ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۷) نجیب آبادی ج ۲ ص ۵۳

جناب سیدنا امام حسن کا عزم صلح

جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ چونکہ جنگ جمل و صفین میں شامل تھے لہٰذا جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جناب سیدنا امیر معاویہ سے صلح کا ارادہ فرمایا تو جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو پسند نہ فرمایا تو جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر تم نے اس کام میں کچھ رکاوٹ ڈالنی ہے تو میں تمہیں اس وقت تک کمرے میں بند کر دوں گا جب تک کہ میرا امیر معاویہ سے صلح کا معاملہ مکمل نہیں ہو جاتا۔ تو جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو بدل و جان قبول فرما لیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

جناب عمر بن عبدالعزیز کا عقیدہ

شارح شرح عقائد نسفی علامہ عبدالعزیز فرہاروی نقل فرماتے ہیں۔ وسبہ رجل عند خلیفۃ الراشد عمر بن عبد العزیز فجلدہ وقیل للامام الجلیل عبد اللہ بن مبارک امعاویۃ افضل ام عمر بن عبد العزیز قال غبار فرس معاویۃ اذا غزا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمر (نبراس شرح شرح عقائد ص ۵۵۰)

ایک آدمی نے جناب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد کے سامنے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہا تو خلیفہ راشد جناب عمر بن عبدالعزیز نے اس کو کوڑے مارے۔ (الاستیعاب جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

جناب عبداللہ بن مبارک کا فیصلہ

امام جلیل جناب عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جناب امیر معاویہ زیادہ فضیلت والے ہیں یا جناب عمر بن عبدالعزیز۔ تو آپ نے فرمایا (تم امیر معاویہ کی بات کرتے ہو) جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد فرماتے تھے تو آپ کے گھوڑے کا (نتھنوں میں پڑا ہوا غبار۔ ابن عساکر جلد ۲۵ صفحہ ۴۷) غبار بھی حضرت عمر بن عبد العزیز سے افضل و بہتر ہے۔

جناب ابن عمران کا فیصلہ

ایک آدمی نے جناب معافی بن عمران رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیز اور امیر معاویہ میں سے کون افضل ہے؟ تو آپ غضبناک ہو گئے اور فرمایا حضور کے صحابہ کو غیر صحابہ پر قیاس نہ کرو۔ آپ حضور کے صحابی، آپ کے سالے، آپ کے کاتب اور اللہ کی وحی کے امین تھے۔ (تطہیر الجنان ص ۱۰) آپ کی زندگی کا ایک دن عمر بن عبدالعزیز کی تمام عمر سے بہتر ہے (ابن عساکر جلد ۲۵ صفحہ ۴۷)

جناب ربیع بن نافع کی تنبیہ

جناب ربیع بن نافع علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور کے تمام صحابہ کا پردہ ہیں۔ جب کوئی شخص پردہ اتار دیتا ہے تو اس پردے کے پیچھے جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ اس سے بے خوف ہو جاتا ہے (ابن عساکر جلد ۲۵ صفحہ ۴۷)

حضور قبلہ عالم سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

جب میں نے یہ حوالہ پڑھا تو قیوم زمانی حضور قطب الارشاد سیدی وسندی ومرشدی حضور قبلہ عالم زیب سجادہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ لوریہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا فرمان یاد آگیا جو آپ نے چند دن پہلے قبلہ والد صاحب مدظلہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ "حافظ صاحب حضرت امیر معاویہ صحابہ کی عزت و عظمت کا دروازہ ہیں جس نے اس دروازے کو عبور کر لیا پھر وہ کسی بھی صحابی کے متعلق کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔ آپ کی گستاخی یا آپ کا بغض، صحابہ کے بغض و عناد کا دروازہ ہے"۔ یعنی گستاخی صحابہ، بغض صحابہ اور انکار عظمت صحابہ بغض امیر معاویہ سے شروع ہوتا ہے۔ جب ایک صحابی کی توہین کر لی تو پھر دوسرا کیا اور تیسرا کیا۔ سبحان اللہ! واقعی آپ کا یہ فرمان عالی شان، آپ کے روحانی مشاہدے، ظاہری تجربے اور آپ کی خداداد زیرک بینی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

قبلہ عالم کا مشاہدہ

ایک دن چند علماء کرام حضور قبلہ حضرت صاحب (سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف) مدظلہ کے پاس حاضر تھے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کے دوران ایک صاحب کہنے لگے کہ سادات میں سے عوام تو کیا بعض پیران عظام اور علماء کرام بھی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ اس پر قبلہ حضرت صاحب مدظلہ نے فرمایا۔ آپ لوگ شان سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کتب سے بیان کرتے ہیں۔ اس پر دلائل قائم کرتے ہیں لیکن میں اپنی آپ بیتی اور خود پر وارد ہوئی بات بتلاتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک دن ایک آدمی

سے میں نے دوران گفتگو کہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابلہ کیا ہے یہ انہوں نے بڑی زیادتی کی ہے۔ پھر فوراً ہی میرے دل میں خیال آیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں میں نے یہ غلط الفاظ کہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی میرا روحانی فیض بند ہو گیا۔ سارا دن پریشانی میں گزرا۔ جب رات پڑی تو خواب میں پرانی بیٹھک شریف جس میں قبلہ والدی ماجدی حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت شیر ربانی قبلہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ) نے تمام زندگی اپنا روحانی سلسلہ جاری رکھا اور یہیں آپ نے وصال فرمایا تھا دیکھی۔ اچانک کسی نے بیٹھک شریف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پھر دروازہ کو دھکا دیکر کھولا تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور آپ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف حضرت علی المرتضٰے اور بائیں طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش کھڑے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناراضگی میں مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ " جھگڑا میرا اور امیر معاویہ کا تھا۔ اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق حاصل ہے؟ " آپ نے یہی جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ میں نے معافی مانگی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اور تینوں حضرات تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے چھ ماہ بعد تک نہ تو حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور نہ ہی قبلہ والدی مرشدی سرکار حضرت کیلیانوالہ شریف کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور ہر قسم کا میرا روحانی فیض مکمل طور پر بند رہا۔ پھر کافی عرصہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے مجھے سینہ سے لگایا تو فیض کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا۔ پھر یہاں تک اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور انعام واکرام ہوا کہ انہی

دنوں میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک نہر جو بہت گہری بھی ہے اور کافی چوڑی بھی وہ پانی سے اس قدر بھری ہوئی بہہ رہی ہے کہ اس کا پانی کناروں سے نکل کر اردگرد اگی ہوئی گھاس پر بھی پھیلا ہوا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس نہر کو عبور کروں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیر ربانی حضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب تشریف فرما ہوئے۔ آپ کا ارادہ بھی تھا کہ آپ بھی نہر عبور فرمائیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں تیرنا جانتا ہوں آپ اگر میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں تو میں انشاء اللہ آپ کو دوسرے کنارے تک لے جاؤں گا۔ تو آپ فرمانے لگے۔ برخوردار! دیکھ لو پانی بہت گہرا ہے۔ اور اس کے ساتھ میرا بوجھ بھی تمہارے کندھوں پر ہو گا۔ میں نے عرض کیا سرکار! آپ میرے کندھوں پر بیٹھئے تو سہی۔ اور پھر دعا فرماتے رہیں۔ انشاء اللہ بخیر و عافیت ہم دوسرے کنارے پر پہنچ جائیں گے۔ میری دوبار درخواست پر آپ تیار ہو گئے اور میرے کندھوں پر یوں جلوہ فرما ہوئے کہ آپ کے دونوں پاؤں میرے سینہ کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے میرے سر کو پکڑ رکھا تھا اور میں بڑے آرام کے ساتھ آپ کو اپنی پشت پر سوار کر کے تیرتا ہوا بخیر و عافیت دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

فقیر راقم الحروف اس خواب کا مطلب و مقصد اپنے طور پر یہ سمجھا کہ آقائی و مولائی سید محمد باقر علی شاہ صاحب قدس سرہ کو جو مذکورہ مرتبہ و روحانی مقام نصیب ہوا۔ یہ سب کا سب اس تلافی و معافی کا نتیجہ ہے۔ جو سیدنا حضرت امیر معاویہ کی طرف سے شہنشاہ ولایت کی کرم نوازی سے حاصل ہوئی تھی۔ تو اس کا واضح معنی یہ ہے کہ سیدنا امیر معاویہ کے گستاخ کو شہنشاہ ولایت کی طرف سے کبھی روحانی فیض نہیں مل سکتا جب تک کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رضا بھی شامل نہ ہو جائے۔ تو جب روحانی فیوض و برکات حضور شیر ربانی رضی اللہ عنہ کی طرف

سے آپ کے کندھوں پر ڈال کر آپ کے سپرد کر دیئے گئے تو اس عاجز کی بھی یہ تمنا ہے کہ آقائی و مولائی اس ناچیز کو بھی قیامت کو اپنے خدام میں شامل فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو دنیا و آخرت میں آپ کی معیت اور روحانی فیوض و برکات سے مستفیض و مستفید فرمائے۔ آمین۔ کیونکہ مذکورہ خواب اس طرف واضح اشارہ ہے کہ اس آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ کے مورث اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت صاحب دامت برکاتہم العالیہ، جناب شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے روحانی فیوض و برکات کے آپ مرکز ہیں۔ چنانچہ اس آستانہ عالیہ سے ہر ایک صاحب نسبت کو اپنی استعداد کے مطابق فیض مل رہا ہے اور انشاءاللہ تا قیامت ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام متوسلین و محبین آستانہ عالیہ ہٰذا کو ان فیوض و برکاتِ روحانیہ سے مشرف رکھے۔

آمین ثم آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین

توضیح قبلہ شیخ طریقت قدوۃ السالکین زاد اللہ برکاتہ و فیوضہ کے مندرجہ بالا خواب سے چند اہم امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور جناب سیدنا علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی رنجش نہیں رہی تھی جس کی دلیل یہ ہے کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقتولین کو "شہید" کہا۔ اور ان کے مرنے پر افسوس کا اظہار بھی فرمایا۔ اور ان پر نماز جنازہ بھی پڑھی۔ نیز آپ کا فرمان ہے کہ میرا اور امیر معاویہ کا قرآن ایک، ایمان ایک نبی ایک اور ہماری دعوت اسلام بھی ایک۔ نہ میں ان پر فضیلت چاہتا ہوں اور نہ ہی وہ مجھ پر فضیلت کے خواہاں ہیں۔ صرف انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے متعلق ہم پر شبہ ہو گیا تھا لیکن خدا گواہ ہے ہم اس الزام سے بالکل بری ہیں۔

۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قبلہ شیخ طریقت کو ڈانٹ پلائی کہ دیکھو جھگڑا میرا اور امیر معاویہ کا ہوا تھا یا تمہارا ؟ جب میں اور امیر معاویہ آپس میں راضی ہو چکے ہیں تو تمہیں ان سے ناراض رہنے کا اور ان کے خلاف بولنے کا کیا حق ہے ۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان سے ثابت ہوا کہ جنگ صفین دراصل ایک اجتہادی خطا کی وجہ سے ہوئی تھی۔ دونوں طرف سے بعد میں اس پر اظہار افسوس کیا گیا ۔ اسی لئے شیر خدا نے ہمارے شیخ طریقت کو اپنا بیٹا ہونے کے ناطے اس سے سختی سے منع فرما دیا ۔ اور ڈانٹ پلانا یہ بتلاتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کو جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن ہرگز پسند نہیں ہے ۔ اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق سکوتی بھی موجود ہے ۔

۳) شیخ طریقت کی تنبیہ کے لئے خواب میں صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تشریف لے آنا ہی کافی تھا لیکن خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی تشریف فرما ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ آپ اچھے نہ ہوتے تو میں آپ کو کبھی بھی ساتھ نہ لاتا اور نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا آنا پسند فرماتے اور نہ ہی میری ناراضگی پر خاموش رہتے ۔ لہٰذا حضور قبلہ حضرت صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کا اس انداز سے خواب دیکھنا دراصل اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں الزام تراشیاں کرنے والے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلکہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیزار اور ناراض ہیں ۔ لہٰذا دشمن معاویہ کبھی بھی محب علی اور محب رسول نہیں ہو سکتا ۔

(۴) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عداوت فیض روحانی کے لئے سم قاتل ہے۔ کیونکہ جب منبع ولایت و مصدر فیوض و برکات ہی ناراض و رنجیدہ ہو جائیں تو پھر فیوض و برکات اور ولایت کے درجات کی بلندیاں بھی نصیب نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کہ انسان اپنے گناہ سے سچے دل کے ساتھ معافی مانگ کر اس کی تلافی نہ کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور قبلہ حضرت صاحب مدظلہ کا روحانی ارتقاء اتنے عرصے کے لئے رکا رہا۔ اور معافی کے بعد پھر شروع ہو گیا۔ اسی لئے حضور قبلہ شیخ طریقت بار بار فرماتے رہتے ہیں کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گستاخ کبھی بھی " ولی " نہیں ہو سکتا۔ آپ کا یہ فرمان مبارک چونکہ آپ کی آپ بیتی پر مبنی ہے۔ لہٰذا آپ کا یہ فرمان حقیقت و مشاہدہ پر مبنی ہے۔

فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ

واعتبروا یا اولی الابصار

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عسکری خدمات

عہد نبوی میں آپ کی عسکری خدمات

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض اپنے کرم سے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیعت رضوان والے صحابہ میں شامل فرمالیا لہٰذا آپ کو اس جماعت صحابہ کا شرف بھی حاصل ہے۔ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۵)
شوال ۸ ہجری میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ غزوہ حنین کے لئے قبیلہ ہوازن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ (یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔ کیونکہ فتح مکہ ۸ھ رمضان شریف میں ہوا تھا) تو جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ان مجاہدین اسلام میں شامل تھے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تو بہت سامان غنیمت ہاتھ آیا۔ اس میں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمایا تھا اور یہ سونا جناب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے تول کر دیا تھا۔ (ابن عساکر ج ۲۴ ص ۳۰۴)

زمانہ صدیقی میں آپ کی چند عسکری خدمات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اس خاندان (آل ابوسفیان) کے اعزاز کا خیال رکھا۔ چنانچہ ۱۳ھ میں شام کی فوج کشی میں دمشق کی مہم پر ابوسفیان کے بیٹے یزید کو فوج کے ایک حصہ کا سردار بنایا۔ ان لوگوں نے بھی تلافی مافات کی پوری کوشش کی اور گذشتہ لغزشوں (کی تلافی) کا حق ادا کر دیا۔ شام کے جہاد میں ابوسفیان کا پورا گھرانہ یعنی وہ خود۔ ان کے دونوں بیٹے۔ یزید اور

امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کی بیوہ ہندہ رضی اللہ عنہا تک شریک تھیں ۔ وہ میدان جنگ میں مسلمانوں کو ابھارتی تھیں ۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۵۸ ، تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی اولین ص ۲۴۷ وغیرہ) بعض مواقع پر امیر معاویہ نے فوج کی قیادت کے فرائض بھی سرانجام دیئے ۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۲۵۰) اس طرح شام کی لڑائیوں میں آل ابی سفیان نے بڑے کارنامے دکھائے (تاریخ اسلام ندوی ص ۲۴۷) ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ ظاہری میں مسیلمہ کذاب بد بخت نے نبوت کا جھوٹا دعوٰی کر دیا تھا ۔ جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اس کے خلاف لشکر کشی کی گئی جو کہ جنگ یمامہ کے نام سے مشہور ہے ۔ اس میں بھی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاضر تھے ۔ اور آپ نے بڑے جوہر دکھائے حتیٰ کہ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے میں بھی آپ شریک تھے ۔ (البدایہ جلد ۸ ص ۱۱۷ ، ابن عساکر جلد ۲۵ ص ۱۶)

زمانۂ فاروقی میں آپ کی عسکری خدمات

جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایسے معتمد مجاہد تھے کہ ۱۸ھ میں جب آپ نے بیت المقدس کا معاہدہ اہل ایلیا کو امن کی غرض سے لکھ کر دیا تھا تو اس پر اپنی طرف سے بطور گواہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھی دستخط کروائے ۔ (الفاروق شبلی ص ۲۳۳ ، تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۱۸۳ ، تاریخ طبری جلد ۱ ص ۲۴۰۲)

قیساریہ بحر شام کے ساحل پر اس زمانے کا اتنا بڑا شہر تھا کہ مؤرخ بلاذری کے مطابق اس شہر کے تین سو بازار تھے ۔ فلسطین کا ایک ضلع تھا ۔ اولاً ۱۳ھ میں جناب عمرو بن عاص نے لشکر کشی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے ۔ اور شہر والے

محصور ہو گئے ۔ پھر جناب عمر فاروق نے حضرت یزید بن ابو سفیان کو اس مہم پر روانہ کیا ۔ وہ ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں بیمار ہوئے تو جناب عمر فاروق نے ان کے بھائی جناب امیر معاویہ کو ان کا قائم مقام دمشق کا حاکم مقرر کر دیا۔ آپ دمشق جا کر فوت ہو گئے ۔ ۱۹ھ میں آپ نے بڑا مضبوط محاصرہ کیا بالآخر ایک سرنگ کے ذریعہ سے قلعہ کے اندر پہنچ کر دروازہ کھولا گیا ۔ اور پھر زبردست معرکہ ہوا ۔ مؤرخین کے نزدیک عیسائیوں کی اسی ہزار فوج تھی ۔ جس میں سے بہت کم زندہ بچی اور مسلمانوں کی کل جمعیت سترہ ہزار تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے جناب سیدنا امیر معاویہ کے ہاتھوں یہ عظیم الشان فتح عطا فرمائی ۔ اس سے گویا شام کا مطلع صاف ہو گیا ۔ (الفاروق شبلی ص ۲۲۲، تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۳۹۷ ، تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۳۵۰)

صیدا ، عرقہ اور بیروت وغیرہ شام کے ساحل کے علاقوں کی مہم میں یزید بن ابی سفیان (بھائی) کی ماتحتی میں مقدمۃ الجیش کی کمان جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھی ۔ عرقہ تو تمام تر انہی کی کوششوں سے فتح ہوا ۔ ساحلی علاقوں کے بہت سے قلعے (آپ نے) فتح کئے ۔ (تاریخ اسلام ندوی ص اولین ص ۳۵۰)

عہد عثمانی میں آپ کی عسکری خدمات

★ ۲۵ھ میں (جناب سیدنا) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایشیائے کوچک پر فوج کشی اور بروسہ تک بڑھتے چلے گئے اور انطاکیہ اور طرطوس کے درمیان جس قدر قلعے تھے سب میں اسلامی نوآبادیاں (چھاؤنیاں ص ۲۶۲) قائم کر دیں ۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۲۳۱ ، تاریخ ابن اثیر ص ۳۲ ، فتوح البلدان بلاذری ص ۲۰۵) یاد رہے کہ جناب عثمان ذوالنورین

رضی اللہ عنہ نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پورے شام کا والی بنا دیا تھا۔ (تمام تواریخ)

★ زمانہ فاروقی میں بھی اور زمانہ عثمانی میں بھی (جناب سیدنا) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۲۴۸)

★ آپ نے طرابلس، شام، عموریہ اور ملطیہ کو فتح کیا۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۲۳۲)

★ قبرص پر حملہ کیا تو وہاں کے باشندوں نے سات ہزار دینار سالانہ پر صلح کرلی۔ پھر ۳۲ھ میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی تو آپ نے پھران پر لشکر کشی کر کے اسے فتح کرلیا۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۲۳۳)

★ ۳۱ھ میں قیصر روم نے پانچ سو بحری جہازوں کے بیڑے کے ساتھ سواحل شام پر ہجوم کیا۔ (جناب سیدنا) امیر معاویہ اور عبیداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہما نے انہیں شکست فاش دی۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۲۳۶)

★ ۳۲ھ میں آپ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ ۳۳ھ میں اناطولیہ کے قلعہ حصن المراۃ پر قبضہ کیا ...... غرضیکہ دس سال کے عرصہ میں اسلامی حکومت کی حدود ہندوستان کی سرحد سے لیکر شمالی افریقہ کے ساحل اور یورپ کے صدر دروازے تک وسیع ہوگئیں۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۲۳۶)

★ نیز طرابلس کی فتح کے بعد تونس، مراکش اور الجزائر وغیرہ تمام علاقے آسانی سے اسلام کے زیر نگیں ہو گئے۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۲۳۲)

عہد مرتضوی میں امیر معاویہ کی حکومت

۳۶ھ میں جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب سیدنا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نے آپس میں صلح کر لی۔ اس صلح کی رو سے حجاز و عراق اور مشرق کا پورا علاقہ حضرت علی کے پاس رہا۔ اور شام اور مصر و مغرب کا حصہ (تمام علاقہ) جناب امیر معاویہ کے حق میں آیا۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۳۱۲)

جناب سیدنا امام حسن اور خلافت امیر معاویہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے بعد ۴۱ھ میں (جناب سیدنا) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سارے عالم اسلام کے خلیفہ ہو گئے۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۳۵۲)

سیدنا امیر معاویہ کے دور میں آپ کی عسکری خدمات

★ ۴۱ھ میں جب خلیفۂ برحق جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کو خلافت تفویض فرما دی (لکھ کر دے دی) تو آپ پورے عالم اسلام کے واحد اور برحق فرمانروا بن گئے۔ ایک خارجی سردار فروہ بن نوفل نے کوفہ میں شورش برپا کر رکھی تھی۔ آپ کی حکمت عملی سے اسے کوفہ والوں نے ہی گرفتار کرا دیا۔ پھر خارجیوں نے عبداللہ بن ابی الجوساء کو اپنا سردار مقرر کر لیا۔ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ پھر جوثرہ بن ودداع خارجیوں کا سردار بنا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عوف کو مقابلہ کے لئے بھیجا جوثرہ مارا گیا لیکن خارجی ایسے اپنے عقائد کے پکے تھے کہ ایک سردار مارا جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا لیکن وہ شکست قبول نہیں کرتے تھے۔ بالآخر آپ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جیسے مدبر اور آزمودہ کار کو کوفہ کا والی مقرر فرمایا۔ چنانچہ آپ نے شبیب بن بجرہ، معین بن عبداللہ، ابی مریم، ابی لیلیٰ، اور مستورد بن علقمہ وغیرہ تمام خارجی سرداروں کو ایک ایک کر کے ختم کیا اور بہت خارجی مارے گئے۔ اس طرح خارجیوں کا بہت حد تک زور ٹوٹ

گیا۔ (ملخصاً تاریخ اسلام ندوی ص ۳۴۲ تا ص ۳۵۴، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۰)

★ کئی مفتوحہ علاقوں میں بغاوت پھیل گئی۔ ۴۱ھ میں ہی بلخ، ہرات بوشنج اور باذغیس کے باشندے باغی ہو گئے۔ آپ نے مختلف مہمات کے ذریعے ان کا استیصال کیا اور ان اسلامی مفتوحہ علاقوں کو دوبارہ قابو میں کیا۔ (ملخصاً تاریخ اسلام ص ۳۵۷، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۶)

★ ۴۳ھ میں کابل والوں نے بغاوت کر دی۔ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر روانہ فرمایا۔ آپ نے کابل کو فتح کر کے بست کو فتح کیا۔ پھر رزان پر بغیر جنگ کے قبضہ ہو گیا۔ پھر طخارستان پر غلبہ حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ نے رنج جو سجستان سے متعلق تھا کو فتح کیا۔ اس کے بعد غزنویوں سے سخت مقابلہ کے بعد ان پر بھی اللہ تعالیٰ نے اسلامی فوج کو فتح عطا فرمائی۔ (ملخصاً از تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۳۵۷ تا ص ۳۵۸، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۴۷، ص ۱۷۴، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۸)

★ ۴۷ھ میں غوریوں کی بغاوت ختم کرنے کے لئے حضرت حکم بن عمرو غفاری کو مامور کیا گیا۔ اس طرح تمام مفتوحہ اسلامی علاقوں میں سے ایک چپہ زمین بھی اسلامی قبضہ سے نہ نکل سکی۔ (ملخصاً از تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۳۵۸)

★ خلافت راشدہ کے دور میں ہی سندھ تک مسلمانوں کے قدم جا چکے تھے۔ لیکن (سیدنا) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دو سمتوں سے ہندوستان پر فوج کشی کی گئی۔ ایک قدیم راستہ سندھ سے دوسرے خیبر کی راہ سے . . .

خیبر کی راہ سے سب سے اول ۴۴ھ میں حضرت مہلب بن ابی صفرہ نے فوج کشی کی اور کابل کو طے کر کے ہندوستان کی سرزمین میں قدم رکھا اور سرحدی علاقہ کو فتح کرتے ہوئے ۴۵ھ میں قیقان پر حملہ کیا۔ کچھ کامیابی

حاصل ہوئی ۔۔۔۔ متعدد فتوحات حاصل کیں ۔۔۔۔۔ پھر قندھار پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا ۔ حضرت منذر بن جرود کو سندھ کا حاکم بنایا گیا ۔ قصدار والوں نے بغاوت کر دی ان کو قابو میں کیا ۔ (ملخصًا از تاریخ اسلام ندوی اولین صـ ۳۵۸، صـ ۳۵۹، فتوح البلدان بلاذری صـ ۴۳۹)

★ ۵۴ھ میں ترکستان میں والی خراسان نے بخارا کے کوہستانی علاقہ کو عبور کر کے ۔ رامنی ۔ نصف اور بیکند کے علاقے فتح کئے ۔ (حوالہ مذکورہ، ابن اثیر ج ۳ صـ ۱۹۷، تاریخ طبری صـ ۱۶۹)

★ ۵۵ھ جناب عثمان ذوالنورین کے صاحبزادے جناب سعید والیٔ خراسان مقرر ہوئے ۔ آپ نے جیحون کو پار کر کے بخارا پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ۔ اس زمانے میں وہاں ایک قبق خاتون حکمران تھی ۔ اس نے حالات کے پیش نظر صلح کر لی اور مسلمان بغیر جنگ کے بخارا میں داخل ہو گئے ۔ اس کے بعد مسلمانوں نے سمرقند کا رخ کیا ۔ کچھ مزاحمت کے بعد اہل سمرقند نے سات لاکھ سالانہ خراج کا وعدہ کر کے صلح کر لی ۔ اس کے بعد لشکر اسلامی نے ترمذ کا رخ کیا ۔ وہاں کے باشندوں نے بھی بغیر جنگ صلح کر لی ۔ (ملخصًا تاریخ اسلام ندوی اولین صـ ۳۶۰، فتوح البلدان بلاذری صـ ۴۱۷)

★ خلافت راشدہ کے زمانہ میں ہی شمالی افریقہ کا کافی حصہ فتح ہو چکا تھا ۔ (جناب سیدنا) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں اس میں کافی اضافہ ہوا ۔ اور یہاں مسلمانوں کی قوت بہت مضبوط ہو گئی ۔ ۴۱ھ میں حضرت عقبہ بن نافع نے لواتہ اور زناتہ فتح کیا پھر ۴۲ھ میں غدامس فتح ہوا ۔ ۴۳ھ میں سوڈان کے بعض حصے فتح ہوئے ۔ اسی زمانہ ۴۱ھ میں حضرت معاویہ بن خدیج نے افریقہ کے ایک بڑے، خوبصورت اور ساحلی شہر بنزروت کو فتح کیا اور رویفع بن ثابت

انصاری رضی اللہ عنہ نے جزیرہ حربہ کو فتح کیا۔ (المولنس صہ ۲۵)

★ ۴۵؁ھ میں جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے سوسہ اور عبدالملک نے جلولا فتح کیا۔ افریقہ کے بربری بڑے باغی اور سرکش تھے۔ جب تک فوج سر پر رہتی مطیع رہتے جیسے ہی آزاد ہوتے بغاوت کر دیتے۔ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۰؁ھ میں حضرت عقبہ بن نافع کو ان کی سرکوبی کے لئے مامور کیا ان کا قلع قمع کرنے کے بعد آئندہ کے لئے بطور حفاظت وہاں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا شہر قیروان بسایا۔ اور وہاں فوجی چھاؤنی قائم کر دی جس سے افریقہ سے بغاوت کا خطرہ تقریباً ختم ہو گیا۔ (المونس صہ ۲۵، فتوح البلدان بلاذری صہ ۲۳۶، تاریخ اسلام ندوی اولین صہ ۳۶۱)

★ ۴۹؁ھ میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشرقی یورپ کے قلب، مشرقی کلیسا کے مرکز، قسطنطنیہ پر فوج کشی کی۔ میزبان رسول جناب ابوایوب انصاری، جناب عبداللہ بن عمر، جناب عبداللہ بن عباس اور دیگر کئی جلیل القدر صحابہ کرام اس لشکر میں شامل تھے۔ قلعہ کی فصیل بہت مضبوط اور اونچی تھی۔ رومیوں نے بھی پوری قوت صرف کر دی۔ فصیل کے اوپر سے آگ برساتے تھے۔ چونکہ مسلمان نیچے تھے لہٰذا ان کا کافی نقصان ہوا کچھ دن محاصرہ کر کے واپس لوٹ گئے۔ (بالآخر ۸۵۷؁ھ میں سلطان محمد فاتح نے خدا کے فضل سے اس شہر کو فتح کیا۔ سیرۃ النبی جلد ۳ صہ ۶۹۹ از سلیمان ندوی، تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی جلد ۳ صہ ۵۲۸) حضرت ابوایوب انصاری وہیں فوت ہوئے اور وہیں آپ کا مزار اور مقبرہ ترکان عثمانی نے بعد فتح بنوایا۔ اور ساتھ ہی ایک مسجد بھی بنا دی جو آج تک زیارت گاہ خلائق ہے۔ (تاریخ اسلام ندوی صہ ۳۶۲، ابن اثیر جلد ۳ صہ ۱۸۲) اگرچہ فی الحال قسطنطنیہ فتح نہ

ہو سکا لیکن بحری بیڑا قائم ہو گیا جس سے اسلامی فوج کی عسکری قوت میں بہت اضافہ ہوا۔

★ شام کے ساحلی علاقہ کو رومیوں کے حملہ سے محفوظ کرنے کے لئے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی کے زمانہ ہی میں بحیرۂ روم کے جزائر پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ جزیرہ قبرص اسی زمانہ میں فتح ہوا۔ اپنے دورِ حکومت میں آپ نے جزیرہ روڈس کو ۵۲ھ میں فتح کر لیا۔ (الاستیعاب ج۲ صہ ۴۳۸، تاریخ اسلام ندوی صہ ۳۶۲)

★ ۵۴ھ میں جزیرہ ارواڈ مفتوح ہو کر اسلامی مملکت میں شامل ہوا۔ (تاریخ اسلام ندوی اولین صہ ۳۶۲)

★ ۴۳ھ میں صوبہ برقہ کا شہر ودان اور ملک سوڈان کا شہر کوری فتح ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء اردو صہ ۲۸۹)

غرضیکہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دیگر بہت سے فتوحات کے علاوہ آپ نے شام کے تمام سرحدی علاقوں کو فتح کر کے اس کو رومیوں کے حملہ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ (فتوح البلدان ع۱۶۰، تاریخ اسلام ندوی اولین صہ ۳۵۱)

غرضیکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو اسلامی فتوحات کا سلسلہ رک گیا تھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ایسی مستعدی کے ساتھ دوبارہ شروع ہوا کہ اسلامی سلطنت کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا اور اسلامی حکومت کی حدود بخارا سے لیکر قیروان تک اقصائے یمن سے لیکر قسطنطنیہ تک پھیل چکی تھی۔ اور ان کے علاوہ حجاز، یمن، شام، مصر، عراق الجزیرہ آرمینیا روم، فارس، خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ تمام ممالک اسلامی حکومت کے ماتحت ہوگئے۔

جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق چند ذوات مقدسہ کے فرامین ہدایت نشان

خداوندِ علیم وخبیر جل جلالہ وعم نوالہ چونکہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں لہٰذا قرآن مجید فرقان حمید میں جو جو بھی صحابہ کرام کی شان بیان کی گئی ہے وہ تمام فضائل و محامد جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہیں۔

جناب مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے جو جو صحابہ کرام کے فضائل و کمالات بیان ہوئے ہیں وہ سب بھی ایک جلیل القدر صحابی ہونے کے ناطے آپ کو حاصل ہیں۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص آپ کے حق میں اور جو جو آپ نے اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور سسرال کے حق میں ارشادات فرمائے ہیں وہ تمام بھی آپکے حق میں مہر نبوی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

افضل البشر بعد از انبیاء جانشین مصطفےٰ، ہمراز مرتضےٰ امام المتقین، خلیفۂ بلافصل جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بلند ہاتھ فرماکر خانہ کعبہ کے پاس مقام ابراہیم اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہو کر بار بار یہ دعا فرما رہے تھے۔ "یا اللہ (امیر) معاویہ کے بدن پر آگ کو حرام فرما دے (ابن عساکر جلد ۲۵ ص۱۱) آپ کی دعا یقیناً مقبول ہے اور جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یقینی جنتی ہیں۔

مرادِ مصطفیٰ دامادِ مرتضیٰ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار - خلیفۂ ثانی جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر بنایا اور تاحیات آپ کو اس عہدے پر فائز رکھا۔ اس سے جناب فاروق اعظم کے دل میں آپ کی عزت و منزلت ثابت ہوتی ہے۔ (ابن عساکر ۲۴ ص ۴۰۰ وتمام تواریخ اسلام)

شہیدِ اسلام دامادِ مصطفیٰ خلیفۂ ثالث جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے تمام دور خلافت میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کی گورنری پر بحال رکھا۔ (ابن عساکر ۲۴ ص ۴۰۰ وتمام تواریخ اسلام) اس سے آپ کی نظر میں جناب امیر معاویہ کی قدر و منزلت کا ثبوت ملتا ہے۔

مشیرِ خلفاءِ ثلاثہ شہنشاہِ ولایت جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ، رسول، قرآن، ایمان، اسلام میں ہمارا اور امیر معاویہ کا کوئی اختلاف نہیں۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۵۸ ص ۴۴۸ مطبوعہ بیروت) ہماری لڑائی اسلام اور کفر کی جنگ نہ تھی محض ایک اجتہادی بات تھی (قرب الاسناد ص ۴۵) لشکر امیر معاویہ کے تمام شہدا بھی جنتی ہیں۔ (طبرانی ۔ ص ، ابن ابی شیبہ ۱۵ ص ۳۰۳، مجمع الزوائد ۹ ص ۳۵۷، ابن عساکر ۲۵ ص ۲۸ وغیرہ) امیر معاویہ کی امارت کو برا نہ سمجھو۔ جب آپ نہ ہوں گے تو بڑی قتل وغارت ہوگی۔ (البدایہ ۸ ص ۱۳۱، ابن عساکر ۴ ص ۳۰۱، ابن ابی شیبہ ۵ ص ۲۲۳، انساب الاشراف بلاذری ۴ ص ۴۰، کنز العمال ۶ ص ۸۷، تاریخ اسلام ذہبی ۲ ص ۳۲۰، کتاب السنہ امام احمد ص ۱۹۴ وغیرہ) آپ کے سامنے حضور

نے بیان فرمایا۔ تمہاری آپس میں لڑائی ہو گی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی اور بخشش ہو جائے گی اور دونوں فریق جنتی ہوں گے۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۳۸)
جماعت امیر معاویہ نہ مشرک تھے نہ منافق بلکہ وہ تو ہمارے (مسلمان) بھائی تھے (تفسیر قرطبی ۱۶ ص ۳۲۴، السنن الکبریٰ ۸ ص ۱۷۳، تفسیر درمنثور ۱ ص ۳۲۲ وغیرہ)
آپ نے لشکر امیر معاویہ کے مقتولین پر بھی نماز جنازہ پڑھی۔ (تاریخ کامل ۳ ص ۲۵۴)
جھگڑا میرا اور امیر معاویہ کا تھا۔ (اور ہم نے صلح کر لی) اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ (ملفوظ حضرت قبلہ حضرت صاحب مدظلہ) آپ کے متعلق معمولی گستاخی کرنے پر بھی حضور شہنشاہِ ولایت بہت ناراض ہوتے ہیں اور آپ کی اس ناراضگی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضا شامل ہوتی ہے۔ (مشاہدہ حضور قبلہ حضرت صاحب زید مجدہ)

شبیہہ مصطفےٰ احسن مجتبیٰ

خلیفہ برحق امیر المومنین جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت فرمائی اور اپنی خلافت ان کو لکھ کر دے دی۔
(رجال کشی ص ۱۰۲، احتجاج طبرسی ۲ ص ۹، جلال العیون ۱ ص ۴۰۳، مروج الذہب ۳ ص ۷، مقتل ابی مخنف ص ۲، اخبار الطوال ص ۲۲۰، کشف الغمہ ۱ ص ۵۷۱، حاشیہ شرح عقائد ص ۱۶، ابن عساکر ۲۴ ص ۴۰۲، شواہد الحق ص ۴۷۰، فتح القدیر ۵ ص ۱۴۶، مستدرک ۳ ص ۱۷۴، ناسخ التواریخ ۱ ص ۲۲۸، مناقب ابی طالب ۴ ص ۳۴، البدایہ ۸ ص ۴۳، تطہیر الجنان ص ۱۹)

سید الشہداء امام کرب وبلا

راکب دوش مصطفےٰ جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت

کی تھی اور تا شہادت دونوں بھائی اس بیعت پر قائم رہے۔ (رجال کشی صہ ۱۰۲، جلاء العیون جلد ۱ صہ ۳۹۵، اخبار الطوال صہ ۲۲۰ صہ ۲۲۵، مقتل ابی مخنف صہ ۶، نیز تمام تواریخ اسلام) امیر معاویہ کی وفات پر آپ نے ان کے لئے دعاء مغفرت کی تھی۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی جلد ۲ صہ ۵۳)

ام المومنین عفیفۂ امت صدیقہ بنت صدیق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے متعلق دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، پھر فرمایا۔ اے مولائے کریم معاویہ کو ہدایت پر قائم رکھنا۔ اور اس کو بری عادات سے محفوظ رکھنا۔ اور دنیا و آخرت میں اس کی بخشش فرمانا۔ (البدایہ جلد ۸ صہ ۱۲۰)

مفسر قرآن عمزاد مصطفےٰ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جناب مخبر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا۔ (امیر) معاویہ (رضی اللہ عنہ) دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی امانت دار ہیں۔ (ابن عساکر جلد ۲۵ صہ ۶) آپ وحی الٰہی کے کاتب تھے۔ (مسلم جلد ۲ صہ ۳۰۲، البدایہ جلد ۸ صہ ۱۱۹، ابن عساکر جلد ۲۵ صہ ۱۵ وغیرہ) آپ فقیہ ہیں۔ (بخاری جلد ۱ صہ ۵۳۱، مشکوٰۃ صہ ۱۱۲، بیہقی جلد ۳ صہ ۲۶، المنتقی ذہبی صہ ۳۸۸، ابن عساکر جلد ۱۶ صہ ۷۲۶) آپ نے فرمایا آج ہم میں امیر معاویہ سے بڑا علم والا کوئی موجود نہیں ہے۔ (سنن الکبریٰ جلد ۳ صہ ۲۶) فرمایا امیر معاویہ پر اعتراض نہ کرو وہ صحابیٔ رسول ہیں۔ (ابن عساکر جلد ۲۵ صہ ۴۹) فرمایا میں نے امیر معاویہ سے زیادہ خلق والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (مسند امام احمد جلد ۴ صہ ۱۰۲) فرمایا امیر المومنین امیر معاویہ بہت بڑے عالم ہیں۔ (ابن عساکر جلد ۲۵ صہ ۵۰)

فرمایا امیر معاویہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے۔ (المنتقی ذھبی صہ ۳۸۸) فرمایا آج امیر معاویہ سے زیادہ حکومت کا حق دار اور کوئی نہیں ہے۔ (تاریخ کبیر امام بخاری مدہ۴ صہ ۳۲۷، البدایہ والنہایہ مدہ۸ صہ ۱۳۵، انساب الاشراف بلاذری مدہ۴ صہ ۲۷، الاصابہ مدہ۳ صہ ۴۱۳، غریب الحدیث ابن قتیبہ مدہ۲ صہ ۳۵۳، ابن عساکر وغیرہ) آپ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معاویہ تیرے اور علی کے درمیان کچھ اختلاف واقع ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں معافی ہوجائے گی اور تمہاری مغفرت ہو جائے گی۔ (تفسیر درمنثور مدہ۱ صہ ۳۲۲، اور تم سب جنت میں داخل کردیئے جاؤ گے۔ (ابن عساکر مدہ۲۵ صہ ۳۸ وغیرہ) آپ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جناب امیر معاویہ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان اور جبریل کی عرض پر اپنا کاتب وحی مقرر فرمایا۔ (تطہیر الجنان صہ ۱۳)

صحابی رسول جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد جناب امیر معاویہ سے بڑھ کر کوئی سخی، اچھے اخلاق والا اور حوصلہ والا نہیں دیکھا۔ (ابن عساکر مدہ۲۵ صہ ۵۳، تاریخ اسلام ذھبی مدہ۲ صہ ۳۲۱) آپ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ روز محشر (امیر) معاویہ کے جسم پر نور ایمان کی چادر ہوگی (ابن عساکر مدہ۲۵ صہ۱) آپ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے (امیر) معاویہ تو جنت میں میرے خادموں میں سے ہوگا۔ (ابن عساکر مدہ۲۵ صہ ۱۲)

صحابئ رسول جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

نے فرمایا (امیر) معاویہ کے دشمن کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور اس پر بڑے بڑے خونخوار کتے چھوڑے جائیں گے۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۱۳) آپ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے (امیر) معاویہ اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو (تجھے) آگ سے محفوظ رکھے گا۔ تیرے سینے کو علم دین سے بھر دے گا۔ تیرا پیٹ اولیاء اللہ کی طرح حرام سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تجھ کو بخشش دے گا اور تجھے حساب سے بچالے گا۔ اور تجھے قرآن کا علم سکھا دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھ کو ہدایت یافتہ، ہدایت دینے والا بنائے گا۔ اور لوگوں کو تیرے ذریعہ سے ہدایت نصیب بھی ہوگی۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۹)

صحابئ رسول جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت میں امیر معاویہ بھی میرے خادموں میں شامل ہوں گے اور ہم سب مل کر وہاں جنت میں پھل کھایا کریں گے۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۹) آپ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے محض اپنے لطف وکرم سے جناب امیر معاویہ کے لئے بیعت رضوان کے شرف سے مشرف ہونے کا اعلان فرما دیا۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۱۴)

صحابئ رسول جناب ابودرداء رضی اللہ عنہ آپ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے

ارشاد فرمایا۔ میں بھی (امیر) معاویہ سے محبت رکھتا ہوں اور جبریل و میکائیل

بھی ان سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو جبریل اور میکائیل سے بھی زیادہ ان سے محبت فرماتا ہے۔ (ابن عساکر جلد ۲۵ صفحہ ۹) آپ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جماعت کراتے دیکھا تو آپ نے فرمایا لوگو (اس زمانہ میں) تمہارے امام سے بڑھ کر کسی شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جیسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ (المنتقی ذہبی صفحہ ۳۸۸)

صحابی رسول جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بھی اور اللہ کا رسول بھی (امیر) معاویہ سے محبت فرماتے ہیں۔ (ابن عساکر جلد ۲۵ صفحہ ۹)

صحابی رسول جناب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر معاویہ کے لئے دعا فرمائی۔ یا اللہ معاویہ کو قرآن پاک کا علم بھی سکھا دے اور اس کو دنیا میں مضبوط حکومت بھی عطا فرما۔ (البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۱، ابن عساکر جلد ۲۵ صفحہ ۷) آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امیر معاویہ سے بڑھ کر مستقل مزاج اور بردبار شخص (اس دور میں) نہیں دیکھا۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی جلد ۲ صفحہ ۵۱)

صحابی رسول جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے (اس دور میں) امیر معاویہ سے بڑھ کر صحیح اور حق فیصلہ کرنے والا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ (البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۳، تاریخ اسلام ذہبی جلد ۲ صفحہ ۳۲۱، ابن عساکر جلد ۲۵ صفحہ ۵۱)

صحابی رسول جناب شداد بن اوس رضی اللہ عنہ آپ فرماتے ہیں کہ

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ معاویہ میری امت میں سے بہت زیادہ بردبار اور بہت زیادہ سخاوت وعطا کرنے والے ہیں۔ (ابن عساکر جلد ۲۵ ص ۹)

صحابئ رسول جناب عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ آپ فرمایا کرتے تھے جناب امیر معاویہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ ہی کیا کرو کیونکہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارہ میں دعا فرمائی تھی۔ یا اللہ معاویہ کو ہدایت پر قائم رکھنا اور لوگوں کو بھی آپ کے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرمانا۔ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۵ وغیرہ) تاریخ کبیر، بخاری جلد ۴ ص ۳۲۸)

صحابئ رسول قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے (اس دور میں) امیر معاویہ سے بڑھ کر کسی شخص کو زیادہ حلم والا اور کسی کی گستاخی پر درگزر کرنے والا اور بلند ہمت شخص نہیں دیکھا۔ (البدایہ جلد ۸ ص ۱۳۵، تاریخ اسلام ذہبی جلد ۲ ص ۳۲۴)

صحابئ رسول کاتب قرآن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور اس میں آپ کو "امیر المؤمنین" کے لقب سے ملقب فرمایا۔ (الادب المفرد امام بخاری ص ۱۶۴)

صحابئ رسول جناب واثلہ رضی اللہ عنہ آپ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ معاویہ وحی الٰہی کا امانت دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معاویہ کے گناہ معاف فرما دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کا ان کو پورا پورا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن پاک کا علم بھی عطا فرما دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو

ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا دیا۔ اور لوگوں کو آپ کے ذریعہ سے ہدایت نصیب بھی ہوگی۔ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۶)

صحابیٔ رسول سعید بن ابی وقاص و حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما

آپ دونوں حضرات ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ روز محشر معاویہ اس حالت میں آئیں گے کہ آپ نور کا لباس زیب تن کئے ہوں گے جس کا ظاہر اللہ کی رحمت اور اس کا باطن اللہ کی رضا ہوگی اور آپ اس حلۂ نور کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے۔ اور یہ چادر آپ کو جناب نبی معظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں وحی لکھنے کے بدلہ میں عطا ہوگی۔ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۱ وغیرہ)

صحابیٔ رسول جناب سعید رضی اللہ عنہ

آپ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے امیر معاویہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔ اے مولائے کریم معاویہ کو ہدایت یافتہ رکھنا اور لوگوں کو بھی آپ کے ذریعے سے ہدایت نصیب فرمانا۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۸)

صحابیٔ رسول ابوبکرہ رضی اللہ عنہ

آپ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میرا یہ شہزادہ (امام حسن) سردار ہے۔ انشاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بہت بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج ۱ ص ۵۴۶) اور دنیا جانتی ہے یہ دو جماعتیں سیدنا امام حسن اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے ہم خیال لوگوں کی جماعتیں تھیں۔ آپ کی بیان کردہ روایت کے ذریعہ سے امیر معاویہ کا صحیح ایمان والا ہونا ثابت ہوا۔

۳۰۰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

جنگ صفین میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمنوا تین سو صحابہ کرام آپ کے لشکر میں شامل ہوئے۔ اور آپ کی طرف سے لڑتے ہوئے تقریباً سب ہی شہید ہو گئے۔ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۷۸)

صحابیہ رسول ام حرام رضی اللہ عنہا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضائی خالہ بیان فرماتی ہیں کہ آپ ایک دوپہر کو میرے گھر آرام فرما ہوئے اور مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جنگ کرے گا اللہ تعالیٰ ان کے لئے جنت واجب فرما دے گا۔ تو آپ نے عرض کی آقا دعا فرمائیں کہ میں بھی اس بحری اور جنتی لشکر میں شامل ہو سکوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ بے شک تو اس لشکر میں شامل ہو گی۔ (سبحان اللہ۔ آپ کے علم غیب شریف پر قربان) چنانچہ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس بحری اور جنتی لشکر کو لے کر نکلے تو جناب ام حرام بنت ملحان بھی اس لشکر میں شامل ہوئیں اور واپسی پر آپ اپنی سواری سے گر کر فوت ہوئیں (بخاری، مسلم و دیگر اکثر کتب احادیث) اس صحیحین کی متفق علیہ روایت کے مطابق یہ تمام لشکر یقینی جنتی ہے۔ اور سیدنا امیر معاویہ اس لشکر کے سردار ہیں۔ لہٰذا آپ بھی یقینی جنتی بلکہ اس تمام جنتی لشکر کے سردار قرار پائے۔

صحابیٔ رسول ضحاک بن قیس فہری رضی اللہ عنہ

آپ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "امیر المومنین" اور "رحمۃ اللہ علیہ"، کہا اور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور آپ کے لئے دعا بھی فرمائی۔ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۸۷)

صحابئ رسول کعب احبار رضی اللہ عنہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں امیر معاویہ سے اچھا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ (انساب الاشراف بلاذری ۴ صہ ۱۰۰، تاریخ اسلام ذہبی ۲ صہ ۳۲۱، ابن عساکر ۲۵ صہ ۵۳)

صحابہ کرام کی مرویات جناب سیدنا امیر معاویہ کی کل مرویات کی تعداد تقریبًا ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) ہے۔ ان میں سے بہت سی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام سے مروی ہیں جو کہ احکام و عقائد تک کے لئے سند اور ثبوت کے طور پر پیش کی جاتی ہیں اور یہ اصول حدیث کا مسلم اصول ہے کہ فاسق و فاجر اور مطعون شخص کی روایت نامعتبر ہوتی ہے اور بالخصوص احکام و عقائد میں تو اس طرح کی روائیت بالکل قبول نہیں کی جاتی۔ اور صحابہ کرام جو کہ ایسے عادل اور متقی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ انہیں کفر، فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نفرت ہے۔ (حجرات ۷) وہ بھی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایات نقل فرماتے ہیں۔ مثلاً۔ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر، جناب سیدنا عبداللہ بن زبیر، جناب سیدنا ابو درداء، جناب سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی، جناب سیدنا نعمان بن بشیر، جناب سیدنا سائب بن یزید، جناب سیدنا عبداللہ بن عباس، جناب سیدنا معاویہ بن خدیج، جناب سیدنا ابو عمامہ اسعد بن سہل، رضی اللہ عنہم اور دیگر کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تو ثابت ہوا کہ ان تمام صحابہ کرام کے نزدیک آپ کی ثقاہت و عدالت مسلمہ تھی۔ اسی لئے وہ آپ کی مرویات پر اعتماد کرتے تھے۔

سید التابعین سعید بن مسیب علیہ الرحمۃ آپ فرماتے ہیں جو شخص جناب ابوبکر صدیق، جناب عمر فاروق، جناب عثمان ذوالنورین اور جناب علی المرتضیٰ سے محبت رکھتا ہو اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دے (یقین رکھے) اور جناب امیر معاویہ کے حق میں دعا کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کا حساب نہیں لیں گے۔ البدایہ جلد ۸ صہ ۱۳۹
ابن عساکر جلد ۲۵ صہ ۷۳)

حضرت فضیل تابعی علیہ الرحمہ آپ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعاءِ خیر فرمایا کرتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ جناب امیر معاویہ صحابہ کرام میں سے جلیل القدر عالم دین تھے۔
(ابن عساکر جلد ۲۵ صہ ۷۷)

حضرت مجاہد تابعی علیہ الرحمہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم امیر معاویہ کو دیکھ لیتے تو ضرور تم بھی کہتے کہ واقعی یہ "مہدی" ہیں۔ (ابن عساکر جلد ۲۵ صہ ۵۳)

یزید بن اصم تابعی علیہ الرحمہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جناب امیر معاویہ کے لشکر کے مقتولین کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ سب جنتی ہیں۔ رہا معاملہ اس جنگ کا تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ میرے اور معاویہ کے درمیان اختلاف واقع ہوگا اور اس معاملہ میں معاویہ (اور ان کے ساتھیوں کو) بخش دیا جائے گا۔ (ابن عساکر جلد ۲۵ صہ ۳۸)

ابو مجلز تابعی علیہ الرحمہ جناب ابو مجلز لاحق بن حمید سدوسی بصری سے پوچھا گیا کہ قرآن پاک کی خرید و فروخت جائز ہے؟

تو آپ نے فرمایا (ہاں جائز ہے کیونکہ) جناب امیر معاویہ کے دور میں قرآن پاک کی خرید و فروخت ہوتی رہی ہے۔ (اگر ناجائز ہوتا تو آپ ایسا کیوں ہونے دیتے۔)
(انساب الاشراف بلاذری ج ۴ ص ۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (متوفی تقریباً ۱۴۸ھ) آپ بیان فرماتے ہیں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ امیر معاویہ سے ہماری جنگ کوئی اس وجہ سے نہیں ہوئی تھی کہ ہم ان کو کافر سمجھتے تھے یا وہ ہم کو کافر سمجھتے تھے بلکہ وہ تو ایک غلط فہمی کی بنا پر ہوئی تھی۔ (قرب الاسناد ص ۴۵)

امام اوزاعی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۵۸ھ) آپ فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا امیر معاویہ کی خلافت کے دور میں بہت سے صحابہ کرام بقید حیات تھے جو ہدایت کے چراغ تھے اور علم دین کے ظروف تھے جن کے سامنے قرآن پاک نازل ہوتا رہا۔ اور وہ احکام اسلام کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ان جیسا کوئی بعد والا نہیں جان سکتا۔ کیونکہ انہوں نے قرآن پاک کا مفہوم خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا تھا۔ اور صحابہ کرام کی خلوص نیت کی پیروی کرنے والے "تابعین کرام" بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ انہوں نے امت محمدی میں کوئی اختلاف برپا نہیں کیا۔ (اور امیر معاویہ کے خلاف علم جہاد بلند نہیں کیا اور اگر وہ ایسے ہوتے تو یہ پاکباز ہستیاں انہیں کبھی بھی معاف نہ فرماتیں) (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۳)

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۱ھ) خلیفہ راشد خاص کے سامنے ایک شخص نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی تو آپ نے اس کو کوڑوں سے سزا دی۔

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۳ ، البدایہ ج ۸ ص ۱۳۹ ، ابن عساکر ج ۲۵ ص ۴۷)
آپ نے اپنا مشاہدہٗ ذاتی جو کہ مبنی علی الحق ہے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس خطاءِ اجتہادی پر معاف فرما دیا اور آپ کی بخشش فرما دی - (کتاب الروح ابن قیم ص ۲۱ ، البدایہ ج ۸ ص ۱۴۰ ، کیمیائے سعادت امام غزالی ص ۳۸۴ وغیرہ)

عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ تابعی

(متوفی تقریباً ۱۸۰ھ) آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کا امیر معاویہ کے متعلق کیا خیال ہے - تو آپ نے فرمایا - بھلا میں اس ہستی کی شان میں کیا کہوں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیچھے نمازیں ادا فرماتے رہے ہوں - (یعنی آپ تو جلیل القدر صحابی ہیں میں آپ کے متعلق کیسے کوئی گستاخی سوچ سکتا ہوں) (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۹)

کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک جناب امیر معاویہ کی شان زیادہ ہے یا جناب عمر بن عبدالعزیز کی - تو آپ نے فرمایا (تم امیر معاویہ کی بات کرتے ہو) جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور کی خدمت میں آپ کی ناک میں جو مٹی جم جاتی تھی وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے - (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۹ ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۰ ص ۱۳۱ ، ابن عساکر ج ۲۵ ص ۴۷ وغیرہ) بلکہ بعض روایات میں تو یہاں تک آیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اور معیت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں جو خاک اڑ کر جم جاتی ہے وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے - (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۹ ، تطہیر الجنان ابن حجر مکی ص ۱۰ ، فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر ھیثمی ص ۲۰۵ وغیرہ)

عمر بن شرجیل تابعی علیہ الرحمہ

جناب ابو میسرہ جو کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا۔ گویا میں جنت میں ہوں۔ وہاں میں نے دو عالی شان محل دیکھے تو میں نے دربانوں سے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے محل ہیں؟ جواب ملا کہ یہ کلاع اور حوشب (علیہما الرحمہ) کے لئے ہیں۔ وہ جو جنگ صفین میں جناب امیر معاویہ کی معیت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا۔ جناب عمار اور ان کے ساتھی وہ کہاں ہیں۔ جواب ملا وہ تیرے آگے (یعنی اس سے آگے زیادہ اعلیٰ مقام پر) ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا حالانکہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ (پھر بھی یہ دونوں جماعتیں ہی جنت میں پہنچ گئیں) جواب ملا ہاں۔ جب وہ سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بخش دیا۔

(یاد رہے کہ صحیح احادیث میں ہے کہ نیک آدمی کا خواب سچا ہوتا ہے اور یہ ایک تابعی کا خواب ہے جو کہ امت میں دوسرا درجہ ہے۔ یعنی اول صحابی دوسرا تابعی۔ اور زمانہ خیر القرون ہے لہٰذا یہ محض خواب نہیں ایک حقیقت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مشاہدہ کرایا گیا) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۹۰، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ج ۴ ص ۱۴۳، الاصابہ ج ۱ ص ۳۸۲، تحت حوشب، ابن عساکر ج ۷ ص ۲۶، مرأۃ الجنان امام یافعی ج ۱ ص ۱۰۲، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۸۹، کتاب المعرفۃ والتاریخ ج ۳ ص ۳۱۴، سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۱۷۴، العبر امام ذہبی ج ۱ ص ۴۰، سنن سعید بن منصور خراسانی الناہیہ عن طعن معاویہ ص ۷ وغیرہ)

جناب فضل بن عنبسہ علیہ الرحمہ

(متوفی تقریباً ۲۰۰ھ) آپ سے

پوچھا گیا کہ جناب امیر معاویہ کی شان زیادہ ہے یا جناب عمر بن عبدالعزیز کی تو آپ نے تعجب اور حیرانگی سے تین دفعہ فرمایا۔ سبحان اللہ۔ کیا وہ ہستی جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا شرف صحبت حاصل کیا ہے۔ (جناب امیر معاویہ) ان کی شان اور مقام تک وہ شخص کیسے پہنچ سکتا ہے جس نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت نہیں کی۔ (یعنی جناب عمر بن عبدالعزیز) (ابن عساکر ۲۵ ص ۴۷ وغیرہ)

وکیع بن جراح تابعی علیہ الرحمہ

(متوفی ۱۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (صحابہ کرام میں سے) دروازے کے کنڈے کی مثل ہیں جس نے دروازے کا کنڈا کھول دیا (اور دروازہ کھل گیا) تو پھر اس دروازے کے اندر ہے وہ اس تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۴۷) یعنی جو جناب امیر معاویہ کی توہین کرتا ہے اس کے نزدیک پھر کسی بھی صحابی کی توہین کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ اور اس کے نزدیک کسی بھی صحابی کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔

عبدالرحمان بن ابی الحکم تابعی

آپ نے بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہا۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۵۹)

ربیع بن نافع علیہ الرحمہ

(متوفی ۲۴۱ھ) المعروف ابو توبہ حلبی۔ فرماتے ہیں جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اصحاب رسول کا پردہ ہیں اور جب کوئی شخص کسی چیز کا پردہ کھول دیتا ہے تو پھر جو کچھ پردہ کے اندر ہے اس پر جرأت کرنا اس کے لئے مشکل نہیں ہوتا۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۴۷، البدایہ ۸ ص ۱۳۹، تاریخ بغداد ۱ ص ۲۰۹ وغیرہ)

سلیمان بن مہران الاعمش علیہ الرحمہ آپ کے سامنے جناب عمر بن عبدالعزیز کے عدل وانصاف کا تذکرہ ہوا تو آپ فرمانے لگے۔ اے شخص (حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عدل و انصاف بھی واقعی قابل تحسین ہے لیکن) اگر تو جناب امیر معاویہ کا دور پاتا تو تُو دیکھتا کہ آپ کتنے عدل وانصاف کرنے والے ہیں۔ (المنتقی ذہبی ص ۲۸۸ منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۵۵ وغیرہ)

معافی بن عمران علیہ الرحمہ جناب ابو مسعود موصلی سے پوچھا گیا کہ جناب امیر معاویہ کی شان زیادہ ہے یا جناب عمر بن عبدالعزیز کی تو آپ غضبناک ہو گئے اور فرمانے لگے کیا تو ایک صحابی رسول کو ایک تابعی جیسا سمجھتا ہے۔ (یعنی تو ایک صحابی کا تابعی سے موازنہ کر رہا ہے) جناب امیر معاویہ صحابئ رسول تھے۔ حضور کے سالا صاحب تھے۔ آپ کے کاتب وحی تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگو۔ میرے صحابہ کرام اور میرے سسرال والوں کو میری نسبت کی وجہ سے اپنے اعتراضات سے محفوظ رکھا کرو۔ کیونکہ جس نے میرے صحابہ یا میرے سسرال والوں کے متعلق بدزبانی کی تو اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت پڑے گی۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۹، ابن عساکر ج ۲۵ ص ۷۴، کتاب الشفاء ج ۲ ص ۵۲، تطہیر الجنان ص ۱۰، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۹ وغیرہ)

مرویات تابعین علیہم الرحمہ جلیل القدر تابعین مثلاً جناب عیسیٰ بن طلحہ، جناب ابو مجلز، محمد بن جبیر، جناب یزید بن جاریہ، ابو ادریس خولانی، جناب علی المرتضیٰ کے بیٹے جناب

محمد بن حنفیہ ، جناب قیس بن ابی حازم ، جناب سعید بن مسیب ، جناب حمید بن عبدالرحمان اور دیگر بہت سے تابعین کرام علیہم الرحمہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایات لیتے ہیں ۔ ثابت ہوا کہ یہ تمام پاکباز ہستیاں آپ کی ذات کو تقویٰ اور ثقاہت وعدالت میں ارفع واعلیٰ مانتے تھے اور ان کی روایات سے احکامات کا استنباط فرمایا کرتے تھے ۔

امام مالک علیہ الرحمہ (متوفی ۱۷۹ھ) آپ فرماتے ہیں جو شخص جناب ابو بکر صدیق ، عمر فاروق ، عثمان ذوالنورین ، علی المرتضیٰ ، امیر معاویہ ، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم یا کسی بھی اور صحابی کو گمراہ یا کافر کہتا ہے اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور تمام امت مسلمہ کا انکار کر دیا ہے ۔ اور اگر صرف صحابہ کی شان میں بدزبانی کرتا ہے تو اس کو سخت سزا دی جائے ۔ (رسائل ابن عابدین شامی ج۱ ص ۲۰۸ ، نبراس ص ۵۵ ، کتاب الشفاء ج۲ ص ، نسیم الریاض ج۴ ص ۵۶۵)

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ (متوفی ۲۴۰ھ) آپ فرماتے ہیں کہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی اور صحابی کے متعلق جو شخص بدزبانی کرتا ہے تو اس کا اسلام اور ایمان صحیح نہیں ہے ۔ (الصارم المسلول ابن تیمیہ ص ۵۷۳ ، ابن عساکر ج۲۵ ص ۷۵ وغیرہ)

غوث الاعظم علیہ الرحمہ آپ فرماتے ہیں کہ جو جناب علی المرتضیٰ اور جناب امیر معاویہ وغیرھما رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین اختلافات واقع ہوئے ہیں انہیں مشیت الٰہی سمجھتے ہوئے اس معاملہ میں زبان بند رکھی جائے بلکہ ان سب کی فضیلتیں بیان کی جائیں ۔ اس بات پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے ۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۷۸) نیز

آپ فرماتے ہیں کہ اگر میں راستہ میں بیٹھا ہوں اور جناب امیر معاویہ کی سواری ادھر سے گزرے اور آپ کی سواری کے قدموں کی خاک اڑ کر مجھ پر پڑ جائے تو اسے اپنے لئے باعث نجات سمجھوں گا۔ (امداد الفتاوی ۔ ۴ صہ ۱۲۲)

داتا صاحب علیہ الرحمہ سید علی ہجویری بیان فرماتے ہیں کہ (سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نواسۂ رسول سے ایسی محبت تھی۔ اور آپ ایسے وفا شعار تھے کہ) آپ جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بڑے بڑے نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ معذرت بھی کیا کرتے تھے کہ فی الحال میں آپ کی صحیح خدمت نہیں کر سکا اور نذرانہ پیش کروں گا۔ (کشف المحجوب فارسی صہ ۶۳)

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ آپ فرماتے ہیں تمام بدعتی فرقوں میں سے بدتر فرقہ صحابہ کرام سے بغض رکھنے والا فرقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کو کافر فرمایا ہے۔۔۔۔ صحابہ کرام پر طعن کرنے سے قرآن پاک پر بھی طعن لازم آتا ہے۔۔۔۔ جو اختلافات صحابہ کرام کے درمیان ہوئے وہ خواہشاتِ نفسانیہ کی بنا پر نہ تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحبت پاک کی برکت سے وہ اس بات سے پاک ہو چکے تھے۔۔۔۔ بے شک اس معاملہ میں حضرت علی حق پر تھے اور آپ کے مخالف غلطی پر۔ لیکن یہ خطا اجتہادی تھی جو فسق کا باعث نہیں ہوتی۔۔۔۔ بلکہ مجتہد مخطی کو بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ۔۱ مکتوب ۔ ۵۴ صہ ۸۶)

امام بخاری علیہ الرحمہ صاحبِ صحیح بخاری نے اپنی صحیح میں آپ کی روایات احکام وعقائد میں نقل فرمائی ہیں ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک آپ کی ثقاہت وعدالت مسلمہ ہے۔ نیز آپ نے اپنی کتاب

"تاریخ کبیر" میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں "اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدہ واھد بہ" بھی نقل فرمائی ہے۔

امام مسلم علیہ الرحمہ

صاحب صحیح مسلم نے اپنی صحیح میں احکام وعقائد میں بھی آپ کی روایات نقل فرمائی ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک آپ کا تقویٰ اور ثقاہت وعدالت مسلم ہے۔ نیز آپ نے اسی صحیح مسلم میں آپ کے کاتب وحی الٰہی بننے والی روایت بھی نقل فرمائی ہے۔

صاحب شرح عقائد علیہ الرحمہ

علامہ عبدالعزیز فرھاروی فرماتے ہیں جناب (سیدنا) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی، نجیب اور مجتہد تھے۔ آپ کی شان میں کئی احادیث مروی ہیں۔ اکابرین اسلام اس شخص پر سخت غضبناک ہوتے ہیں جو آپ پر کوئی اعتراض کرے یا آپ کے متعلق بدزبانی کرے۔ (نبراس ص۵۵۰)

صاحب شرح کتاب الشفا

علامہ خفاجی فرماتے ہیں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اعتراض اور بدزبانی کرنے والا دوزخ کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (شرح شفا خفاجی ج۳ ص۴۷۵)

فقیہ ابوطاہر حسین بن منصور

آپ فرماتے ہیں میں جناب امیر معاویہ کے متعلق بدزبانی کرتا تھا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اکرم فرماتے ہوئے) مجھے خواب میں حکم فرمایا کہ آپ سے بغض نہ رکھ اور نہ ہی آپ کے متعلق بدزبانی کیا کر۔ کیونکہ وہ تو میرے بھائی (ایمانی یا سالا) اور کاتب وحی بھی ہیں۔ (ابن عساکر ج۲۵ ص۷۶)

علامہ ابن قیّم

آپ نے جناب عمر بن عبدالعزیز کا خواب والا واقعہ بیان کر کے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بخشا ہوا ہو

جنتی ہونا ثابت کیا ہے۔ (کتاب الروح صہ ۲۶)

علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری جناب سیدنا امیر معاویہ کا ذکر خیر فرماتے ہوئے آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جلیل القدر صحابی اور آپ کی بارگاہ کا وحی الہٰی کا کاتب ہونا بیان فرماتے ہیں۔ (الاصابہ جلد ۳ صہ ۴۳۳)

حافظ ابن کثیر مفسر قرآن مؤرخ اسلام مذکور بھی آپ کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جلیل القدر صحابی اور آپ کا کاتب وحی ہونا بیان فرماتے ہیں۔ (البدایہ جلد ۸ صہ ۲۱ وغیرہ)

محدث طیبی شارح مشکوٰۃ بھی آپ کا ہادی اور مہدی ہونا۔ کامل واکمل طور پر بیان فرماتے ہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ صہ ۵۷۱)

محدث ابن حجر ھیتمی آپ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا بارگاہِ ربوبیت میں لازمًا مقبول ہوتی ہے تو پھر آپ حضور کی دعا کے مطابق یقینًا ھادی اور مہدی ہیں۔ (تطہیر الجنان صہ ۱۲)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی آپ نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فتح مکہ سے قبل ہی عمرۃ القضاء کے دن ایمان لے آنا بیان فرمایا ہے۔ اور آپ کا جلیل القدر صحابی، کاتب وحیٔ الہٰی اور بخشا ہوا ہونا بیان فرمایا ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۵۳۹)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی امام اہل سنت، مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب محدث بریلوی نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں چھ عدد رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔

۱ البشری العاجلہ من تحف آجلہ (تفضیلیہ و مفسقان امیر معاویہ کارد) ۲ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام (مناقب سیدنا امیر معاویہ) ۳ ذب الاھواء الواھیہ فی باب الامیر المعاویہ (آپ پر کئے گئے مطاعن کا جواب) ۴ اعلان الصحابہ الموافقین للامیر معاویہ و ام المؤمنین (جناب امیر معاویہ اور ام المومنین کے ہمنوا صحابہ کا بیان) ۵ الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ (مناقب امیر معاویہ والی احادیث کا بیان) ۶ لمعۃ الشمعہ لھدی شیعۃ الشنیعہ (تفضیل و تفسیق کے متعلق سوالات کے جوابات) نیز آپ نقل فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بدزبانی کرنے والا دوزخ کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (احکام شریعت صہ ۱۲۲)

صاحب بہار شریعت صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی اعظمی قادری علیہ الرحمہ فقہ حنفی کی معتمد مستند اور منفرد جامع کتاب بہار شریعت میں بیان فرماتے ہیں۔ کسی بھی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے۔ اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً جناب امیر معاویہ، ان کے والد حضرت ابوسفیان، اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ، حضرت سیدنا عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم..... ان میں سے کسی کی شان میں بھی گستاخی، تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے ...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے ان میں پڑنا حرام

حرام سخت حرام ہے ..... جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے ان کا مجتہد ہونا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے۔ مجتہد سے صواب وخطا دونوں صادر ہوتے ہیں ...... اور خطاء اجتہادی پر مجتہد سے عنداللہ مؤاخذہ نہیں ...... اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مولا علی کی ڈگری۔ اور (جناب) امیر معاویہ کی مغفرت رضی اللہ عنہما۔ جو بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ..... حضرت امیر معاویہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ عنہ نہ کہا جائے محض باطل اور بے اصل ہے.....
حضرت امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سلطنت ہے، سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوج جرار جانثار کے ساتھ عین میدان میں بالقصد وبالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت جناب امیر معاویہ کے سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی اور اس صلح کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پسند فرمایا اور اس کی بشارت دی.....
تو جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر معاذاللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقتاً حضرت امام حسن مجتبیٰ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بلکہ حضرت (اللہ) عزوجل وعلا پر طعن کرتا ہے...... اب کسی بھی صحابی پر "فئہ باغیہ" کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ (بہار شریعت ۱ ص۶۰، ص۶۱)

مولائے روم (متوفی ۶۷۲ھ) آپ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سو رہے تھے تو نماز کے وقت ایک شخص نے آپ کو جگا کر کہا کہ اٹھیں اور نماز پڑھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو کون ہے وہ کہنے لگا میں شیطان ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرا کام تو نماز کے وقت سلانا ہے اور تو مجھے نماز کیلئے جگا رہا ہے۔ وہ کہنے لگا

اگر آپ کی نماز قضا ہوگئی تو آپ کو اتنا صدمہ ہوگا اور آپ اتنا روئیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت زیادہ نمازوں کا ثواب عطا فرما دے گا۔ لہٰذا آپ اٹھیں اور ایک ہی نماز کا ثواب حاصل کریں۔ (مثنوی مولانا روم دفتر دوم ص ۶۵ طبع لکھنو) معلوم ہوا شیطان اگر بظاہر کسی کو کسی نیک کام کے متعلق بھی کہے تو اندر سے وہ اپنا کام ہی کر رہا ہوتا ہے۔ خدا اسکے شر سے محفوظ رکھے۔

امام نووی شارح مسلم (متوفی ۶۷۶ھ) آپ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جلیل القدر محرم راز، معتمد اور ثقہ صحابی تھے۔ (شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۲)

شارح مشکوٰۃ وفقہ اکبر وغیرہ آپ فرماتے ہیں کہ جناب امیر معاویہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک جلیل القدر اور ثقہ عالم صحابی تھے۔ (مرقاۃ جلد ۱۱ ص ۲۲) نیز آپ بلا نکیر نقل فرماتے ہیں کہ جناب امیر معاویہ یا اور کسی بھی صحابی کو کافر یا گمراہ کہنے والے شخص کو قتل کر دیا جائے۔ اور اگر کوئی محض ان کی گستاخی کرتا ہے تو اس کو سخت سزا دی جائے۔ یہ امام مالک کا فتویٰ ہے۔ (نسیم الریاض جلد ۴ ص ۵۶۵)

علامہ ابوالشکور محمد بن عبدالسعید کبشی سالمی (متوفی ۴۶۵ھ) علم عقائد کے یہ قدیم عالم فرماتے ہیں کہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک نیک اور دیانت دار عالم دین (صحابی) تھے۔ اور اگر آپ دین کے کاربند نہ ہوتے تو (جناب امام حسن اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے لئے) آپ سے صلح کرنا جائز نہ ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ عادل تھے اور حق ہی کے داعی تھے۔ (اسی لئے جناب علی المرتضیٰ نے آپ سے صلح فرمائی۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ) جناب علی المرتضےٰ

رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے برحق امام اور اللہ کے دین میں عادل تھے۔ (اور آپ کی اقتدا میں) پھر باقی لوگوں نے بھی آپ کی بیعت کرلی۔ (کتاب التمہید قول ثامن ۔ ص ۱۶۹)

تاجدار سیال شریف آپ کا فرمان ہے کہ جناب سیدنا علی المرتضٰے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی ہے وہ بغض وعناد کی وجہ سے نہیں بلکہ اجتہاد کی بنا پر ہوئی ہے اور فعل مجتہد اگر خطا بھی ہو تو (بمطابق فرمان نبوی) پھر بھی اس کو ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا آپ کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جب تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے تمام صحابہ کرام کے بارہ میں ایمان اور عقیدہ صحیح نہ رکھا جائے اس وقت تک کسی بھی شخص کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ (مرأۃ العاشقین ص ۱۰۹، ص ۱۲۹)

خواجہ غلام فرید آپ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دونوں گروہوں (جناب امام حسن اور ان کے ہمنوا اور جناب امیر معاویہ اور ان کے ہمنوا) کو مسلمان کہا ہے تو کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی یا بے ادبی کرے۔ کیونکہ یہ صلح جناب امام حسن کی مرضی سے ہوئی تھی نہ کہ کسی ظلم اور مجبوری سے۔ ان کی مجادلت اجتہاد کی وجہ سے تھی نہ کہ بغض وعداوت کی وجہ سے۔

صحابہ کرام کے متعلق بدگمانی کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور ان آیاتِ قرآنیہ کا انکار ہے جن میں صحابہ کی شان بیان کی گئی ہے۔ اور یہ کفر ہے۔ چنانچہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو متقی اور اکابر صحابہ میں سے ہیں کے حق میں بغض وحسد رکھنا اور بدگمانی کرنا سراسر شقاوت ہے۔ (مقابیس المجالس ص ۹۳۱/۱۰۱۶)

تاجدارِ گولڑہ شریف آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہدایت نشان " ابنی ھذا سید لعل اللہ یصلح بہ بین الفئتین من المؤمنین " کے الفاظ کے ساتھ نقل فرما کر جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے تمام ساتھیوں کا "مؤمن" ہونا ظاہر فرما دیا ہے۔ (مہر منیر ص ۴۵۵)

نائب سرکار کیلانی سیدی و سندی، ملجائی و مولائی حضور قبلہ حضرت صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت کیلیانوالہ شریف ارشاد فرماتے ہیں۔ دنیا میں بڑے بڑے حسین دیکھے ہیں۔ لیکن (مشاہدہ رؤیا میں) جو حسن و جمال جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دیکھا وہ بیان سے باہر ہے۔ نیز فرمایا۔ میرا مشاہدہ ہے کہ جو امہات المؤمنین یا تمام صحابہ کرام میں سے کسی بھی صحابی پر بالخصوص جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرتا ہے یا ان کی بے ادبی کرتا ہے وہ ضرور رافضی ہو کر مرتا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ سے بھی کچھ گستاخی ہو گئی تھی بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عنایت فرمائی جب میری توبہ قبول ہوئی تو خواب میں حضور شہنشاہِ ولایت نے انتہائی غصہ میں فرمایا۔ جھگڑا میرا اور امیر معاویہ کا تھا اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ تو نے آپ کی شان میں گستاخی کیوں کی ہے؟ میں نے عرض کی حضور غلطی ہو گئی ہے معاف فرما دیں۔ آپ نے تین دفعہ فرمایا اور میں نے بھی تین دفعہ معافی مانگی تو آپ (نے معاف فرما دیا اور آپ) خاموشی سے تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور آپ بڑے جلال میں تھے۔

(مطبوعہ فرمان حضور قبلہ حضرت صاحب مدت فیوضہم)

جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات

آپ کی عمر مبارک

جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلان نبوت سے تقریبًا پانچ برس پہلے پیدا ہوئے۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مکی زندگی کے تیرہ سال شامل کریں تو ہجرت کے وقت جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 13+5 = 18 برس تھی۔ ۱۸ھ میں آپ اپنے بھائی جناب یزید بن ابو سفیان والیٔ دمشق کی معیت میں جہاد پر گئے ہوئے تھے کہ آپ کے بھائی طاعون عمواس میں بیمار ہو گئے تو جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو بھائی کی جگہ حاکم دمشق مقرر فرما دیا۔ اس وقت آپ کی عمر تقریبًا (18 + 18 =) چھتیس برس تھی۔ پھر آپ ۴۰ھ تک یعنی تقریبًا 22 برس تک حاکم دمشق و شام پھر تقسیم حیدری کے مطابق شام، مصر اور تمام مغربی علاقے کے حاکم بن گئے۔ پھر تقریبًا چھ ماہ بعد جب جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے اور دونوں بھائیوں کے تقریبًا پانچ پانچ لاکھ سالانہ وظیفہ کی شرط پر آپ کو خلافت لکھ کر دیدی۔ اور دونوں بھائیوں (سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما) نے آپ کی بیعت فرمالی تو پھر ماہ ربیع الاول ۴۱ھ میں آپ کی خلافت پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہو گیا۔ لہٰذا اس سال کو عام الجماعۃ کہتے ہیں۔ پھر آپ پورے عالم اسلام کے امیر المؤمنین اور خلیفہ بن گئے۔ اس طرح آپ خلافت فاروقی میں تقریبًا چھ سال، خلافت عثمانی میں تقریبًا گیارہ سال، خلافت علوی میں تقریبًا پانچ سال اور خلافت حسنی میں تقریبًا چھ ماہ حاکم رہے۔ یعنی آپ خلافت راشدہ میں تقریبًا ۲۲ برس چھ ماہ حکمران رہے۔ پھر ۴۱ھ سے لے کر

۶۰ھ تک تا وصال تقریباً بیس سال پورے عالم اسلام کے خلیفہ برحق رہے۔
اس طرح آپ کی کل مدتِ حکومت تقریباً بیالیس برس کے قریب بنتی ہے۔
لہٰذا بوقت وصال آپ کی عمر شریف 6 + 11 + 5 + 6 ماہ + 20 + 36 = 78
برس تھی تقریباً۔

اہل خانہ کو آپ کی وصیت آپ نے آخری ایام میں اپنے اہل خانہ کو وصیت کی کہ ہمیشہ اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے
رہنا۔ میرے تمام متروکہ مال میں سے آدھا مال بیت المال میں جمع کرا دینا۔ اور
اپنی تجہیز و تکفین کے بارہ میں وصیت کی کہ میرے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ایک کرتہ مبارک، ایک چادر شریف اور ایک تہبند مقدس ہے۔
مجھے آپ نے کرم نوازی فرماتے ہوئے ان تبرکات کے علاوہ اپنے بال مبارک
اور اپنے ناخن مبارک بھی عطا فرمائے تھے۔ مجھے غسل دینے کے بعد آپ
کے ان متبرک کپڑوں میں کفن دینا اور آپ کے ناخن مبارک میری آنکھوں پر اور آپ
کے بال مبارک میرے منہ میں رکھ کر۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔ امید ہے
اللہ تعالیٰ ان تبرکات مقدسہ کی برکت سے مجھ پر کرم فرماتے ہوئے مجھے
بخش دیں گے۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق ایسا ہی کیا گیا۔ (تقریباً
تمام تواریخ اسلام) سبحان اللہ۔

یزید کو وصیت آپ کے انتقال کے وقت یزید گھر پر نہیں تھا۔ لہٰذا آپ نے اس کے لئے بالخصوص یہ وصیت تحریر فرمائی
"میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اہل حجاز کے حقوق کا ہمیشہ لحاظ رکھنا کہ وہ تمہاری
اصل اور بنیاد ہیں۔ جو حجازی تمہارے پاس آئے اس سے حسن سلوک سے
ساتھ پیش آنا۔ اس کی عزت کرنا۔ اس پہ احسان کرنا۔ اور جو نہ آئے اس

کی بھی خبر گیری کرتے رہنا ۔۔۔۔۔۔ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے خطرہ ہے کہ اہل عراق انہیں ضرور تمہارے مقابلے پر لا کر چھوڑیں گے ۔ جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا ۔ کیونکہ وہ قرابت دار ۔ بڑے حقدار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں " ۔۔۔۔۔ الخ (تاریخ اسلام ندوی اولین ص ۳۶۷)

بارگاہِ خداوندی میں دعا

اے میرے اللہ اگر تو سمجھتا ہے کہ یزید اس امارت کا اہل ہے تو اس کی امارت کو پورا فرمانا ۔ اور اگر تو دیکھے کہ میں نے محض محبت پدری میں اس کے متعلق خوش فہمی کی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت نہ کر سکے تو پھر اس کی حکومت کو جلد ختم کر دینا ۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۸۰)

آپکا حضور کی چادر مبارک کو اپنے کفن کیلئے خریدنا

جب کفار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین (ہجو) شعروں میں کرتے تو صحابی شعراء ان کی بکواسات کا شعروں میں جواب دیا کرتے تھے ۔ ان میں سے ایک حضرت کعب بن زہیر اسلمی بھی تھے آپ کو حضور نے انعام میں چادر عطا فرمائی تھی جسے سیدنا امیر معاویہ نے خریدنا چاہا تو آپ نے نہ دی لیکن وصال کے بعد ان کے ورثاء سے وہ چادر آپ نے خرید کر اپنے کفن کیلئے محفوظ کر لی جو کہ وصیت کیمطابق آپکو بطور کفن پہنائی گئی ۔ (سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۲۴۲)

وفات و تدفین

(باختلاف روایات) آپ بائیس ۲۲ رجب المرجب سنہ ۶۰ھ کو دمشق میں انتقال کر گئے ۔ جناب ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ۔ اور باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان آپ کو دفن کر دیا گیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۹۲ ، ابن عساکر جلد ۲۴ ص ۴۰۱ وغیرہ)

کونڈوں کی حقیقت

معززومکرم میرے بھولے بھالے سنی بھائیو - آپ نے سن رکھا ہوگا بلکہ
دیکھا بھی ہوگا کہ اکثر ہمارے مہاجر بھائی اور پھر ان کے دیکھا دیکھی یہاں کے بعض
باشندے گھرانے بھی بائیس رجب کو "امام جعفر صادق کے کونڈے" کے
نام سے موسوم ایک ختم دلواتے ہیں - دراصل ان بھولے بھالے سنیوں کا یہ
پروگرام محبت اہل بیت کرام کے تحت ہوتا ہے - لیکن یہ بے چارے سادہ
لوح مسلمان یہ نہیں سمجھتے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نام کا لیبل لگا
کر انہیں بعض صحابہ پر مشتمل کس رسم کی ترویج کا سبب بنایا جارہا ہے۔
یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی بزرگ کے نام پر ایصال ثواب (ختم
شریف) کا اہتمام یا تو اس ہستی کی ولادت باسعادت کے دن کیا جاتا ہے
یا پھر بلکہ اکثر اس شخصیت کے وصال شریف کے دن (عرس شریف۔ سالانہ
ختم یا برسی وغیرہ) کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ یہ جان کر حیران در حیران ہوں گے کہ
مذکورہ تاریخ ۲۲ رجب المرجب نہ تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تاریخ پیدائش
ہے اور نہ ہی تاریخ وفات - بلکہ معروف بارہ آئمہ اہل بیت میں سے یہ کسی
کی بھی تاریخ وفات نہیں ہے۔ آپ ضرور یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ
پھر یہ ختم کیسا ہے - اور اس کے متعلق لکڑ ہارے کی کہانی یا کٹی اور قسم کے
"معجزات" کے نام پر خرافات جو مشہور کئے جاتے ہیں - ان کی حقیقت
کیا ہے ؟
آ - میرے پیارے اور بھولے سنی - میں تجھے اس کی حقیقت بتاتا

ہوں - میرے عزیز - یہ مذکورہ تاریخ (۲۲ رجب) دراصل جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال ہے (تحفۃ العوام لاہوری شیعہ ص۲۷۶) اسی لئے یہ حضرات اس تاریخ کو "یوم سعد" اچھا دن، خوشی والا دن کے نام سے موسوم کرتے ہیں - چونکہ پنجابی زبان میں اور بعض مقامات پر عام اردو میں بھی کسی شخص کے مرجانے، ہلاک ہو جانے، تباہ و برباد ہو جانے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ " فلاں شخص کا کونڈا ہو گیا" - اب آپ اندازہ فرمائیں کہ " امام جعفر صادق کا کونڈا " کرنے والا شخص - کیا وہ اہل بیت کرام کا یا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا محب اور مخلص ہو سکتا ہے ؟ نہیں نہیں حاشا وکلا ایسا نہیں ہو سکتا - آپ کے متعلق " کونڈہ " کا لفظ استعمال کرنے والا آپ کا گستاخ اور منکر ہی ہو سکتا ہے - نعوذ باللہ من ذالک -

دراصل تقریباً ۱۹۰۶ء میں لکھنو (ہندوستان) میں کسی ذاکر کے بیان کرنے اور اس دن میں خوشی منانے کا شیعانہ مشورہ دینے پر اس "حلوہ پوڑی" والے کونڈے کے پروگرام کا آغاز ہوا - اس دور کے بعض ہندوستان کے جرائد کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس مذموم رسم کے اجرا پر کافی فتنہ و فساد بھی ہوا تھا - بالآخر سنیوں کی اکثریت سے خوف زدہ ہو کر اور اپنے عقیدہ " تقیہ " پر عمل کرتے ہوئے اس پروگرام کو خفیہ طور پر کرنا شروع کر دیا - اور اگر کوئی غیر شیعہ پوچھتا تو تقیہ کرتے ہوئے کہہ دیتے کہ " ہم امام جعفر صادق کا ختم دلواتے ہیں " - کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ ختم کو ماننے والے ہیں اور امام جعفر صادق کو بھی ماننے والے ہیں اس لئے ہمیں اس نام سے دھوکا دیا گیا - لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ختم صرف " حلوہ پوری " پر ہی ہوتا ہے - اگر ایسا ہے تو جناب سیدنا علی المرتضےٰ، سیدہ خاتونِ

جنت، سیدہ زینب، جناب سیدنا امام حسن، جناب سیدنا امام حسین، جناب سیدنا امام زین العابدین، جناب سیدنا علی اکبر، جناب سیدنا علی اصغر، جناب سیدنا قاسم، جناب سیدنا عباس علمدار، جناب سیدنا امام باقر، جناب سیدنا امام کاظم جناب سیدنا امام رضا، جناب سیدنا امام تقی، جناب سیدنا امام نقی، جناب سیدنا امام عسکری اور دیگر تمام اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ختم شریف پر حلوہ پوری کیوں تقسیم نہیں کی جاتی؟ اور پھر ختم کوئی ناجائز اور غیر قانونی کام تو نہیں کہ راتوں رات ہی دلایا جائے اور اندر اندر ہی دلایا اور کھلایا جائے۔ باقی تمام آئمہ کرام کے دن تو مجلسوں اور بڑے اشتہارات و اعلانات کے ساتھ منائے ہو صرف امام جعفر کے ساتھ ہی یہ رویہ کیوں؟ ؎

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

ہاں ہاں میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ علی پور چھٹہ کے کئی میری واقفیت والے شیعہ حضرات نے میرے سامنے بعض دوستوں کی موجودگی میں اعتراف کیا ہے کہ ہم یہ "معاویہ" کے مرنے کی خوشی مناتے ہیں اور باقی لوگوں کو اصل بات اس لئے نہیں بتاتے کہ "معاویہ" کے ماننے والے ہمارے خلاف ہو جائیں گے اور شاید کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے۔ اور ویسے بھی آج تک کائنات میں کسی بھی شخص نے کبھی بھی اپنے کسی بزرگ کی وفات پر یا کسی بھی صدمہ پر کبھی حلوہ پوری تقسیم نہیں کیا۔ ہاں یہ دیکھا ہے کہ کسی مخالف کے مرنے پر خوشی کا اظہار کرنے کے لئے حلوہ پوری تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً ذوالفقار علی بھٹو کے مرنے پر ظہور الٰہی گروپ نے حلوہ پوری تقسیم کی تھی اور ظہور الٰہی کے مرنے پر پیپلز پارٹی والوں نے حلوہ پوری تقسیم کی تھی۔ حق واضح ہو گیا کہ یہ لوگ "کونڈوں" کے نام پر امام جعفر صادق کا ختم نہیں دلواتے بلکہ جناب سیدنا امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی مناتے ہیں ۔ اب ذرا آپ اپنے ایمان کو حاضر جان کر دل کی گہرائی سے جواب دیں کہ کیا آپ کسی صحابیٔ رسول کی دشمنی پر مبنی پروگرام میں شامل ہوں گے ؟ اس مذموم رسم کی ترویج کا باعث بنیں گے ؟ اس ملعون سازش کا آلۂ کار بن کر صحابہ دشمن عناصر کے ساتھ شامل ہونا گوارا کریں گے ؟ حاشا و کلا کوئی ایمان والا ایسا سوچ بھی نہیں سکتا ۔

تو آج سے یہ پکا عہد کرلیں کہ ۔ آج کے بعد ہم "کونڈوں" کے نام پر امام جعفر صادق کی توہین نہیں کریں گے ۔ ہم صحابیٔ رسول، خالوئے امت کاتب وحیٔ الٰہی، ہمراز مصطفےٰ، امین مصطفےٰ، مدبر اسلام، مجاہد اسلام ہادی و مہدی مومن ۔ جناب سیدنا امام حسن اور جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما نے جن کی بیعت کی ۔ جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جن کو اپنے بجائے خلیفۃ المسلمین بنایا اور تسلیم کیا اور لوگوں سے آپ کی خلافت سختی سے تسلیم کروائی ۔ ان جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کسی توہین کسی سازش میں شامل نہیں ہوں گے ۔ ورنہ پھر آپ بھی فرمان نبوی علیہ الصلاۃ والسلام مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جو کسی قوم کے مخصوص طریقہ کو اپنائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی قوم جیسا سمجھا جائے گا) کے مطابق بارگاہِ خداوندی میں منکرین صحابہ جیسے ہی سمجھے جائیں گے ۔ نعوذ باللہ من ذالک

بعض بھولے بھالے سنی "ختم" اور "امام جعفر صادق" کے نام پر دھوکا کھاجاتے ہیں ۔ اور کئی سطحی ذہن کے مولوی بھی اس کو ایک "ختم" سمجھ کر اور اس کی مخالفت کو "ختم کی مخالفت" سمجھ کر اس کے جواز کے فتوے جاری کرتے رہتے ہیں ۔ میں عرض کروں گا ۔ اگر آپ نے ختم ہی دلوانا ہے

تو شوق سے دلائیں لیکن روافض سے تشبہ کیوں؟ ان کی قائم کردہ قیودات کی پابندی کیوں؟ اور پھر آپ نے جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ختم دلانا ہے تو آپ کے یوم وصال پر دلائیں۔ اور اگر بائیس رجب ہی کو ختم دلانا ہے تو یہ تاریخ جس ہستی یعنی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال ہے۔ علی الاعلان آپ کو ایصال ثواب کرنے کے لئے ختم دلائیں۔ انشاء اللہ ہم بھی شامل ہوں گے۔

ویسے ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم جب بھی کبھی کسی بھی بزرگ کے لئے ایصال ثواب (ختم) کرتے ہیں۔ تو بالخصوص اس صاحب ختم بزرگ کے لئے ایصالِ ثواب کرنے کے بعد بالعموم دعا میں تمام بزرگوں، بلکہ تمام ایمان والوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ لہٰذا اگرچہ بائیس رجب کو بالخصوص ایصال ثواب (ختم) تو جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام پر ہی کیا جائے گا۔ لیکن دعا میں ایک امام جعفر صادق تو کیا۔ تمام آئمہ کرام کو، تمام اہل بیت اطہار کو، تمام ازواج مطہرات کو، تمام ابنات مقدسات کو، تمام صحابہ کرام کو، تابعین کرام، تبع تابعین عظام تمام اولیائے کرام بلکہ تمام مومنین کو بھی شامل کر لیا کریں۔ اور یہی ہم اہل سنت وجماعت کا طریقہ ہے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

دعوت وارشاد

از مؤلف

قارئین کرام ۔ آپ نے قرآنِ کریم اور احادیث مقدسہ سے صحابہ کرام کا مرتبہ و
مقام ملاحظہ فرمایا ۔ اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جناب سیدنا امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ ایک عظیم المرتبت صحابی تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب
وحی الٰہی اور میر منشی ہونے کے ناطے آپ کے راز دار اور امانت دار بھی
تھے ۔ لہٰذا بحیثیت ایک صحابی کے آپ کو وہ تمام مراتب و مقامات
حاصل ہیں جو کہ ایک صحابی کے لئے ثابت ہیں ۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے سالے اور ہم زلف بھی تھے ۔ لہٰذا احادیث
مقدسہ میں جو جو امتیازات اور فضائل و مناقب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم نے اپنے سسرال کے لئے بیان فرمائے ہیں وہ سب کے سب
بھی آپ کو حاصل ہیں ۔ اور چونکہ آپ صلح حدیبیہ کے دن ایمان لائے تھے
یعنی کہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے ہیں اس لئے آپ سَابِقُوْنَ
الْاَوَّلُوْن میں بھی شامل ہیں ۔ اور آپ کی بیعتِ رضوان بھی حضور نے
قبول فرمائی ہے ۔ لہٰذا آپ بیعت رضوان میں شامل ہیں اور بیعت رضوان کے
تمام فضائل و مناقب بھی آپ کو حاصل ہیں ۔ اس کی پختہ دلیل بخاری کی وہ
حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے منیٰ کے مقام پر جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کاٹے تھے اور ان میں سے کچھ بال
آپ نے بطور تبرک اپنے پاس محفوظ بھی کر لئے تھے جو کہ بوقت وصال
آپ نے اپنے کفن میں رکھنے کی وصیت فرمائی تھی ۔ باقی بال دیگر صحابہ
نے لے لئے ۔ اور مسند امام احمد کی حدیث سے ثابت ہے کہ یہ واقعہ

عمرۃ القضاء یعنی صلح حدیبیہ کے بعد اگلے سال کا ہے ثابت ہوا کہ اس سے پہلے
آپ مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن چونکہ آپ نے اپنے ایمان کا علی الاعلان اظہار
باپ کے ایمان لانے کے بعد فتح مکہ کے بعد کیا تھا اس لئے بعض حضرات آپ
کا فتح مکہ کے دن ایمان لانا بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔
نیز آپ کا نام لیکر جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے
خصوصی فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں یا آپ کے لئے دعائیں فرمائی ہیں وہ
ہر اس اہل ایمان کو جس کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان وحی ترجمان
اور آپ کی دعا پر ایمان والیقان ہے اس بات پر مجبور کرے گی کہ وہ جناب
سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو۔ ہدایت والا، ہدایت دینے والا، کاتب وحی
الٰہی، حضور کا سالہ، ہم زلف، امیر المؤمنین اور خلیفۃ المؤمنین تسلیم کرے۔
روایات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ اور اللہ کا رسول آپ سے محبت فرماتے ہیں۔ نیز آپ سے بغض
رکھنے والے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں اور اس
کو سزا بھی دیتے ہیں۔ بخاری، مسلم وغیرہما کے مطابق امت محمدیہ میں سے پہلا
اسلامی لشکر جو کہ بحری جنگ لڑے گا۔ اس کے متعلق حضور کا فرمان ہے
کہ ان کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ اور تواریخ اسلام، احادیث مقدسہ
اور تفاسیر معتبرہ یہ واضح کرتی ہیں کہ بحری بیڑا سب سے پہلے آپ ہی نے
تیار کروایا تھا۔ اور بحری جنگ بھی کی۔ جس جنگ میں شامل راویۂ حدیث سیدہ
ام حرام رضی اللہ عنہا کا بعد میں انتقال بھی ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس فرمان مصطفیٰ
مطابق آپ ان تمام جنتیوں کے سردار اور آقا بن کر ان سب کے آگے آگے
جنت میں جائیں گے۔ جن کا فرمان مصطفیٰ کے مطابق یقینی جنتی ہونا ثابت

نیز اگر بخاری جلد ۱ ص ۴۱۰ کی ام حرام والی روایت کا الحاقی فقرہ بھی صحیح سمجھ لیں تو اس طریق سے بھی آپ پکے جنتی اور بخشے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ دوسری جنگ یعنی قسطنطنیہ پر پہلا حملہ بھی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہی کیا تھا۔ لہٰذا بشرط صحت روایت وہ بشارت بھی آپ کو ہی نصیب ہوگی۔ نہ کہ یزید لعین کو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے " اَوَّلُ جَیْشٍ " فرمایا ہے۔ لہٰذا یہ بشارت بھی بشرط صحت جیش اولی ہی کے شامل اصحاب کیلئے ہوگی۔ کیونکہ آپ نے قیامت تک کے لوگ " یا سب حملہ کرنے والے " بیان نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اس واقعہ کو پہلے لشکر کے ساتھ مخصوص فرمادیا ہے۔ اور قسطنطنیہ پر پہلا حملہ خلافت عثمانی میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نے ۳۲ھ میں کیا تھا جبکہ یزید ابھی چھ یا سات سال کا ہوگا۔ کیونکہ اس کی پیدائش ۲۵ھ یا ۲۶ھ بلکہ البدایہ کی ایک روایت کے مطابق تو اس کی ولادت ۲۷ھ میں ہوئی ہے۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب "کردار یزید" میں ملاحظہ فرمائیں

اگر جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں یا حضور کی آپ کے متعلق بیان کی گئیں فضیلتوں پر ایمان اور یقین نہ رکھا جائے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی باقی دعائیں اور آپ کی تمام بیان فرمائی ہوئی سب کے متعلق فضیلتیں بھی مشکوک بلکہ غلط ہو جائیں گی۔ مثلاً آپ نے فرمایا۔ سیدہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ حسنین کریمین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ آپ نے عشرہ مبشرہ کا ذکر فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ " عَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ " کیا ان ذوات مقدسہ کے متعلق حضور کے بیان فرمائے ہوئے یہ ارشادات صحیح ہیں؟ یہ سب کیوں صحیح ہیں؟ ان پر ہمارا کیوں ایمان اور یقین ہے؟ صرف اس لئے کہ یہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدسہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ تو پھر جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور کے فرامین۔ اپنے صحابہ کے بارے میں حضور کے فرامین، اپنے سسرال کے متعلق حضور کے فرامین اور اعلان، وعدہ ہائے خداوندی وہ سب کیونکر صحیح نہ ہوں گے۔ یقیناً صحیح ہیں اور بالکل صحیح ہیں۔ اسی طرح آپ کی دعاؤں کا معاملہ ہے۔ مثلاً آپ نے حضرت علی۔ سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین اہل بیت کو چادر میں لیکر دعا فرمائی۔ اللھم ھؤلاء اھل بیتی فطھرھم تطھیرا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ آپ نے جناب حسنین کریمین کے متعلق دعا فرمائی۔ اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔ آپ نے واقعہ کربلا کے متعلق دعا فرمائی۔ اللھم اعط الحسین صبرا واجرا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں بارگاہ خداوندی میں منظور ہیں یا نامنظور؟ اگر یہ منظور ہیں۔ جیسا کہ واقعی منظور ہیں تو پھر جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کی ہوئی آپ کی دعائیں کیوں منظور نہ ہوں گی۔ یقیناً منظور ہیں اور بالکل منظور ہیں۔ بہرحال قانون ایک رکھو یا تو آپ کی تمام دعائیں اور تمام فرامین صحیح اور مؤثر ہیں یا پھر ایک بھی نہیں۔

اور حسنین

اور حضور کی دعائیں

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

یہ کیسی ناانصافی اور بے ایمانی ہے کہ اور کسی کے متعلق حضور کچھ ارشاد فرمادیں تو اسے قبول کیا جائے اور اسے منبر و محراب میں بیان کیا جائے۔ اس پر لمبی چوڑی تقریریں کی جائیں۔ کتابیں لکھی جائیں اور لوگوں کو بھی ان باتوں کے ماننے پر مجبور کیا جائے۔ لیکن اسی زبانِ مصطفوی سے اگر جناب سیدنا امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی بات نکل جائے یا آپ کوئی دعا فرمادیں تو اس کو نہ مانا جائے۔ یہ کیسا دوغلا ایمان ہے۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ

اگر تو یہ بہانہ بنایا جائے کہ جی۔ انہوں نے جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی ہے لہٰذا اچھے آدمی نہیں ہیں۔ تو گذارش ہے کہ اگر بالفرض ان کے درمیان جنگیں ہوئیں تو جب انہوں نے آپس میں صلح کرلی تھی تو اب ہمارے لئے ناراضگی یا کسی اعتراض کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ اَلْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ کا نعرہ لگانے والے یہاں حضرت علی کو کیوں حق پر نہیں مان رہے ؟ یعنی جس سے حضرت علی نے صلح کرلی تھی اس سے صلح نہ کرنے والا اور اس کو اچھا نہ سمجھنے والا درحقیقت حضرت علی پر اعتراض کر رہا ہے کہ آپ غلط آدمیوں سے صلح کرتے رہے ہیں۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ جناب حسنین کریمین نے صرف آپ کی بیعت ہی نہیں کی بلکہ جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود ان کو اپنی ذاتی خلافت بھی لکھ کر دے دی۔ اس لئے اس سال کو تاریخ میں عام الجماعۃ۔ یعنی آپس میں مل بیٹھنے والا سال کہتے ہیں۔ اگر غلط آدمی سے صلح کر لینا اور اس کی بیعت کر لینا اور اس سے لاکھوں روپے نذرانے قبول کرنا جائز تھا تو پھر واقعہ کربلا کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ کیا جناب امام حسین کے نزدیک جناب امیر معاویہ کے غلط ہونے کے باوجود ان کی اطاعت، اعانت، بیعت اور صلح جائز تھی۔ اگر حضرت امیر معاویہ کے غلط ہونے کے باوجود جناب امام حسین کے نزدیک ان کی بیعت جائز تھی تو پھر یزید ملعون کی بیعت پر آپ کو کیوں اعتراض ہوا ؟ یہاں تک کہ اپنے خدام اور تمام خاندان کو بھی شہید کروا دیا لیکن بیعت یزید قبول نہ کی۔

صلح

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین
دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

اور اگر کوئی نامعقول خوف وغیرہ کو وجہ جواز بنانا چاہے تو اسے سمجھایا جائے گا کہ حضرت امام حسن کے مقابلہ میں حضرت امام حسین زیادہ خوف میں مبتلا تھے۔ نیز پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خاندان نبوت ڈر اور خوف سے غلط لوگوں کی بیعت بھی کر لیا کرتا تھا۔ یہ ایک ناممکن اور قاطع ایمان بات ہے۔ ؎

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

بیعت کا اصول

لہٰذا کیوں نہ اصل حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے کہ اس پاک گھرانے نے جب تک اچھے لوگوں کو برسر اقتدار دیکھا ان کی بیعت و معاونت کرتے رہے۔ مثلاً جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق اور جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی بیعت و اعانت کی اور جناب حسنین کریمین نے جناب سیدنا امیر معاویہ کی بیعت و اعانت کی بلکہ انہیں اپنی خلافت بھی تفویض فرما دی۔ لیکن جونہی برا شخص سامنے آیا ہزار حالات کی ناسازگاری کے باوجود اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اس سے برسر پیکار ہو کر اور اپنے تقریباً ۱۴۰ ساتھی شہید کروا کر اپنے ایمان کی عزیمت کا اظہار کر دیا اور قیامت تک کے لئے ایک نمونہ قائم کر دیا۔ اور یہ سبق دے دیا۔ لوگو جب بھی وقت کا کوئی یزید تمہارے سامنے آجائے تو اپنا مال جان اولاد بلکہ سب کچھ قربان کر دینا لیکن کسی یزید کے ہاتھ میں ہاتھ

نہ دینا۔ اس طرح جہاں واقعہ کربلا یزید ملعون کی بدبختی ظاہر کر رہا ہے وہاں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرافت و دیانت اور خلافت و امارت کی صحت پر بھی جناب امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے۔ کیونکہ اگر آپ حضرات انہیں غلط سمجھتے تو ضرور ان کے خلاف بھی برسرپیکار ہو جاتے اور واقعہ کربلا کی طرح کبھی بھی ان سے صلح نہ کرتے اور تادم آخریں باطل کے خلاف جنگ جاری رکھتے۔ لیکن جب جناب امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ عنہما نے جناب امیر معاویہ سے صلح کی اور تادم آخریں قائم رکھی۔ آپ کی بیعت فرمائی۔ اور آپ کو امیرالمؤمنین اور خلیفۃ المسلمین تسلیم کیا تو معلوم ہوا کہ آج بھی جو جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت اور عقیدت نہیں رکھتا ان کو خلیفہ برحق اور امیرالمؤمنین نہیں مانتا۔ اس کا جناب امام حسن اور جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا کا عام دستور ہے کہ دوست کا دشمن بھی اپنا دشمن ہی ہوتا ہے۔ تو جو حسنین کریمین کے دوست اور ان کے خادم سے دشمنی رکھے گا۔ جناب حسنین کریمین اس بدبخت کو کب اپنے خادموں میں شامل فرمائیں گے۔ وہ شخص سیدنا علی المرتضیٰ، جناب سیدنا امام حسن اور جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کا ماننے والا کب اور کیسے ہو سکتا ہے۔ جس سے یہ ذوات مقدسہ صلح فرمائیں اور حسنین کریمین جس کی بیعت فرمائیں اور یہ اس ہستی کو برا بھلا کہے اس سے بغض و عناد رکھے یا معاذاللہ ان پر لعن طعن کرے۔ یعنی یہ شخص ان ہستیوں کے نام کو تو چومتا ہے اس کا وظیفہ کرتا ہے لیکن ان کے کام کو غلط سمجھتا ہے۔ اور جس پر وہ حضرات آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے راضی ہو گئے تھے یہ اس پر آج تک راضی نہ ہو سکا۔ فالی اللہ المشتکی

امیر معاویہ شریعت کی نظر میں ملعون و مطعون ہوتے تو جناب شہنشاہ ولایت ان حضرات پر کبھی بھی جنازہ نہ پڑھتے۔ ستاً۔ جناب علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ وہ بھی ہمارے بھائی ہیں نہ وہ کافر ہیں نہ مشرک نہ فاسق و فاجر نہ منافق اور نہ ظالم۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایک غلط فہمی اور خطاءِ اجتہادی کی بنا پر ہم سے جنگ جائز سمجھی۔ سابعاً۔ شاہِ روم نے جب جناب علی المرتضیٰ پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو دھمکی دی کہ اگر تو نے کوئی ایسی حرکت کی تو ہم دونوں (حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ) مل کر تجھ پر حملہ کر دیں گے اور تجھے تباہ و برباد کر دیں گے۔ آپ کا یہ فرمان سن کر وہ واپس بھاگ گیا۔ اگر ان ہستیوں کا کوئی ذاتی یا اسلامی اختلاف ہوتا تو جناب امیر معاویہ تو شاہ روم کا حوصلہ بڑھاتے۔ ثامناً۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑائی کا تذکرہ فرمایا تھا تو ساتھ ہی آپ نے حضرت علی اور جناب امیر معاویہ کے سامنے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے گا۔ اور تمہاری مغفرت فرما دے گا۔ اور جناب عمر بن عبدالعزیز نے خواب میں اس بات کا مشاہدہ بھی فرما لیا تھا۔ تاسعاً۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ہدایت والا، ہدایت دینے والا۔ یعنی ہادی اور مہدی فرمایا ہے۔ تو جس کو حضور کی دعا پر یقین ہے وہ ضرور آپ کو ہادی اور مہدی مانے گا۔ عاشراً۔ خلیفہ راشد خامس جناب عمر بن عبدالعزیز سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنے والے کو کوڑے مارا کرتے تھے۔

تلک عشرۃ کاملۃ۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔ فافھموا یااولی الالباب

ان تمام باتوں سے قطع نظر کر کے یہ بھی تو دیکھیں کہ کیا حضرت علی کے مقابلہ میں اکیلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کھڑے ہیں کہ ان کو اس جرم میں لعن طعن

کیا جائے اور ان کے متعلق طرح طرح کے غلط الفاظ استعمال کئے جائیں نہیں نہیں
اس غون سیدنا عثمان ذوالنورین کے مطالبہ میں آپ کے ساتھ تقریباً ۱۴۰۰ اور
صحابہ کرام بھی شامل تھے ۔ جناب طلحہ اور جناب زبیر ۔ جن کے متعلق حضور
منبر شریف پر کھڑے ہو کر ۔ ان کا یقینی جنتی ہونا بیان فرما چکے ہیں (از عشرہ مبشرہ)
بھی آپ کے ساتھ ہیں ۔ صدیقہ بنت صدیق ۔ ام المؤمنین ۔ جن کو جبریل نے
بھی سلام عرض کیا ۔ جن کے بستر پر حضور پر وحی بھی آجایا کرتی تھی ۔ جو حضور
کو تمام ازواج مطہرات میں سے زیادہ محبوب تھیں ۔ جن کی طہارت و عفت اور
عصمت و نزہت کیلئے اللہ کے قرآن کی بہت سی آیات نازل ہوئیں ۔ جنکے
خانۂ اقدس میں اللہ کے نبی نے انتقال فرمانا پسند فرمایا ۔ جن کی آغوش مطہرہ
میں پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء نے وصال فرمایا ۔ جن کے حجرۂ پاک کو حضور کا مدفن
بننے کا شرف حاصل ہوا ۔ جو جگہ آج گنبد خضریٰ کے نام سے جانی اور پہچانی جاتی
ہے وہ آپ ہی کا حجرہ پاک ہے ۔ جن کے حجرۂ پاک کو حضور نے جنت کا
باغیچہ فرمایا تھا ۔ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فرمان کے مطابق
یہ جگہ درحقیقت جنت ہی کی زمین میں سے اتاری گئی ہے ۔ جن کے حجرہ پاک کو یہ
شرف حاصل ہے کہ وہاں ستر ہزار فرشتہ دن کو اور ستر ہزار رات کو حاضر
ہوتا ہے ۔ جن کے متعلق فرمان مصطفوی ہے کہ آپ دنیا و آخرت میں میری
بیوی ہیں ۔ آپکا رشتہ اشارۂ خداوندی سے مانگا گیا وغیرہ وغیرہ ۔ وہ سیدہ
طیبہ، طاہرہ، زاہدہ، صائمہ، موقنہ، قانتہ ام المؤمنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا بھی اس مطالبے میں جناب امیر معاویہ کی ہم نوا ہیں ۔ تو کیا حضرت علی سے جنگ
کرنے کے جرم میں صرف اکیلے جناب امیر معاویہ ہی کو مطعون کیا جائے گا یا
آپ کے باقی تمام ساتھیوں تقریباً ۱۴۰۰ صحابہ کرام (جو کہ قرآن و حدیث کی رو سے

یقینی جنتی اور بخشے ہوئے ہیں ۔ جناب طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بھی وہی الزام آئے گا جو جناب امیر معاویہ کے لئے مشہور کیا گیا ہے اور ان ذوات مقدسہ کے متعلق بھی وہی الفاظ استعمال کئے جائیں گے جو جناب امیر معاویہ کے لئے بعض نا عاقبت اندیش ، اہل بیت کے فیصلوں کو نہ ماننے والے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مقدس پر ایمان نہ رکھنے والے لوگ استعمال کرتے ہیں ۔ کیا ان ہستیوں کے متعلق بھی وہی عقیدہ رکھا جائے گا یا رکھا جاتا ہے جس کا اظہار جناب سیدنا امیر معاویہ کے متعلق کیا جاتا ہے ۔ اور اگر معاذ اللہ آپ کی یہ خطائے اجتہادی اتنی ہی بڑی غلطی ، ناقابل معافی جرم اور اسلام اور کفر کا امتیازی نشان تھا تو کیا ۔ اس دور کے تمام موجود صحابہ کرام ۔ حتیٰ کہ خود جناب حیدر کرار اور حسنین کریمین کو بھی اس کا اندازہ نہ ہو سکا ۔ پھر وہ تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام جو آپ سے حدیثیں بیان کرتے ہیں ، تبع تابعین ، ائمہ کرام ، اولیاء کرام بالخصوص جناب سیدنا غوث اعظم ، جناب سیدنا داتا علی ہجویری ، جناب سیدنا مجدد الف ثانی ، محدثین کرام بشمول امام بخاری و امام مسلم و امام ترمذی ، مفسرین کرام بشمول جناب سیدنا عبد اللہ بن عباس ، جناب مجاہد ، خلیفہ راشد خامس جناب سیدنا عمر بن عبد العزیز ، علامہ عبد العزیز فرہاروی ، امام غزالی ، امام نسفی ، علامہ ملا علی قاری ، قاضی القضاۃ قاضی عیاض ، امام خفاجی علامہ عبد الغنی نابلسی ، علامہ ابو العلی صاحب شرح مواقف ، امام حاکم ، حافظ ابن کثیر ، حافظ ابن عساکر ، علامہ ابن حجر مکی ہیتمی ، امام جلال الدین سیوطی ، امام ابن ہمام ، امام شعرانی ، حضور قبلہ حضرت صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت کیلیانوالہ شریف اور دیگر تمام ان اکابرین

اسلام کو جنہوں نے اپنی اپنی تصانیف میں جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں وہ بھی ان اسرار مخفی سے بے خبر رہے جو کہ آج کے تبرہ بازوں اور لعان وطعان لوگوں پر ظاہر ہو گئے ہیں۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
نیز جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی موجود ہے۔ کہ میرے صحابہ سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ہی کسی آزمائش میں ڈال کر اس کے بدلے میں ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ نیز فرمایا کہ صحابہ کرام میں باہم کوئی لڑائی جھگڑا ہو گیا تو میں قیامت کو ان کی شفاعت فرما کر انہیں بخشوا دوں گا۔ (تطہیر الجنان ص ۱۱) اللہ اکبر! جس کو حضور کی شفاعت کا وعدہ مل گیا اس کے جنتی ہونے میں کوئی کافر ہی شک کر سکتا ہے۔
محدث ابن عساکر نقل فرماتے ہیں کہ جناب ابو زرعہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں امیر معاویہ سے دشمنی رکھتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کس وجہ سے۔ وہ کہنے لگا کیونکہ انہوں نے حضرت علی سے جنگیں کی ہیں تو جناب ابو زرعہ فرماتے ہیں۔ اے شخص (ارے ناداں) امیر معاویہ کا رب بھی بڑا مہربان ہے (اس نے بھی ان کی اس خطاء اجتہادی پر انہیں معاف فرما دیا) اور امیر معاویہ کا مدمقابل (جناب سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ) بھی بڑا کرم کرنے والا تھا۔ (انہوں نے بھی اسی دن اعلان فرما دیا تھا کہ وہ اور ان کے ساتھی نہ کافر ہیں نہ مشرک ہیں نہ فاسق و فاجر ہیں اور نہ ظالم ہیں۔ ہمارا ان کا خدا، رسول، دین۔ ایمان ایک ہے بس انہیں کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی۔ یعنی یہ جنگیں ان کی خطائے اجتہادی کی وجہ سے واقع ہوئی ہیں اس سبب سے ان پر کوئی گناہ نہیں

ہے - نیز آپ نے فرمایا دونوں طرف کے شہید جنتی ہیں - اور آپ نے دونوں طرف کے شہیدوں پر نماز جنازہ پڑھی - اور ان کے لئے دعا فرمائی) تو جناب ابو زرعہ فرمانے لگے اب تو کون ہوتا ہے ان کے معاملہ میں مداخلت کرنے والا - (ابن عساکر ۲۵ ص ۳۹)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ان جنگوں کا ذکر فرماتے ہوئے جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے سامنے بیان فرمادیا تھا کہ تمہارے درمیان ایک غلط فہمی کی بناء پر لڑائی ہوگی (شرح فقہ اکبر ص ۸۲) نیز جناب ملا علی قاری حنفی بیان فرماتے ہیں -

واما ما وقع من امتناع جماعة من الصحابة من نصرة علی والخروج معه الی المحاربة طائفة منهم کما فی حرب الجمل والصفین فلا یدل علی عدم صحة خلافته ولا علی تضلیل مخالفیه فی ولایته اذ لم یکن ذالک عن نزاع فی حقیقة امارته بل کان عن خطاء فی اجتهادهم حیث انکروعلیه ترک القود من قتلة عثمان بل زعم بعضهم انه کان مائلا الی قتله والمخطئ فی الاجتهاد لا یضلل ولا یفسق علی ما علیه الاعتماد .... الخ

(شرح فقہ اکبر ص ۷۶) یعنی جنگ جمل اور صفین میں جو جناب سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا علی المرتضیٰ کے درمیان نزاع واقع ہوا ہے - یہ نہ تو ان کی (حضرت علی) کی خلافت کے عدم صحت پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی اس معاملہ میں ان کے مخالفین کی گمراہی پر دلالت کرتا ہے - کیونکہ یہ اختلاف درحقیقت حکومت وامارت کے متعلق تھا ہی نہیں - اگر جناب امیر معاویہ جناب علی المرتضیٰ کی خلافت کو

تسلیم نہیں کرتے تھے یا ان سے حکومت چھیننا چاہتے تھے بلکہ آپ نے تو حضرت علی کو خط لکھا تھا۔ "خدا کی قسم۔ ہم آپ کی خلافت وامارت کو تسلیم کرتے تھے۔ اور آپ کے علاوہ کسی اور کا خلیفہ بننا ہم بالکل پسند نہیں کرتے آپ جناب عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دیں یا انہیں ہمارے حوالے کر دیں اور اگر کوئی آپ کی مخالفت کرے گا تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ بلکہ زبان سے آپ کی خلافت کی گواہی دیں گے۔ (اخبار الطوال صہ ۱۶۲) بلکہ وہ اختلاف تو محض جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارہ میں خطائے اجتہادی کے طور پر واقع ہوا تھا۔ اور خطائے اجتہادی پر کسی کو گمراہ یا فاسق وفاجر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ مجتہد مخطی کا اجتہاد بھی کسی دلیل پر مبنی ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ گناہگار نہیں ہوتا۔ چنانچہ جناب حارث بیان فرماتے ہیں کہ لما رجع علی من صفین۔۔۔ فقال یا ایها الناس لا تکرهوا امارة معاویة فواللہ لو فقدتموه لقد رأیتم الرؤوس تندر من کواهلها کالحنظل۔ (ابن عساکر جلد ۲۵ صہ ۴۴) جب جناب سیدنا علی المرتضے رضی اللہ عنہ صفین کی جنگ سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا۔ لوگو۔ امیر معاویہ کی بادشاہی کو برا نہ سمجھو۔ خدا کی قسم۔ جب آپ انتقال فرما جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ (اتنا قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوگا کہ) لوگوں کے سر حنظل (تمہ) کی طرح کولہوں سے کٹ کٹ کر گریں گے۔ اکبر شاہ نجیب آبادی نے اس سے ملتا جلتا فرمان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ منسوب کر کے بیان کیا ہے۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی جلد ۲ صہ ۲۹)

جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بنی امیہ کو حکم اور نصیحت فرمایا

کرتے تھے کہ قریشیوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور تحمل کا رویہ رکھنا۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۵۹) فقیہہ ابو طاہر الحسین بیان فرماتے ہیں کہ میں (بعض غلط فہمیوں کی بنا پر) جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ اور آپ کو شب و ستم کیا کرتا تھا۔ ایک رات کو مجھے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جمال جہاں آرا نصیب ہو گیا۔ آپ کے ساتھ ایک خوبصورت رنگ والا شخص بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے مخاطب ہو کے فرمانے لگے۔ اے ابو طاہر! اس سے بغض نہ رکھا کر۔ اور نہ ہی اس پر لعن طعن کیا کر۔ میں نے عرض کی آقا۔ یہ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرا کاتب وحی (میرا راز دار) اور میرا بھائی معاویہ بن ابو سفیان ہے۔ پھر آپ کی بارگاہ میں ایک اور شخص پیش کیا گیا اور جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شکایت کی۔ آقا۔ یہ شخص ہماری توہین کرتا ہے اور ہماری شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے (اس فعل بد پر) جھڑکا تو وہ کہنے لگا۔ آقا۔ میں تو آپ کے کسی بھی صحابی کی گستاخی نہیں کرتا۔ بس صرف امیر معاویہ کے متعلق کچھ کہہ لیتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم غصہ سے فرمانے لگے۔ وَيْلَكَ أَوَلَيْسَ مُعَاوِيَةُ مِنْ أَصْحَابِي ۔ وَيْلَكَ أَوَلَيْسَ مُعَاوِيَةُ مِنْ أَصْحَابِي وَيْلَكَ أَوَلَيْسَ مُعَاوِيَةُ مِنْ صَحَابِي ۔ (ابن عساکر ۲۵ ص ۷۷) یعنی۔ تیرا ستیاناس ہو۔ کیا معاویہ میرا صحابی نہیں ہے۔ تیری بربادی ہو کیا معاویہ میرا صحابی نہیں ہے۔ تو غارت ہو۔ کیا معاویہ میرا صحابی نہیں ہے"۔ اور یزید کی ولی عہدی کے وقت کی ہوئی آپ کی دعا بھی آپ کے خلوص نیت کا ثبوت ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ وَلَّيْتُهٗ لِاَنَّهٗ فِيْهَا اَرَاهُ اَهْلٌ لِذٰلِكَ فَاَتْمِمْ لَهٗ مَا وَلَّيْتُهٗ وَاِنْ كُنْتُ وَلَّيْتُهٗ

لِاٰنِیْ اُحِبُّہٗ فَلَا تُتَمِّمْ لَہٗ مَا وَلَّیْتُہٗ۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۸
صد ۸۰) اے میرے اللہ اگر تو سمجھتا ہے کہ جو اس کے متعلق میں نے ولیعہدی
کا فیصلہ کیا ہے وہ واقعی اس کا اہل ہے تو اس کی حکومت کو پورا فرمانا (برکت
دینا) اور اگر تو دیکھے کہ میں نے محض محبت پدری میں اس پر بھروسہ کر لیا تھا۔
حالانکہ وہ اس لائق نہیں تو پھر اس کی بادشاہی جلد ختم کر دینا۔

نیز۔ نبراس۔ شرح۔ شرح عقائد صد ۵۴۵ پر تو آپ کی اس دعا میں واضح
طور پر یہ الفاظ بھی ہیں۔ فَعَجِّلْ مَوْتَہٗ۔ یعنی یا اللہ اگر یزید میرے گمان
پر پورا نہ اترے تو اسے جلد ہلاک کر دینا۔ چنانچہ علامہ عبدالعزیز فرھاروی اس
کے بعد رقم طراز ہیں۔ وَقَدْ اُسْتُجِیْبَ دُعَاءُہٗ فَلَمْ یُطِلْ مُلْکُہٗ۔
(ایضاً) یعنی۔ اللہ تعالیٰ نے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دعا کو
قبول فرمالیا اور اس بدبخت کی حکومت جلد ہی ختم ہو گئی۔ جبکہ جناب سیدنا
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم نے دعا فرمادی تھی تو آپ کی حکومت تقریباً بیالیس (۴۲)
برس تک قائم رہی اور ہر آن پہلے سے وسیع اور مضبوط ہوتی گئی۔ یعنی آپ
کے بھائی مشہور صحابی رسول جناب یزید الخیر ۱۸ھ میں دور فاروق اعظم میں
فوت ہوئے تو آپ ان کے جانشین بنے۔ جناب سیدنا عمر فاروق
رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۴ھ میں ہوئی۔ اس طرح چھ سال آپ دور
فاروقی میں حاکم رہے۔ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ۳۵ھ
میں شہید ہوئے۔ اس طرح آپ تقریباً گیارہ سال خلافت عثمانی میں
حاکم رہے۔ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں شہید ہوئے
اس طرح آپ تقریباً پانچ سال تک خلافت مرتضوی میں حاکم رہے۔

پھر سنہ ۴۱ھ میں جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے صرف چھ ماہ حکومت کرنے کے بعد اپنے شیعوں کی بے وفائی بلکہ ظلم سے دلبرداشتہ ہو کر اپنی خلافت بھی جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نکھ کر دے دی۔ اور پھر آپ سنہ ۶۰ھ تک تقریباً بیس سال تک تمام مملکت اسلامیہ کے واحد حاکم اور خلیفہ رہے۔ یعنی (۵ + ۱۲+۵ + ۲۰ = ۴۲) جناب سیدنا امام حسن اور جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو ہر سال بلکہ بعض دفعہ ایک سال میں کئی کئی بار بھی لاکھوں کے نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ (مستدرک حاکم ج۳ ص۱۷۴) اور ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات کی خدمت میں بھی لاکھوں کے نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ (ابن عساکر ج۲۵ ص۴۶ وغیرہ) یاد رہے یہ وہی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کے متعلق یار لوگوں نے کنویں کا افسانہ گھڑ رکھا ہے۔ تعجب ہے کہ اتنا بڑا سانحہ ہو گیا اور کائنات کے کسی ایک بھی مؤرخ اسلام کو معلوم نہ ہو سکا۔ جبکہ اس کے خلاف اپنے مقام پر وضاحت کر دی گئی ہے۔ ان دونوں گروہوں کے آپس میں ایسے گہرے مواخاتی تعلق تھے کہ جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ایک معروف اور ذمہ دار سپاہی جناب سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف کوئی بات کر دی (جنگ کے بعد) تو جناب عمار غضبناک ہو گئے اور فرمایا خدا تجھے ذلیل و خوار کرے بکواس بند کر۔ خدا کی قسم آپ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دنیا و آخرت میں زوجہ محترمہ ہیں۔ (البدایہ ج۷ ص۲۴۳) جب ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنگ کے بعد جناب سیدنا

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئیں تو دین کے اس سپوت نے بڑی گرم جوشی اور عزت سے آپ کا استقبال کیا تھا۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۲۸) اور آپ بھی ایسی سخی تھیں کہ اگر صبح کو ایک لاکھ روپیہ آپ کی خدمت میں آیا تو شام تک تمام کا تمام غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیا۔ بعد میں خادمہ نے آکر شام کے کھانے کے لئے عرض کی تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ اگر پہلے آ جاتیں تو تم بھی کچھ لے لیتیں۔ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۴۲) اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے جلیل القدر، معتبر، معتمد اور فقیہہ صحابی تھے کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے مفسر قرآن صحابی بھی آپ کی فقاہت کا اقرار کرتے تھے۔ اسی لئے آپ سے جناب سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی، جناب سیدنا سائب بن یزید جناب سیدنا عبداللہ بن عباس، جناب سیدنا معاویہ بن خدیج، جناب سیدنا یزید بن جاریہ، جناب سیدنا ابو عمامہ بن سہل بن حنیف، جناب سیدنا ابو ادریس الخولانی جناب سیدنا سعید بن مسیب (وہ جلیل القدر تابعی جو یزیدی فوج کے مدینہ طیبہ پر حملہ کے وقت جبکہ تین دن تک مسجد نبوی میں گھوڑے بندھے رہے اذان اور نماز نہ ہو سکی۔ مدینہ طیبہ میں صحابہ و تابعین کا خون بارش کے پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ مدینہ طیبہ کی مخدرات عصمت فوج میں بانٹ دی گئیں۔ اور یہ سب کچھ تین دن تک یزید ملعون کے حکم سے مدینہ طیبہ میں روا رکھا گیا۔ اس وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور (حجرہ شریف) میں چھپ کر بیٹھے رہے اور ہر نماز کے وقت آپ قبر نبوی علیہ وعلیہا الصلوٰۃ والسلام سے اذان اور اقامت کی آواز سن کر وہیں تیمم سے تین دن تک نمازیں ادا فرماتے رہے تھے) (دارمی ص ۲۵، مشکوٰۃ ص ۵۴۳، جذب القلوب ص ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۵۸، مظاہر حق ج ۴ ص ۲۲۵، اوجز المناسک

ج ۵ ص ۴۳۵ ، احیاء المیت ص ۴۳ ، البدایہ ج ۸ ص ۲۲۴ ، ازالۃ الخفا ص ۵۹۷ ، حاشیہ تاریخ صغیر امام بخاری ص ۶۶ ، تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۵۳ ، ارشاد الساری شرح بخاری ج ۱۰ ص ۲۰۰ وغیرہ پر اسی واقعہ کا ذکر موجود ہے)

جناب سیدنا قیس بن ابی حازم ، جناب سیدنا عیسیٰ بن طلحہ ، جناب سیدنا ابو مجلز ، جناب سیدنا حمید بن عبدالرحمان بن عوف ، سیدنا محمد بن جبیر بن مطعم ، رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے علاوہ (بہت زیادہ) صحابہ کرام ، تابعین عظام ، تبع تابعین ، آئمہ کبار ، اکابرین اسلام ، مفسرین کرام اور مفکرین اسلام بالخصوص ، امام بخاری ، امام مسلم اور دیگر آئمہ صحاح ستہ وغیرہ نے آپ کی روایات احکام اور عقائد تک میں قبول کی ہیں اور بیان فرمائی ہیں۔ اور آپ کی روایات سے کئی مسائل میں استدلال پکڑا اور استنباط کیا ہے ۔ تو اگر معاذ اللہ آپ ایسے ہی تھے جیسا کہ آج کے بعض جاہل اور حاسد باور کرانے کی کوششیں کر رہے ہیں تو ان اتنے بڑے بڑے مفکرین اسلام کو ان کے یہ عیب کیوں معلوم نہ ہو سکے کہ وہ ان کی روایات لینا چھوڑ دیتے ۔

فافهموا يا اولى الابصار والالباب لعلكم تتقون

اور بھی بہت سے اکابرین اسلام نے ان کی روایات قبول کی ہیں اور ان کی روایات بیان کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۰۷) عمزاد مصطفےٰ مفسر قرآن جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کو "امیر المومنین" کہہ کر پکارتے تھے ۔ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۵۰) جناب سیدنا عبدالرحمان بن ابی الحکم رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو " امیر المومنین کہہ کر پکارا (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۵۹) جناب ضحاک بن قیس فہری علیہ الرحمہ نے " امیر المومنین " کہا۔ آپ کو "رحمۃ اللہ علیہ" کہا۔ (ابن عساکر ج ۲۵ ص ۸۷) جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نے آخری وقت میں یزید کی عدم موجودگی میں (کیونکہ اس وقت وہ بلادِ حمص گیا ہوا تھا)
اس کے لئے ایک وصیت نامہ لکھ دیا۔ اس میں یہ بھی تھا۔ بیٹا تجھے یقین ہے کہ
کوفی جناب سیدنا امام حسین کو ضرور تیرے مقابلہ پر لائیں گے۔ فَاِنْ ظَفِرْتَ
بِہٖ فَاحْفَظْ قَرَابَتَہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
وَاعْلَمْ اَنَّ اَبَاہُ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْکَ وَجَدُّہٗ خَیْرٌ مِّنْ جَدِّکَ وَاُمُّہٗ
خَیْرٌ مِّنْ اُمِّکَ۔ (مقتل ابی مخنف ص ۷) پس بیٹا اگر تجھے ان پر غلبہ
حاصل ہو جائے تو ان کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قرابت کا لحاظ
رکھنا۔ (ان سے کسی طرح کی کوئی زیادتی نہ کرنا بلکہ ان کا احترام و پاس کرنا) اور
یہ بات بھی تو اچھی طرح سمجھ لے کہ ان کا باپ تیرے باپ سے افضل ہے۔
ان کے نانا جان تیرے نانا سے افضل ہیں اور ان کی ماں بھی تیری ماں سے افضل و
بہتر ہے۔ (اور تجھ سے وہ افضل ہوئے لہٰذا ان کی کوئی گستاخی نہ کرنا)
یقیناً یزید کی ولیعہدی اور اہل بیت کرام کے متعلق جناب سیدنا امیر معاویہ رضی
اللہ عنہ کے خیالات و نظریات اور اس بارہ میں آپ کی نیت آپؓ کا خلوص
کسی بھی غیر متعصب انصاف پسند شخص پر مخفی نہیں رہ گیا ہوگا۔ باقی آپ کے
وصال شریف کے بعد یزید ملعون نے جو کچھ کیا وہ اس کے خبثِ باطن کے اظہار کے
لئے کافی ہے اور اس کا مدینہ منورہ کی حرمت اور مکہ مشرفہ کی حرمت کو پامال کرنا،
ہزاروں پاک باز مقدس ہستیوں کو ظلم و جبر کی تلوار سے ذبح کرنا، ہزاروں مخدرات
کی عصمتیں لوٹنا، مسجد نبوی اور جنت کی کیاری کی توہین کرنا وغیرہ وغیرہ اس کے
یقینی جہنمی اور لعنتی ہونے کے لئے براہینِ لاریب ہیں۔ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی
نہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی قانونِ خداوندی ذہن میں رکھیں۔ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ
اُخْرٰی۔ (انعام ع ۱۵ وغیرہ) یعنی جو کرے گا وہی بھرے گا۔ یہ نہیں کہ

کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءً یُّجْزَ بِہٖ۔ (نساء ع ۱۲۳) یعنی جو برائی کرے گا اسی کو اس کی سزا ملے گی۔ لہٰذا یزید کے ظلم و شقاوت کی سزا یزید ہی کو ملے گی۔ یا اس ظلم و جور میں جو اس کے معاون ہوئے تھے وہ سزائیں شامل ہوں گے۔ (یزید پلید کے عقائد و نظریات اس کے افعال و کردار اور اس کے متعلق آیات و احادیث سے استدلال اور اس کا دندان شکن جواب اور یزید کے متعلق احناف، موالک، شوافع اور حنابل اکابرین اسلام محدثین و مفسرین کرام کے نظریات و فتاوی پر مشتمل اس فقیر کی مفصل و مدلل کتاب "کردار یزید" کا مطالعہ فرمائیں (انشاء اللہ اس مسئلہ پر شافی و کافی ہوگی۔) یزید کی بدکرداریوں کا جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا۔ آپ تو آخر وقت تک اسے نیکی اور احسان کی تلقین فرماتے رہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ آپ کی زندگی میں محتاط ہی رہا۔ اس نے جو کچھ کیا وہ آپ کے وصال شریف کے بعد ہی کیا۔ یزید دوست حضرات اس کی صفائی میں جو واقعات اور روایات پیش کرتے ہیں اکثر تو وہ غلط ہیں۔ اور جو کچھ صحیح بھی ہیں وہ اسی پہلے دور کے ہیں۔ مؤرخ صحابہ جناب مولانا محمد نافع صاحب دیوبندی بھی لکھتے ہیں۔ "جس دور میں یزید کا انتخاب اور نامزدگی کی گئی اس دور میں اس کے مفاسد اور قبائح علانیہ طور پر موجود نہیں تھے۔ (سیرت حضرت امیر معاویہ ج۲ ص ۲۳۲) اس دور میں یزید کے قبائح اور معائب ظاہر نہیں ہوئے تھے اور اس کا کردار درست تھا۔ (ص ۲۳۴) مولانا رشید احمد گنگوہی (دیوبندی) کی رائے بھی یہی ہے کہ یزید پہلے فاسق نہیں تھا بلکہ بعد میں ہوا (ص ۲۳۵) بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب بھی لکھتے ہیں کہ جب جناب امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد منتخب فرمایا اس وقت تک وہ فاسق

اور معلن نہیں تھا۔ اور اگر کچھ غلط کام کرتا بھی تھا تو خفیہ طور پر کرتا تھا تاکہ جناب امیر معاویہ کو ان کی خبر نہ ہو سکے ص ۲۳۵) جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے بعد جو یزید کے کارنامے مثلاً واقعہ کربلا، واقعہ حرہ اور مکہ شریف پہ چڑھائی وغیرہ جو کتابوں میں پائے جاتے ہیں ان کا ذمہ دار خود یزید ہے نہ کہ جناب امیر معاویہ، اس کی وجہ سے جناب امیر معاویہ کو مطعون کرنا بڑی زیادتی ہے۔ (ص ۲۳۵) زیادہ سے زیادہ اگر آپ پر کوئی الزام رہ جاتا ہے تو یہ کہ بعض کتابوں میں آپ سے متعلق "بغی" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تو اس کے متعلق اول تو فیصلۂ قرآنی ہی کافی ہے (پہلے بھی گزر چکا ہے) کہ وہ دونوں گروہ (خلیفہ برحق کے خلاف بغی و خروج کرنے والا اور خلیفۂ وقت) مومن ہی کہلائیں گے اور رہیں گے۔ (الحجرات ۹) جنگ کے بعد صلح کر لینی چاہیئے کیونکہ دونوں گروہ ایمانی بھائی ہیں۔ (یعنی نہ جنگ کرتے وقت وہ ایمان سے خارج ہوئے نہ ہی جنگ کے بعد وہ مومن ہونے سے محروم ہوئے) (حجرات ۱۰) نیز ایک حدیث شریف بھی اس کی وضاحت فرماتی ہے۔ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں سے جو گروہ یا شخص کسی مسلمان پر "بغی" کرے گا تو دوران جنگ اگر ان میں کوئی بھاگ نکلے تو اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔ اور ان کے زخمیوں کا مال نہیں چھینا جائے گا۔ اور ان کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور ان کا چھوڑا ہوا مال مال غنیمت بنا کر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ (مغنی ابن قدامہ ۸ ص ۵۳۲) اور جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے بھی فیصلۂ نبوی کے مطابق جنگ صفین میں ایسا ہی کیا تھا۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ عن ابی عمامۃ قال شھدت صفین فکانوا لا یجھزون علی جریح ولا یطبون مولیا ولا یسلبون قتیلا (مصنف

ابن ابی شیبہ کتاب الجہاد ج ۱۲ ص ۴۲۴ ، طبقات ابن سعد ذکر ابی امامہ ج ۷ ص ۱۳۲)
معلوم ہوا کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک آپ کے ساتھ جنگ کرنے والے پکے اور سچے مومن اور بحکم قرآنی آپ کے ایمانی بھائی تھے۔ (دیکھو خطبہ علی المرتضیٰ) اسی لئے آپ نے ان سے کافروں اور مشرکوں والا معاملہ نہیں کیا بلکہ وہ معاملہ کیا جو مسلمانوں کی کسی آپس کی لڑائی میں کیا جاتا ہے۔

فافھموا یا اولی الابصار - واعتبروا یا اولی الالباب

تعجب ہے کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو ان کے ہم عصر تھے۔ جن سے جناب امیر معاویہ کی جنگیں ہوئیں۔ آپ کو یا آپ کے صاحبزادگان (جناب سیدنا امام حسن اور جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما) کو بلکہ آپ کے تمام ساتھی صحابہ کرام، تابعین عظام کو بھی آپ میں کفر، شرک اور نفاق بلکہ فسق و فجور تک کا شائبہ تک نہ ہو۔ ورنہ جناب حیدر کرار۔ اس لشکر، ان کے زخمیوں، ان کے قیدیوں اور ان کے مقتولوں کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ نہ کرتے اور ان کے لئے دعائیں نہ کرتے، ان کے جنازے نہ پڑھتے اور ان کا جنتی ہونا بیان نہ فرماتے۔ اور آج کے ان منکرین و شاتمین صحابہ کو چودہ سو سال بعد خوردبینِ بغض و حسد سے کیڑے نظر آنے لگے۔ اور تعجب در تعجب اس بات پر ہے کہ اس بغض و عناد کے لئے ایک خود ساختہ سہارا انہیں حضرت علی کی ذات کو بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جو آپ کو ایمان دار، بخشا ہوا اور جنتی فرماتے ہیں۔ آپ کی محبتِ حیدری کا یہیں امتحان ہو جاتا ہے۔ ابھی آپ کے اس دعوے کا سچا یا جھوٹا ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ میرا ایک آخری مطالبہ اور گزارش ہے کہ

اگر تم جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے واقعی سچی محبت کرتے ہو۔ اگر آپ کو امام برحق مانتے ہو تو ان حضرات کے متعلق آپ ہی کے اقوال و

افعال کو حجت اور فیصل مان لو۔ آپ کے فرامین کے مطابق ہی اپنا ایمان اور عقیدہ بنالو۔ ان حضرات کا نام لے کر جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کو اپنا ایمان اور عقیدہ بنالو۔ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ ۔

آؤ اور اسی بات (ذات) پر ہی فیصلہ کر لو جس کو ہم بھی مانتے ہیں اور تم بھی ان کو ماننے کا دعوٰی کرتے ہو۔

کیا جناب علی المرتضیٰ کے نام کو مانتے ہو اور آپ کے کلام، آپکے فرمان، آپ کے احکام و قضایا آپ کے طریق کار کا انکار کرتے ہو۔ فالی اللہ المشتکی

ان دلائل و براہین سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جناب سیدنا امیر معاویہ اور جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو محاربات ہوئے ہیں وہ اسلام اور کفر کی بنیاد پر نہ تھے بلکہ محض ایک غلط فہمی کی بنا پر تھے۔ اور اس اجتہادی غلطی پر اللہ تعالیٰ۔ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو معاف فرما چکا۔ اللہ کے رسول ان کی معافی کا اعلان فرما چکے اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس کا اعلان فرما چکے ان سے صلح فرما چکے۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپ کی بیعت فرما چکے۔ اکابرین اسلام اور معتمد اولیاء کرام رحمہم اللہ عنہم اس کی توثیق فرما چکے۔ لہٰذا ہم سب کو بھی ان تمام ہستیوں کے فرمان و ایمان کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اپنی عاقبت سنوار لینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ حق واضح ہو جانے کے بعد ہر ایک کو اس پر ایمان لے آنے اور اس کے مطابق اپنا ایمان اور عقیدہ بنا لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

(نوٹ
خدام یہ ترامیم
نوٹ کرلیں)

وصیت نامہ

(چند الفاظ کی ترمیم
کے ساتھ)

قدوۃ السالکین، عمدۃ الواصلین، حجۃ الکاملین قبلۂ عالم حضور الحاج حضرت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری نقشبندی مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت کیلیانوالہ شریف وارثِ فیضانِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نے آج مورخہ ۸/۹۳ ۶ کو بعد نماز جمعہ شریف چند خدام کی موجودگی میں اپنا وصیت نامہ لکھوایا ہے۔ اس وقت موجود معتقدین میں حاجی محمد رفیق صاحب آف پنجن کسانہ، حاجی مشتاق احمد صاحب سرگودھا، محمد اشرف چوہان صاحب گجرات، حاجی علی نواز صاحب آف کوٹ خضری، جناب صوفی محمد صادق صاحب ہریکوٹی، میاں غلام غوث صاحب وریاہ، مولوی محمد زمان صاحب اور راقم الحروف محمد رفیق کیلانی حاضر خدمت ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اس وصیت نامے پر چند بیلی علمائے کرام کو گواہ کے طور پر بلوا کر دستخط کراؤں گا۔ جن میں استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد نواز صاحب کیلانی (حال مقیم گوجرانوالہ)، مفتی آستانہ عالیہ شیخ الحدیث جناب علامہ مفتی حافظ محمد سعید احمد صاحب نقشبندی مجددی کیلانی آف علی پور چٹھہ، شیخ الحدیث جناب مولانا محمد شریف صاحب آف حافظ آباد، جناب صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب آف بھکھی، جناب علامہ مولانا ظہور احمد صاحب کیلانی فاضل بریلی شریف آف سیہرے، جناب مولانا حافظ محمد حنیف صاحب آف ڈنگہ، جناب مولانا صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب آف مانگٹ، مصنف کتب کثیرہ جناب مولانا

حاجی محمد علی صاحب کیلانی شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور، اور مولانا مفتی محمد حسین صاحب صدیقی آف گوجرانوالہ شامل ہوں گے (آپ نے خود ہی اسٹام پر یہ وصیت نامہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا - بلفظہٖ وصیت نامہ درج ذیل ہے)

۱- "من کہ سید محمد باقر علی شاہ بخاری ابن اعلیحضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز محض اس لئے یہ وصیت نامہ لکھوا رہا ہوں تاکہ مستقبل قریب اور بعید میں آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے جملہ امور تولیت، انتظام، سلسلہ طریقت نیز دربار شریف کے خزانہ، عرس گاہ کی زمین، لنگر خانہ، بیٹھک شریف، مسجد اعلیحضرت اور مسجد شریف سے ملحقہ تمام حجروں کا انتظام مکمل طور پر اس وصیت میں واضح کر جاؤں - تاکہ اگلی نسلیں اس وصیت پر عمل کر کے آستانہ عالیہ کے تقدس کو قائم رکھیں اور کبھی انتشار کی نوبت ہی نہ آئے -

۲- میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے خلیفہ، جانشین اور سجادہ نشین صرف میرے لختِ جگر، نور نظر صاحبزادہ السید عظمت علی شاہ صاحب بخاری ہیں - ان کی خلافت اور جانشینی کی وصیت میں نے اس بنا پر صرف نہیں کی کہ وہ میرے صاحبزادے ہیں، بلکہ یہ ان کی باطنی استعداد و صلاحیت کی وجہ سے کی ہے - اور ان کی اس استعدادِ روحانی کی تصدیق میرے آقا و مولا، میرے قبلۂ و کعبہ حضور پر نور والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پیدائش سے قبل ہی فرما دی تھی - انہوں نے ان کی والدہ کو ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جو نعمت عطا فرمانے والا ہے وہ بڑی عظیم نعمت ہو گی - جب ان کی پیدائش ہو گئی تو ان کی والدہ کو مزید تاکید فرمائی کہ اس بچے کو عام بچوں جیسا نہ سمجھنا اور کوشش کرنا کہ

سوتے وقت ان کی طرف تمہاری پشت نہ ہو۔ چنانچہ ان کی والدہ بتاتی ہیں کہ اگر کسی وقت ایام رضاعت میں سہوًا بھی میری ان کی طرف پشت ہو جاتی تو مجھ پر خوف و ہیبت طاری ہو جاتی۔ سے مجھے فوراً قبلہ عالم کا فرمان یاد آجاتا اور میں ان کی طرف منہ کر لیتی۔ علاوہ ازیں حضور قبلہ والدی ماجدی رحمۃ اللہ علیہ نے جب مجھے دولت روحانیت سے نوازا تو فرمایا تھا۔ کہ اگر تو دین کا بیٹا بنا تو ٹھیک ہے۔ اور اگر دنیا کا بیٹا بنا تو پھر ایسے بیٹوں کی سب مجھے ضرورت نہیں۔ حضور والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ واضح کر رہا ہے۔ کہ آپ نے جو کچھ قبل ازیں صاحبزادہ السید عظمت علی شاہ صاحب کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا وہ دراصل میرے لئے ان کا حکم تھا کہ تمہارا جانشین اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ ان کے متعلق سینکڑوں اور بھی امور ہیں جو میرے مشاہدہ میں آئے۔ لہٰذا ان کے کامل و اکمل ہونے کی وجہ سے میں نے انہیں اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روحانی اور جسمانی زندگی سے اپنی مخلوقات کو مستفیض و مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

۴۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ قطعہ اراضی تقریباً چھ کنال جہاں عرس شریف ہوتا ہے۔ اور جس کے مغرب میں قبرستان۔ جنوب اور شمال اور مشرق میں کھیت واقع ہیں۔ یہ زمین میں نے علم دین کی تدریس اور عرس گاہ کے لئے عزیزم سید عظمت علی شاہ صاحب بخاری کو ہبہ کر دی ہے۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ سید عظمت علی شاہ بخاری، ان کے بعد ان کے بیٹے سید محمد حسنین علی بخاری اور ان کے بعد نسل در

نسل مقرر ہونے والے سجادہ نشین حضرات کے ہی زیر انتظام و زیر تصرف یہ جگہ اور اس پر تعمیر ہونے والی درسگاہ رہے گی۔ خاندان کے کسی فرد کو اس جگہ یا اس پر تعمیر ہونے والے کمرے یا صحن کو استعمال کرنے کی اجازت کبھی نہ ہوگی۔ صرف اہل خاندان وقت کے سجادہ نشین کی اجازت سے شادی کے موقع پر صرف تین دن کے لئے اس جگہ کو استعمال کر سکیں گے۔ یہ جگہ محض دربار شریف کے نام نہیں لکھوائی گئی کہ کسی وقت محکمہ اوقاف میں دربار شریف چلے جانے کی صورت میں سجادہ نشین صاحب کے پاس علم دین کی تدریس اور عرس شریف کرانے کے لئے مخصوص جگہ نہیں رہے گی۔ سالانہ عرس شریف کے موقع پر تین دن پہلے اور تین دن بعد تک شادی کے لئے بھی اس جگہ کو استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۴۔ حضرت اعلیٰ۔ میرے حضور مجدد عصر۔ حضور پر نور پیر کیلانی حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار شریف کا خزانہ، آپ کی مسجد شریف، مسجد شریف کے تمام حجرے، لنگر خانہ اور بیٹھک شریف صرف اور صرف سجادہ نشین صاحب کے زیر انتظام و زیر تصرف رہیں گے۔ خاندان کے کسی فرد کو ان چیزوں میں بغیر سجادہ نشین کی اجازت کے کسی قسم کے تصرف کی اجازت نہ ہوگی۔ امام و خطیب مسجد صرف سجادہ نشین مقرر کرے گا۔ جو صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت بریلوی ہوں گے۔ کسی زمانے میں کسی خطیب کو مسجد میں سیاسی تقریر کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ مسجد صرف اور صرف دین کے لئے استعمال ہوگی۔

۵۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ صرف اور صرف عقائد اہل سنت وجماعت ہی سچے ہیں۔ جنہیں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اپنے مکتوبات شریف میں اور امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں تحریر فرمایا ہے۔ میرے عقائد کی تفصیل اسی آستانہ عالیہ سے چھپنے والی تمام کتب اور میرے حکم اور اجازت سے چھپنے والی حافظ شفقات احمد گیلانی آف علی پور چٹھہ اور مولانا محمد علی صاحب کی کتاب "تحفہ جعفریہ" اور "دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ" اور "مسلک امام ربانی" وغیرھم میں موجود ہے۔ میں نے ان کا حرف بحرف مطالعہ کیا ہے لہٰذا آستانہ عالیہ کے جملہ ارادتمندوں کے لئے ان عقائد کا پابند رہنا بہت ضروری ہے۔

۶۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ خدانخواستہ صدیوں بعد بھی کسی زمانے میں اگر کوئی سجادہ نشین عقائد اہل سنت وجماعت سے منکر ہو کر بدمذہب ہو جائے یا غیر شرعی حرکات شروع کر دے یا خلاف آداب سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ حرکات از قسم ڈھول ڈھمکا یا ساز گانا وغیرہ جیسے کام دربار شریف پر شروع کر دے تو اس زمانے میں موجود اس سلسلۂ عالیہ کے شیخ الحدیث حضرات اور علمائے کرام کو اختیار ہوگا کہ اسے سمجھائیں اور اس معاملہ میں آستانہ عالیہ مکان شریف اور آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے بھی عرض کریں وہ پھر بھی نہ سمجھے تو اسے ہٹا دیں۔ اس سلسلے میں اسے کسی عدالت سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ پھر اس کے بیٹے کی طرف رجوع کریں۔ اور اگر اسے عقائد اہل سنت وجماعت پر پابند اور عمل پیرا پائیں تو اسے مسند

پر بٹھادیں۔ خدانخواستہ اگر وہ بھی بدمذہب ہو تو خدام آستانہ عالیہ ھٰذا میں سے جسے اہل سمجھیں اسے مسند پر بٹھادیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آل پاک واہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی بھی گستاخی، بے ادبی اور مخالفت کرنے والے کی نسبت نقشبندیہ مجددیہ فوراً سلب ہو جائے گی اور اس کا ہمارے سلسلہ عالیہ سے کوئی تعلق نہ رہے گا۔ میرا مشاہدہ ہے۔ کہ جو اہل بیت پاک وآل پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراض کرتا ہے وہ خارجی ہو کر مرتا ہے۔ اور جو ازواج مطہرات امہات المومنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض یا بے ادبی کرتا ہے وہ ہمیشہ رافضی ہو کر مرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ہستیوں کی بے ادبی کرنے سے محفوظ رکھے۔

آخری وصیت:۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے دنیا سے وصال کر جانے کے بعد کوئی بھی قریب وبعید کا رہنے والا میرا الگ عرس نہ منائے بلکہ میرے آقا و مولا حضور پر نور میرے قبلہ وکعبہ حضور والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر دعا میں آپ کے اسم مبارک کے ساتھ ہی میرا نام بھی شامل کر لیا کریں۔ کیونکہ میں ایصال ثواب کا قائل ہوں۔ اور میرے پاس طریقت اور اعمال صالحہ کی جو بھی دولت ہے یہ سب آپ ہی کی عطا کردہ ہے۔ لہٰذا میں یہی چاہتا ہوں کہ میرا ہر معاملہ آپ ہی سے منسوب رہے۔ کہ میری کوئی علیحدہ بات نہ ہو۔ (شعر کچھ ترمیم کے ساتھ)

میں تجھ میں سما جاؤں کہ میں۔ میں نہ رہوں ۔۔۔ اور تو مجھ میں سما جائے کہ میں میں نہ رہوں

سپردم بتو مایۂ خویش را ۔ تو دانی حساب کم وبیش را

والسلام:۔ ابوالعظمت سید محمد باقر علی شاہ (صاحب) سجادہ نشین آستانہ عالیہ ہٰذا

صاحب تصانیف کثیرہ
شفقات احمد
رسول اللہ کی نماز
مناقب اہل بیت
علم مصطفےٰ
تحقیق رفع یدین
رکعات تراویح
فاتحہ خلف الامام
طلاق ثلاثہ
مسائل قربانی